URDU Gif Format

کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک و منزہ ہے

سبحٰن السبوح عن کذب عیب مقبوح

۱۳۰۷ھ

مصنف :

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

رسالہ

سُبحٰن السُّبُوح عن کذبِ عیبِ مقبوح

(کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالٰی کی ذات پاک ومنزّہ ہے)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ از ابو محمد صادق علی مداح غنی عنہ گڑھ مکتیسری از میرٹھ بالائے کوٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین دربارہ مسئلہ امکانِ کذبِ باری تعالٰی جس کا اعلان تحریری وتقریری علمائے گنگوہ ودیوبند اور ان کے اتباع آج کل بڑے زور وشور سے کررہے ہیں، تحریراً کتاب "براہین قاطعہ" میں کہ مولوی خلیل انبیٹھی کے نام سے شائع کی گئی۔ جس کی لوح پر لکھا ہے "بامر حضرت چنیں وچناں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی" اور خاتمہ پر ان کی تقریظ بایں الفاظ ہے:
"احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب براہین قاطعہ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا، الحق کہ یہ جواب کافی اور حجت وافی ہے اور مصنف کی وسعت نورِ علم اور فسحتِ ذکاء وفہم پر دلیل واضح، حق تعالٰی اس تالیف نفیس میں کرامت قبولیت عطا فرمائے اور مقبول مقبولین ومعمول عاملین فرمائے"[1] (ملخصاً) جس سے ثابت کہ گویا کتاب ہی تالیف ان کی ہے، صفحہ ۳ پر یوں مکتوب ہے: "امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے۔ رد المحتار میں ہے: ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر

---

[1] براہین قاطعہ خاتمہ کتاب مطبع لے بلاساواقع ڈھور ص ۲۰۰

ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ (کیا خلف وعید جائز ہے، مواقف اور مقاصد سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اشاعرہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ ت) پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے[1]۔ انتہی ملخصا۔ تقریرا مولوی ناظر حسن دیوبندی مدرس اول مدرسہ عربی میرٹھ نے مسجد کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمان میں کہا کہ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے مگر بول سکتا ہے، بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں، اور یہی امکان کذب ہے، انتہی

پس ایسا اعتقاد کیسا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، جس کا عقیدہ ایسا ہے، سچی بات بتاؤ اچھا اجر پاؤ۔

الجواب

سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العٰلمین، الحمد للہ المتعالی شانہ عن الکذب والجہل والسفہ والہزل والعجز والبخل، وکل مالیس من صفات الکمال المنزہ عظیم قدرتہ بکمال قدوسیتہ وجمال سبوحیتہ عن وصمۃ خروج ممکن او ولوج محال، قولہ الحق ووعدہ الصدق، ومن اصدق من اللہ قیلا، وکلامہ الفصل وما ہو بالہزل فسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا، لذاتہ القدم ولنعتہ القدم، فلا حادث

آپ کا رب رب العزت ہر اس عیب سے پاک ہے جو یہ مخالفین بیان کرتے ہیں، تمام رسولوں پر سلام ہو، تمام حمد اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، تمام حمد اللہ کے لئے جس کی شان اقدس ہر قسم کے کذب، جہل، بے عقلی، غیر سنجیدگی، بخل اور ہر اس وصف سے پاک ہے جو اس کے کمال منزہ کے خلاف ہے کمال قدوسیت اور جمال سبوحیت کی وجہ سے اس کی قدرت خروج ممکن اور دخول محال کے عیب سے پاک ومبرا ہے، اس کا فرمان حق اور اس کا وعدہ سچا اور قول کے اعتبار سے اس سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے، اس کا مقدس کلام حق و باطل میں فیصلہ کن ہے اور وہ مذاق و تمسخر نہیں ہے پس اللہ تعالٰی کی تسبیح ہے صبح و شام، اس کی ذات بھی قدیم اور صفات

---

[1] براہین قاطعہ   مسئلہ خلف وعید قدما میں مختلف فیہ ہے   مطبع لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲، ۳

يقوم ولا قائم يحول، وكلامه ازلي وصدقه ازلي، فلا الكذب يحدث ولا الصدق يزول، والصلاة والسلام على الصادق المصدوق سيد المخلوق النبي الرسول الآتي بالحق من عند الحق لدين الحق على وجه الحق والحق يقول فهو الحق، وكتابه الحق بالحق انزل وبالحق نزل وعلى الحق النزول، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له حقا حقا، واشهد ان محمدا عبده ورسوله بالحق ارسله صدقا صدقا، صلوات الله وسلامه عليه وعلى آله وصحبه وكل من ينتمي اليه، وعلينا معهم وبهم ولهم يا ارحم الراحمين، أمين أمين، اله الحق أمين، قال المصدق لربه بتوفيقه العظيم المسبح لمولاه عن كل وصف ذميم، عبد المصطفى احمد رضا المحمدي السني الحنفي القادري البركاتي البريلوي صدق الله تعالى قوله في الدنيا والأخرة وصدق فيه ظنه بالعفو والمغفرة، أمين، اللهم هداية الحق والصواب۔

بھی قدیم تو حادث قائم نہیں رہتا اور قائم متغیر نہیں ہوتا اور اس کا کلام ازلی ہے اور اس کا صدق ازلی ہے تو اس کے کلام میں کذب کا حدوث نہیں اور اس کے صدق کو زوال نہیں، صلوٰۃ و سلام ہو اس ذات اقدس پر جو صادق و مصدوق تمام مخلوق کے سردار، نبی و رسول، حق کی طرف سے لانے والے بطریق حق، دین حق کے لئے حق لانے والے، حق کا فرمان ہے کہ وہ حق ہیں، ان کی کتاب حق جو حق کے ساتھ نازل کی اور نازل ہوئی اور اس کا نزول حق پر ہوا، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ سراپا حق ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور ان کو حق و صدق دے کر بھیجا، ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام ہو اور ان کی آل و اصحاب اور ان کی طرف ہر منسوب پر، ساتھ ہم پر بھی ان کی وجہ سے ان کی خاطر ہو یا ارحم الراحمین آمین آمین الٰہ الحق آمین۔ اپنے رب کی تصدیق کرنے والا اس کی عظیم توفیق سے، ہر برے وصف سے اپنے رب کی پاکیزگی بیان کرنے والا غلام مصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قول کو دنیا و آخرت میں سچا فرمائے، اور اس کا اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عفو و مغفرت کے حسن ظن کو سچا فرمائے آمین اے اللہ! تو ہی حق و صواب کی رہنمائی فرمانے والا ہے۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بحول و قوت رب الارباب، اس مختصر جواب موضح صواب و مزیح ارتیاب میں اپنے مولیٰ جل و علا کی تسبیح و تقدیس اور اس جناب رفیع و جلال منیع پر جرأت و جسارت والوں کی تقبیح و تفلیس کے لئے کلام کو چار تنزیہوں پر منقسم اور ایک خاتمہ پر مختتم اور بنظر ہدایت عوام و ازاحت اوہام،

ایک ضروری مقدمہ ان پر متقدم کرتا ہے۔

تنزیہ اول میں ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ارشادات متین جن سے بحمد اللہ شمس وامس کی طرح روشن ومبین کہ کذب الٰہی باجماع محال اور اسے قدیم سے اہل سنت میں مختلف فیہ ماننا عناد ومکابرہ یا جاہلانہ خیال۔

تنزیہ دوم میں بفضل ربانی دعوی اہل حق پر دلائل نورانی جن سے واضح ہو کہ کذب الٰہی قطعاً مستحیل اور ادعائے امکان باطل وبے دلیل۔

تنزیہ سوم میں امام وہابیہ ومعلم ثانی طائفہ نجدیہ مصنف رسالہ یکروزی کی خدمت گزاری اور ان حضرات کے اوہام باطلہ وہذیانات عاطلہ کی نازبرداری کہ یہی صاحب ان حضرات نو کے امام کہن اور ان کے مرجع وملجا وماخذ ومنشی، انھیں کے سخن۔

تنزیہ چہارم میں جہالات جدیدہ کا علاج کافی اور اس امر حق کا ثبوت وافی کہ مسئلہ قدیمہ خلف وعید، اس مزلہ حادثہ سے منزلوں بعید۔

خاتمہ میں جواب مسائل وحکم قائل والحمد للہ مجیب السائل۔

مقدمہ: اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق، مسلمان کا ایمان ہے کہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے سب صفات، صفات کمال و بروجہ کمال ہیں، جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یونہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں ان کا کوئی ذرہ اس کے احاطہ دائرہ سے خارج نہ ہو نہ یہ کہ موجود ومعدوم وباطل وموہوم میں کوئی شئ ومفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے اگرچہ وہ اصلاً صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو۔

اب احاطہ دوائر کا تفرقہ دیکھئے:

(۱) خلاق کبیر جل وعلا فرماتا ہے: خالق کل شئ فاعبدوہ[1] وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو۔ یہاں صرف حوادث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات وصفات باری تعالیٰ عز مجدہ مخلوقیت سے پاک۔

(۲) سمیع وبصیر جل مجدہ فرماتا ہے: انہ بکل شئ بصیر[2] وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، یہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۲

[2] " " ۶۷/ ۱۹

تمام موجوداتعہ قدیم وحادث سب کو شامل مگر معدومات خارج یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک

عہ **فائدۃ:** اعلم انہ ربما یوھم کلام القاری فی منح الروض الی تخصیص بصارتہ تعالٰی بالاشکال والالوان وسمعہ بالاصوات والکلام، وقد صرح العلامۃ اللقانی فی شرح جوھرۃ التوحید بعمومھما کل موجود، وتبعہ سیدی عبد الغنی فی الحدیقۃ وھذا کلام اللقانی قال لیس سمعہ تعالٰی خاصًا بالاصوات بل یعم سائر الموجودات ذواتٍ کانت او صفات فیسمع ذاتہ العلیۃ وجمیع صفاتہ الازلیۃ کما یسمع ذواتنا وما قام بنا من صفاتنا کعلومنا والواننا وھکذا بصرہ سبحانہ وتعالٰی لایختص بالالوان ولا بالاشکال والاکوان فحکمہ حکم السمع سواء بسواء فمتعلقھما واحد[1] انتھی، اما ما قال اللقانی قبل ذٰلک حیث عرف السمع بانہ صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذاتہ تعالٰی تتعلق بالمسموعات او بالموجودات[2] الخ

فائدہ: واضح ہو کہ "منح الروض" میں ملا علی قاری کے کلام سے اللہ تعالٰی کی بصارت کا اشکال والوان اور اس کی سمع کا اصوات وکلام کے ساتھ اختصاص کا اشارہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ علامہ لاقانی نے "جوہرۃ التوحید" کی شرح میں اللہ تعالٰی کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے، اور علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے، انھوں نے فرمایا اللہ تعالٰی کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں کی بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ وہ ذوات ہوں یا صفات، تو باری تعالٰی اپنی ذات وصفات کا سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفات مثلاً ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے یونہی سبحانہ وتعالٰی کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان و اشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متعلقات بھی ایک جیسے ہیں انتہی، (اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی نے جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالٰی کی ازلی صفت ہے جو اسکی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ اللاقانی حی ای المتصف بصفات المعانی الحیاۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵

[2] " " " " " " " " " " " "

کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں، وہ نظر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والبصر بانه صفة ازلية تتعلق بالمبصرات او بالموجودات الخ[1] فاقول لا يجب ان يكون اشارة الى الخلاف بل اتى اولاً بالمبصرات معتمدا على بداهة قصوره ثم اردف بالموجودات فرارا عن صورة الدور، وليس فى التعبيرين تناف اصلاً فان المبصر ما يتعلق به الابصار وليس فيه دلالة على خصوصية شیٔ دون شیٔ فاذا كان الابصار يتعلق بكل شیٔ كان المبصر والموجود متساويا، نعم لما كان ابصارنا الدنيوى العادى مختصا باللون ونحوه ربما يسبق الى الذهن الى هذا الخصوص فازال الوهم بقوله او بالموجودات آتيا بكلمة او للتخيير فى التعبير، وهذه نكتة اخرى للارداف وانما لم يكتف به لان ذكر المبصرات ادخل فى التمييز.

ثم اقول، تحقيق المقام ان الابصار لاشك انه ليس كالارادة

ذات سے قائم ہے اور تمام مسموعات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اور اللہ تعالٰی کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اس کی ازلی صفت ہے جو تمام مبصرات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اقول اس سے متعلق میں کہتا ہوں او یعنی "یا" سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کرکے اس کے قصور کی بداہت کو ظاہر کیا پھر موجودات کو ساتھ ذکر کیا تاکہ دَور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات و موجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ مبصر وہ چیز ہے جس سے ابصار کا تعلق ہو سکے جبکہ کسی شیئ سے خصوصیت پر کوئی دلالت نہیں ہے، تو جب ابصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر اور موجود دونوں مساوی ہوئے، ہاں ہماری دنیاوی عادی ابصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو اپنائے اس لئے انہوں نے مذکورہ وہم کے ازالہ کے لئے "او بالموجودات" کلمہ "او" کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے، تو مبصرات کے بعد موجودات کو ذکر کرنے کا دوسرا نکتہ ہوا، اور صرف موجودات پر اکتفا اس لئے نہ کیا کیونکہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل ہے۔ پھر میں کہتا ہوں مقام کی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ اللاقانی ص ای الصفات من مقالات المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۵

کیا آئے گا تو نقصان جانب قابل ہے نہ کہ جانب فاعل، شرح فقہ اکبر میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

والقدرة والتكوين التي لا يجب فعلية جميع التعلقات الممكنة لها بل هو من الصفات التي يجب ان تتعلق بالفعل بكل ما يصلح لتعلقها كالعلم فعدم ابصار بعض ما يصح ان يبصر نقص فيجب تنزيهه تعالى عنه كعدم العلم ببعض ما يصح ان يعلم وهذا مما لا يجوز ان يتنازع فيه عاقلان انما النزاع في تعيين ما يصح تعلق الابصار به فان ثبت القصر على الاشكال والالوان والاكوان فذاك، وان ثبت عموم الصحة بكل موجود وجب القول بتحقق عموم الابصار ازلا وابدا لجميع الكائنات القديمة والحادثة الموجودة في ازمنتها المحققة او المقدرة لما عرفت من انه لا يجوز ههنا شئ منتظر لكن الاول باطل للاجماع على رؤية المؤمنين ربهم تبارك وتعالى في الدار الآخرة فكان اجماعا على ان صحة الابصار لا تختص بما ذكر وقد صرح اصحابنا في هذا المبحث ان مصحح

تحقیق یہ ہے کہ ابصار بیشک ارادہ قدرت اور تکوین صفات جیسی نہیں، جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ ابصار ان صفات میں سے ہے جن کا ممکن التعلق سے بالفعل متعلق ہونا واجب ہے جیسا کہ علم کا معاملہ ہے تو بعض وہ چیزیں جن کا ابصار ممکن اور صحیح ہو سکتا ہے ان کا عدم ابصار نقص ہوگا لہذا اللہ تعالیٰ کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے جیسے علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک منزہ ہے یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہو سکتیں، اب صرف یہ بحث ہے کہ ابصار کا تعلق کن چیزوں سے ہو سکتا ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ابصار صرف اشکال و الوان و اکوان سے ہی متعلق ہو سکتی ہے تو یہی ہوگا، اور اگر ثابت ہو جائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہو سکتا ہے تو پھر ازلاً و ابداً تمام کائنات و حادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر ہوں سب سے ابصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیسا کہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کی رؤیت پر اجماع ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ اشکال و الوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ ابصار کا تعلق اشکال و الوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس بحث میں تصریح

(باقی برصفحہ آئندہ)

قد افتی ائمة سمرقند وبخارا علی انه (یعنی المعدوم) غیر مرئی، وقد ذکر الامام الزاهد الصفار فی اٰخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرؤیة، وکذا المفسرون ذکروا ان المعدوم لایصلح ان یکون مرئی الله تعالٰی، وکذا قول السلف من الاشعریة والماتریدیة ان الوجود علة جواز الرؤیة مع الاتفاق علی ان المعدوم الذی یستحیل وجوده لایتعلق به رؤیته سبحنه[1] اھ

ائمہ سمرقند و بخارا نے یہ فتوٰی دیا کہ (معدوم) دکھائی نہیں دیتا، امام زاہد صفار نے کتاب التلخیص کے آخر میں لکھا معدوم کی رؤیت محال ہوتی ہے، اسی طرح مفسرین نے کہا معدوم اللہ تعالٰی کے دکھائی دینے کے قابل ہی نہیں، اسلاف اشعریہ اور ماتریدیہ کا بھی قول یہی ہے کہ جواز رؤیت کی علت وجود ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسا معدوم جس کا وجود محال ہے اس کے ساتھ رؤیتِ باری کا تعلق نہیں ہوسکتا اھ (ت)

شرح السنوسیہ جزائریہ میں ہے:

انهما (یعنی سمعه تعالٰی وبصره) لایتعلقان

ان دونوں (اللہ تعالٰی کے سمع وبصر) کا تعلق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

www.alahazratnetwork.org

الرؤیة هو الوجود وقد اجمعوا کما فی المواقف انه تعالٰی یری نفسه فتبین ان الحق هو التعمیم وان قوله تعالٰی انه بکل شیئ بصیر[2] جار علی صرافة عمومه من دون تطرق تخصیص الیه اصلا هٰکذا ینبغی التحقیق والله ولی التوفیق ومن اتقن هذا تیسر له اجراؤه فی السمع بدلیل کلام الله سبحانه وتعالٰی فافهم والله سبحنه وتعالٰی اعلم ۱۲ منه رضی الله عنه۔

کردی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کی رؤیت کا مدار صرف وجود ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے، تو ابصار میں تعمیم ہی حق ہے اور اللہ تعالٰی کے ارشاد "انه بکل شیئ بصیر" کا اجرا اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی تخصیص کا شائبہ نہ ہوگا، یوں تحقیق ہونی چاہیے جبکہ اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے، جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لیے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، پس سمجھو، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب یری اللہ تعالٰی فی الآخرۃ بلاکیف مصطفی البابی مصر ص ۱۳۸

[2] القرآن الکریم ۶۷ / ۱۹

الا بالموجود والعلم یتعلق بالموجود والمعدوم والمطلق والمقید[1] اھ۔

موجود سے ہوتا ہے اور علم کا تعلق موجود ومعدوم اور مطلق ومقید سے ہوتا ہے اھ (ت)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

المعدومات التی ما ارادھا اللہ تعالٰی ولا تعلقت القدرۃ بایجادھا فی ازمنتھا المقدرۃ لھا، ولا کشف عنہا العلم موجودۃ فی تلک الازمنۃ فلا یتعلق بہا السمع والبصر وکذلک المستحیلات بخلاف العلم فانہ یتعلق بالموجود والمعدوم[2]

وہ معدومات جن کا اللہ تعالٰی نے ارادہ نہیں فرمایا اور ازمنہ مقررہ میں ان کی ایجاد کے لئے قدرت متعلق نہیں ہوتی اور نہ مقدرہ خاصہ میں موجود ہو کر تحت علم آتی ہیں تو ایسی معدومات سے اللہ تعالٰی کی سمع وبصر متعلق نہیں ہوتی اور محالات کا معاملہ بھی ایسا ہے بخلاف علم کہ اس کا تعلق موجود اور معدوم دونوں سے ہے (ت)

عہ اقول قولہ ما اراد ولا تعلقت ولا کشف عبارات شتی عن معنی واحد وھو دوام العدم المناقض للوجود بالفعل فان کل ما ارادہ اللہ تعالٰی فقد تعلقت القدرۃ بایجادہ بالفعل وبالعکس، وما کان کذلک فقد کشف العلم عنہ موجودا بالاطلاق العام وبالعکس وذلک لان العلم بموجود تابع للوجود ولا وجود للمخلوق الا بتعلق القدرۃ ولا تعلق للقدرۃ الا بترجیح الارادۃ، کما تقرر کل ذلک فی مقرہ، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

اقول: حدیقہ کا قول "ارادہ نہ فرمایا" "قدرت کا تعلق نہ ہوا" "علم کا کشف نہ ہوا" یہ مختلف عبارات ہیں جن کی مراد ایک ہے اور وہ یہ کہ دائمی عدم جو بالفعل وجود کے مناقض ہے کیونکہ اللہ تعالٰی جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کے ایجاد سے بالفعل قدرت کا تعلق بھی ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی ہوتا ہے جو چیز اس شان میں ہوگی اس کے بالفعل موجود ہونے کا مطلقاً علم بالکشف ہوتا ہے اور عکس بھی، کیونکہ کسی موجود کا علم اس چیز کے وجود سے ہوتا ہے جبکہ مخلوق کا وجود قدرت کے تعلق کے بغیر نہیں ہوسکتا اور قدرت کا تعلق ارادہ سے ترجیح پائے بغیر نہیں ہوسکتا جیسا کہ یہ تمام امور اپنے مقام میں ثابت شدہ ہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ شرح السنوسی للجزائریۃ علی الصغرٰی بحث صفۃ المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵

[2] " " " " " " " " " "

(۳) قوی قدیر تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: وھو علٰی کل شیئ قدیر[1] وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ یہ موجود و معدوم سب کو شامل، بشرط حدوث و امکان کہ واجب و محال اصلًا لائق مقدوریت نہیں۔ مواقف میں ہے: القدیم لا یستند الی القادر[2] (قدیم کو قادر کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ ت) شرح مقاصد میں ہے: لاشیئ من الممتنع بمقدور[3] (کوئی ممتنع مقدور نہیں ہوتا۔ ت) امام یافعی فرماتے ہیں:

جمیع المستحیلات العقلیۃ لا یتعلق القدرۃ بھا[4]	تمام محالات عقلیہ کے ساتھ قدرت کا تعلق نہیں ہوتا۔ (ت)

کنز الفوائد میں ہے:

خرج الواجب والمستحیل فلا یتعلقان ای القدرۃ والارادۃ بھما[5]	واجب اور محال خارج ہوں گے ان کے ساتھ قدرت اور ارادہ کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

فصلہ ای یمتنع بنفس مفہومہ کجمع الضدین وقلب الحقائق واعدام القدیم وھذا لا یدخل تحت القدرۃ القدیمۃ[6]	کوئی وہ شے جو نفس مفہوم کے اعتبار سے ممتنع ہو مثلًا ضدین کا جمع ہونا، حقائق میں قلب، قدیم کا معدوم ہونا یہ قدرت قدیمہ کے تحت داخل ہی نہیں (ت)

(۴) علیم خبیر عزشانہ فرماتا ہے: وھو بکل شیئ علیم[7] وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کلیہ واجب و محال و قدیم و حادث و موجود و معدوم و مفروض و موہوم غرض ہر شیئ و مفہوم کو قطعًا محیط جس کو اس سے اصلًا کچھ خارج نہیں، یہ ان عمومات سے ہے جو عموم قضیہ ما من عام الا وقد خص منہ البعض

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۲۰ و ۱۱/۴

[2] مواقف مع شرح المواقف المقصد الخامس منشورات الرضی قم ایران ۱۰۹/۳

[3] شرح المقاصد المبحث الثانی القدرۃ الحادثۃ علی الفعل دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲۳۰/۱

[4]

[5] کنز الفوائد

[6] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افعال العباد بخلقہ تعالٰی الخ مصطفی البابی مصر ص ۵۶

[7] القرآن الکریم ۲/۲۹ و ۶/۱۰۱

(ہر عام سے کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں۔ ت) سے مخصوص ہیں، شرح مواقف میں فرمایا:

علمہ تعالٰی یعم المفہومات کلہا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ فہو اعم من القدرۃ لانہا تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات[1]

اللہ تعالٰی کا علم تمام مفہومات کو شامل ہے خواہ وہ ممکن ہیں یا واجب یا ممتنع، اور وہ قدرت سے عام ہے کیونکہ قدرت کا تعلق فقط ممکنات سے ہے واجبات اور ممتنعات کے ساتھ وہ متعلق نہیں ہوتی۔ (ت)

اب دیکھئے لفظ چاروں جگہ ایک ہے یعنی کل شئی، مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ[عہ] فرمایا جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات وصفات خالق کا دائرہ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ لزوم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا یا معدومات کا دائرہ ابصار سے مبہم رہتا عیاذًا باللہ، احاطہ بصر الٰہی میں باعث فتور نہ ہوا، فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا۔ اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی

عــہ ای شملت ما فی دائرتہا وان لم یشملہ اللفظ کما فی العلم ولم تشمل مالیس فیہا وان شملہ اللفظ کما فی الخلق وذلک ان الشیئ عندنا یختص بالموجود قال تعالٰی اولا یذکر الانسان انا خلقنہ من قبل ولم یک شیئا[2] ویعم الواجب، قال تعالٰی قل ای شیئ اکبر شہادۃ قل اللہ[3]، ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

یعنی اپنے دائرہ کی ہر شئی کو شامل ہے اگرچہ اس کو لفظ شامل نہ ہو جیسے علم میں، اور جو دائرہ میں نہ ہو اس کو شامل نہیں اگرچہ لفظ اس کو شامل ہو جیسے خلق میں، یہ اس لئے کہ ہمارے نزدیک صرف موجود ہی شئی کہلاتی ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا کیا جبکہ اس سے قبل کوئی شئی نہ تھا، اور شئے واجب کو بھی شامل ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا فرمادیجئے کون سی شئی شہادت میں بڑی ہے؟ فرمادو اللہ۔ ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

---

[1] شرح المواقف المرصد الرابع المقصد الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۷۰

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۶

[3] ؍؍ ۶/ ۱۹

21
21

حدِ ذات[عہ] میں ہونے کے قابل ہے، اس سب پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطۂ قدرت سے جُدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات و محالاتِ عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلاً تعلقِ قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ! محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہو سکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہو جائے، پھر دونوں کیونکر جمع ہو سکتے ہیں، اور اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شے دائرۂ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات مصداق ذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے، حتی کہ فرض و تجویزِ[عہ۲] عقلی میں بھی تو اصلاً یہاں کوئی شے تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ[۱] کے عموم سے رہ گئی۔

یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ منویانِ تازہ جو اسی مسئلہ کذب و دیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے عقلوں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عجز ٹھہرا اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ[۲] کا انکار ہوا، یہ اُن ہوشیاروں کی محض عیاری و تزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے۔ ایہا المسلمون! قدرتِ الٰہی صفتِ کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفتِ نقص و عیب، اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے۔ وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے، معاذ اللہ تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہے اتنا ہی عجز و قصور رہے تو واجب کہ سب محالات زیرِ قدرت ہوں، اور منجملہ محالات سلبِ قدرت ازلیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالٰی اپنی قدرت کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنا لینے پر بھی قادر ہو، اچھا عمومِ قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یونہی منجملہ محالات عدمِ باری عزوجل ہے تو اس پر بھی قدرت لازم، اب باری جل وعلا عیاذاً باللہ نہ واجب الوجود ٹھہرا نہ تعمیمِ قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے۔ ت)

پس بحمد اللہ ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب

عہ یشیر الی ان مصحح المقدوریۃ نفس الامکان الذاتی ۱۲ منہ۔
اشارہ کیا کہ مقدوریت کی صحت کا مدار نفسِ امکانِ ذاتی پر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ ای ہو تفسیر اللمس او بالعرض ۱۲ منہ
فرض سے مراد کی تفسیر کے لئے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

[۲] ؎ ؎ ۲/ ۲۰

باری عزاسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہوجانا ہے، للہ انصاف! حضرات کے یہ توہمات اور اہل سنت پر معاذ اللہ عجز باری عزوجل ماننے کے الزامات، ہمارے دینی بھائی اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیں کہ حضرات کے مغالطہ وتلبیس سے امان میں رہیں، واللہ الموفق۔

تنزیہ اوّل ارشاداتِ علماء میں

اقول وباللہ التوفیق میں یہاں اولاً حضرات مخالفین کو اکثر عبارات ایسی نقل کروں گا کہ امتناع کذب الٰہی پر تمام اشعریہ و ماتریدیہ کا اجماع ثابت کریں جس کے باعث اس وہم باطل کا علاج قاطع ہو کہ معاذ اللہ یہ مسئلہ قدیم سے مختلف فیہ ہے حاش للہ! بلکہ بطلان امکان پر اجماع اہل حق ہے جس میں اہل سنت کے ساتھ معتزلہ وغیرہ فرق باطلہ بھی متفق، ناظر باہر دیکھے گا کہ میرا یہ مدعا ان عبارتوں سے کس کس طور پر رنگ ثبوت پائے گا،

اول ظاہر و جلی یعنی وہ نصوص جن میں امتناع کذب پر صراحۃً اجماع منصوص۔

دوم اکثر عبارتیں علمائے اشعریہ کی ہوں گی تاکہ معلوم ہو کہ مسئلہ خلافی نہیں۔

سوم وہ عبارات جن میں بنائے کلام حسن وقبح عقلی کے انکار پر ہو کہ یہ اصول اشاعرہ سے ہے، تو لاجرم مسئلہ اشاعرہ و ماتریدیہ کا اجماعی ہوا اگرچہ للہ الحمد حسن وقبح بمعنی استحقاق مدح وثواب وذم وعقاب کی شرعیت وعقلیت میں تجاذب آراء ہے، مگر حسن وقبح بمعنی صفت کمال ونقص بالاتفاق عقلی ہیں،

کما نصوا علیه جمیعا ونبه علیه العلامة المولی سعد الدین التفتازانی فی شرح المقاصد والمولی المحقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الهمام وغیرهما من اجلة ذوی الکرم.

جیسا کہ اس پر تمام نے تصریح کی ہے اور اس پر علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح المقاصد میں اور محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن ہمام اور دیگر کبار ماہرین علماء نے تنبیہ کی ہے (ت)

اب بتوفیق اللہ تعالیٰ نصوص، نمبر وار کلمات علماء نقل کرتا ہوں،

نص ۱: شرح مقاصد کے بحث کلام میں ہے:

الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وهو علی الله تعالٰی محال اھ ملخصا.

جھوٹ باجماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے اھ ملخصا۔

نص ۲: اسی کی بحث حسن وقبح میں ہے:

---

[1] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالیٰ متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۴/ ۱۰۴

قد بیّن فی بحث الکلام امتناع الکذب علی الشارع تعالیٰ[1]

ہم بحث کلام میں ثابت کر آئے کہ اللہ عزوجل پر کذب محال ہے۔

نص ۲: اسی کی بحث تکلیف بالمحال میں ہے:

محال ھو جہلہ او کذبہ تعالیٰ عن ذلک[2]

اللہ تبارک وتعالیٰ کا جہل یا کذب دونوں محال ہیں برتری ہے اسے ان سے۔

نص ۳: اسی میں ہے:

الکذب فی خبر اللہ تعالیٰ فیہ مفاسد لا تحصی ومطاعن فی الاسلام لا تخفی منہا مقال الفلاسفۃ فی المعاد ومجال الملاحدۃ فی العناد وھو بطلان ما علیہ الاجماع من القطع بخلود الکفار فی النار فمع صریح اخبار اللہ تعالیٰ بہ فجواز الکذب وعدم وقوع مضمون ھذا الخبر محتمل، ولما کان ھذا باطلا قطعا علم ان القول بجواز الکذب فی اخبار اللہ تعالیٰ باطل قطعا[3] ملتقطا۔

یعنی خبر الٰہی میں کذب پر بے شمار خرابیاں اور اسلام میں آشکارا طعن لازم آئیں گے فلاسفہ حشر میں گفتگو لائیں گے، ملحدین اپنے مکابروں کی جگہ پائیں گے کفار کا ہمیشہ آگ میں رہنا کہ بالاجماع یقینی ہے، اس پر سے یقین اٹھ جائیں گے کہ اگرچہ خدا نے صریح خبریں دیں مگر ممکن ہے کہ وقوع نہ ہوں اور جب یہ امور یقیناً باطل ہیں تو ثابت ہوا کہ خبر الٰہی میں کذب کو ممکن کہنا باطل ہے اھ ملتقطاً۔

نص ۵: شرح عقائد نسفی میں ہے:

کذب کلام اللہ تعالیٰ محال[4] اھ ملخصا

کلام الٰہی کا کذب محال ہے اھ ملخصاً۔

نص ۶: طوالع الانوار کی فرع متعلق بحث کلام میں ہے:

الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال[5]

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔

---

[1] شرح المقاصد قال وتمسکوا بوجوہ الاول ان حسن الاحسان وقبح العدوان دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۱۵۲

[2] ״ ״ المبحث الخامس التکلیف بالایطاق ״ ״ ۲/۱۵۵

[3] ״ ״ المبحث الثانی عشر اتفقت الامۃ علی العفو عن اعتقاد ״ ״ ״ ۲/۲۳۶

[4] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ص ۳۰

[5] طوالع الانوار بیضاوی

نص ۷: مواقف کی بحث کلام میں ہے:

انه تعالی یمتنع علیه الکذب اتفاقا اما عند المعتزلة فلان الکذب قبیح وهو سبحانه لا یفعل القبیح واما عندنا فلانه نقص والنقص علی الله محال اجماعا[1] (ملخصا)

یعنی اہلسنت و معتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے، معتزلہ تو اس لئے محال کہتے ہیں کہ کذب برا ہے اور اللہ تعالیٰ برا فعل نہیں کرتا، اور ہم اہلسنت کے نزدیک اس دلیل سے نا ممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔

نص ۸: مواقف و شرح مواقف کی بحث حسن و قبح میں ہے:

مدرك امتناع الكذب منه تعالی عندنا لیس هو قبحه العقلی حتی یلزم من انتفاء قبحه ان لا یعلم امتناعه منه اذ له مدرك آخر وقد تقدم[2] مفصلا۔

یعنی ہم اشاعرہ کے نزدیک کذب الٰہی محال ہونے کی دلیل قبح عقلی نہیں ہے کہ اس کے عدم سے لازم آئے کہ کذب الٰہی محال نہ جانا جائے بلکہ اس کے لئے دوسری دلیل ہے کہ اوپر گزری یعنی وہی کہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ میں عیب محال۔

نص ۹: انہیں کی بحث معجزہ میں ہے:

قد مر فی مسئلة الکلام من موقف الالٰهیات امتناع الکذب علیه سبحانه وتعالی[3]

یعنی ہم موقف الٰہیات سے مسئلہ کلام میں بیان کر آئے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب زنہار ممکن نہیں۔

نص ۱۰: امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسایرہ میں فرماتے ہیں:

یستحیل علیه تعالی سمات النقص کالجهل والکذب[4]

یعنی نشانیاں عیب کی ہیں، جیسے جہل و کذب سب اللہ تعالیٰ پر محال ہیں۔

نص ۱۱: علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدس سرہٗ اس کی شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں:

لا خلاف بین الاشعریة وغیرهم فی ان کل

یعنی اشاعرہ وغیرہ اشاعرہ کسی کو اس میں خلاف نہیں

---

[1] مواقف مع شرح المواقف المقصد السابع بحث انه تعالی متکلم منشورات شریف الرضی قم ایران ۸/۱۰۰

[2] " " " " المرصد السادس المقصد الخامس " " " " ۸/۱۹۳

[3] " " " " الموقف السادس فی السمعیات " " " " ۸/۲۴۳

[4] المسایرة متن المسامرة ختم المصنف کتابه ببیان عقیدة اہلسنت اجمالا المکتبة التجاریة الکبری مصر ص ۳۹۳

ما كان وصف نقص فالباری تعالی منزه عنه وهو محال علیه تعالی والكذب وصف نقص اھ ملخصا[1]

کہ جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالی اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالی پر ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے۔ (ملخصاً)

نص ۱۲: امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قوله تعالی فلن یخلف الله عهده یدل علی انه سبحانه وتعالی منزه عن الكذب وعده و وعیده، قال اصحابنا لان الكذب صفة نقص والنقص علی الله تعالی محال، وقالت المعتزلة لان الكذب قبیح لانه كذب یستحیل ان یفعله فدل علی ان الكذب منه محال اھ ملخصا[2]۔

اللہ عزوجل کا فرمانا کہ اللہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کریگا دلالت کرتا ہے کہ مولی تعالی سبحانہ اپنے ہر وعدہ وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے، ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت اس دلیل سے کذب الہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزوجل پر نقص محال، اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح ہے تو باری عزوجل سے صادر ہونا محال، غرض ثابت ہوا کہ کذب الہی اصلاً امکان نہیں رکھتا۔ اھ (ملخصاً)

نص ۱۳: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وتمت كلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلمته ج وهو السمیع العلیم[3]

پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سنتا جانتا۔

امام ممدوح اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں:

اعلم ان هذه الآیة تدل علی ان كلمة الله موصوفة بصفات كثیرة (الی ان قال) الصفة الثانیة من صفات كلمة الله كونها صدقا والدلیل علیه ان الكذب نقص والنقص علی الله تعالی محال[4]۔

یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ تعالی کی بات بہت صفتوں سے موصوف ہے، از انجملہ اس کا سچا ہونا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالی پر محال۔

---

[1] المسامرة شرح المسایرة الکلام علی ان ذلک غیر واقع المکتبۃ التجاریۃ الکبری ص ۳۹۲

[2] مفاتیح الغیب تحت آیت فلن یخلف اللہ عہدہ المکتبۃ البہیۃ مصر ۳/۱۵۹

[3] القرآن الکریم ۶/۱۱۵

[4] مفاتیح الغیب تحت آیۃ وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۳/ ۱۹۰ - ۹۱

نص ۱۴: وہیں فرماتے ہیں:

صحة الدلائل السمعیة موقوفة علی ان الکذب علی اللہ تعالٰی محال[1]

دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ کذب الٰہی محال مانا جائے۔

نص ۱۵: زیر قولہ تعالٰی:

ماکان للہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ[2]

اللہ تعالٰی کی شان نہیں کہ وہ بیٹا بنائے وہ پاک ہے (ت)

بعض تمسکات معتزلہ کے رد میں فرماتے ہیں:

اجاب اصحابنا عنہ بان الکذب محال علی اللہ تعالٰی[3]

اہلسنت نے جواب دیا کہ کذب الٰہی محال ہے۔

نص ۱۶: علامہ سعد تفتازانی شرح مقاصد میں انھیں امام ہمام سے ناقل:

صدق کلامہ تعالٰی لما کان عندنا ازلیا امتنع کذبہ لان ما ثبت قدمہ امتنع عدمہ[4]

کلام خدا کا صدق جب کہ ہم اہلسنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔

تنبیہ: انھیں امام علام کا ارشاد کہ "کذب الٰہی کا جواز ماننا قریب بکفر ہے"، ان شاء اللہ تعالٰی تحریر چہارم میں آئے گا۔

نص ۱۷: تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ○ انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لا یتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص وھو علی اللہ تعالٰی محال[5]

اللہ تعالٰی اس آیت میں انکار فرماتا ہے اس سے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو کہ اس کی خبر تک تو کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ وتمت کلمت ربک الخ المطبعۃ البہیۃ العربیۃ مصر ۳/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۵

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ماکان للہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ المطبعۃ البہیۃ المصر ۲۱/ ۲۱۴

[4] شرح المقاصد المبحث الثانی فی العلم الفصل الاول علی العقول دار المعارف نعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۴

[5] انوار التنزیل واسرار التاویل (بیضاوی) مع القرآن الکریم، تحت آیۃ ومن اصدق الخ مصطفی البابی مصر ص ۹۲

نص ۱۸: تفسیر مدارک شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا تمییز وھو استفہام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لاستحالۃ الکذب علیہ تعالٰی لقبحہ لکونہ اخبارا عن الشیئ بخلاف ما ھو علیہ[1]

آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر و وعدہ و وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کے رُو سے قبیح ہے کہ خلافِ واقع خبر دینے کا نام ہے۔

نص ۱۹: تفسیر علامہ ابو سعود عمادی میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا انکار لان یکون احد اصدق منہ تعالٰی فی وعدہ وسائر اخبارہ وبیان لاستحالتہ کیف لا والکذب محال علیہ سبحٰنہ دون غیرہ[2]

آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی شخص اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا کسی اور خبر میں، اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا، اور کیوں نہ محال ہو کہ اللہ تعالٰی کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

ع: اقول استدل قدس سرہ بالقبح اما فی نظر اھل الظاھر فلانہ رحمہ اللہ تعالٰی من ائمتنا الماتریدیۃ ولذا عدلت عنہ الاشاعرۃ کصاحب المواقف وصاحب المقاصد کما سمعت نصھما واما عند التحقیق فلان عقلیۃ القبح بھذا المعنی من المجمع علیہ بین العقلاء وھؤلاء الاشاعرۃ رحمھم اللہ تعالٰی المصرحون بذٰلک فلا علیک من ذھول من ذھل کما اومأنا الیہ فی صدر البحث واللہ تعالٰی اعلم، منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اقول: علامہ قدس سرہ نے قبح سے استدلال کیا ظاہر نظر میں تو اس لئے کہ آپ رحمہ اللہ تعالٰی ہمارے ائمہ ماتریدیہ میں سے ہیں اسی لئے اشاعرہ نے قبح سے استدلال نہ کیا جیسا کہ آپ نے صاحب مواقف اور صاحب مقاصد کی تصریحیں سنیں، اور عند التحقیق اس لئے کہ اس معنی میں قبح عقلی ہونا عقلاء اور اشاعرہ میں متفق چیز ہے جس کو خود اشاعرہ رحمہم اللہ تعالٰی نے بیان فرمایا جیسا کہ ہم نے بحث کی ابتداء میں اشارہ کیا ہے کسی کے ذہول سے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ت)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ومن اصدق من اللہ الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲۴ /

[2] ارشاد العقل السلیم " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۱۱

نص ۲۰: تفسیر روح البیان میں ہے:

ومن اصدق من الله حدیثا ۰ انکار لان یکون احد اکثر صدقا منه فان الکذب نقص وهو علی الله محال دون غیره[1] اھ ملخصا۔

آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ سے زائد ہو کہ کذب عیب ہے اور وہ خدا پر محال ہے نہ اس کے غیر پر۔ اھ ملخصا۔

نص ۲۱: شرح السنوسیہ میں ہے:

الکذب علی الله تعالی محال لانه دناءة[2]

اللہ تعالی پر کذب محال ہے کہ وہ کمینہ پن ہے۔

نص ۲۲: فاضل سیف الدین ابہری کی شرح مواقف میں ہے:

ممتنع علیه الکذب اتفاقا لانه نقص والنقص علی الله تعالی محال اجماعا[3]

کذب الٰہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالی پر بالاجماع محال ہے۔

نص ۲۳: شرح عقائد جلالی میں ہے:

الکذب نقص والنقص علیه محال فلا یکون من الممکنات ولا تشمله القدرة کسائر وجوه النقص علیه تعالی کالجهل والعجز[4]

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالی پر محال تو کذب بھی ممکن نہیں، نہ اللہ تعالی کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل و عجز ہی کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔

نص ۲۴: اسی میں ہے:

لا یصح علیه تعالی الحرکة والانتقال ولا الجهل ولا الکذب لانها نقص والنقص علی الله تعالی محال[5]

اللہ تعالی پر حرکت و انتقال و جہل و کذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں، اور عیب اللہ تعالی پر محال۔

---

[1] تفسیر روح البیان تحت ومن اصدق من اللہ حدیثا المکتبۃ الاسلامیہ الریاض ۲/۲۵۵

[2] شرح السنوسیہ

[3] شرح المواقف سیف الدین ابہری (تکملہ مصنف)

[4] الدوانی علی العقائد العضدیۃ بحث "علی" مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۲

[5] " " " بحث "لیس" " " " ص ۶۶ و ۴۳

نص ۲۵: کنز الفوائد میں ہے:

قدس تعالیٰ شانہ عن الکذب شرعًا وعقلًا اذ هو قبیح یدرك العقل قبحه من غیر توقف علی شرع فیکون محالا فی حقه تعالیٰ عقلا و شرعا کما حققه ابن الهمام وغیره۔[1]

اللہ عزوجل بحکم شرع و بحکم عقل ہر طرح کذب سے پاک مانا گیا، اس لئے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے، بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرع پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلاً و شرعاً ہر طرح محال ہے، جیسے کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس کی تحقیق افادہ فرمائی۔

نص ۲۶: مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الکذب علیه تعالیٰ محال۔[2]

اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے۔

نص ۲۷: مسلم الثبوت میں ہے:

المعتزلة قالوا لولا کون الحکم عقلیا لم یمتنع الکذب منه تعالیٰ عقلا، والجواب انه نقص فیجب تنزیهه تعالیٰ عنه کیف وقد مر انه عقلی باتفاق العقلاء لان ما ینافی الوجوب الذاتی من جملة النقص فی حق الباری تعالیٰ ومن الاستحالات العقلیة علیه سبحنه[3] اھ ملخصا مع الشرح

حاصل یہ کہ معتزلہ نے اہلسنت سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا کذب محال نہ رہے حالانکہ ہم تم بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں، اہلسنت نے جواب دیا کہ کذب اس لئے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ مانیں اس کے عقلی ہونے پر تمام عقلاء کا اجماع ہے وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے حق میں عیب ہے اور اس کی شان میں محال عقلی ہے[3] اھ ملخصا مع الشرح۔

نص ۲۸: مولانا نظام الدین سہالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

الکذب نقص لان ما ینافی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیة بدلیل انه یحکم به الذین هم غیر متشرعین بشریعة

جھوٹ بولنا عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے وہ سب محال عقلی ہے، اسی دلیل سے وہ حکماء اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان

---

[1] کنز الفوائد

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الصفات السلبیۃ مصطفیٰ البابی مصر ص ۲۳

[3] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ذیل المستصفی المقالۃ الثانیۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۴۶
مسلم الثبوت المطبع الانصاری دہلی ص ۱۰

الاستحالۃ المذکورۃ فان الوجوب والکذب لا یجتمعان کما بیّن فی الکلام۱ اھ ملخصًا۔

نہیں رکھتے کہ خدائی و دروغگوئی جمع نہ ہوں گی جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہو چکا ہے اھ ملخصًا۔

نص ۲۹: مولانا بحر العلوم عبد العلی ملک العلماء فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالٰی صادق قطعًا لاستحالۃ الکذب ھناک۲ (ملخصًا)

اللہ تعالٰی یقینًا سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں۔

نص ۳۰: افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسبًا چچا اور معنًا باپ اور طریقۃً دادا یعنی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالٰی فلن یخلف اللہ عہدہ۳ (اللہ تعالٰی ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرمائے گا۔ ت) یوں تصریح کی ٹھہرائی،

خبر او تعالٰی کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصانے ست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نمی یابد و حق او تعالٰی کہ مبرا از جمیع عیوب و نقائص ست خلاف خبر مطلقًا نقصان ست اھ ملخصًا۴۔

اللہ تعالٰی کی خبر ازلی ہے، کلام میں جھوٹ کا ہونا عظیم نقص ہے لہذا وہ اللہ تعالٰی کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پاسکتی، اللہ تعالٰی کہ تمام نقائص و عیوب سے پاک ہے اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے اھ ملخصًا (ت)

مدعیان جدید سے اپنے حاسہ خاصہ باطنی میں ایمان کے نقصان مانتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، اللہ تعالٰی سچا ایمان سچا ادب نصیب فرمائے، آمین۔

یہاں نصوص ائمہ و تصریحات علماء میں نہایت کثرت اور جس قدر فقیر نے ذکر کئے، عاقل منصف کے لئے ان میں کفایت بلکہ ایسے مسائل میں ہنگام تحریر یا ادنٰی تنبیہ پر سلامت عقل و نور ایمان دو شاہد عدل کی گواہی معتبر،

و دوحیث ما القی عیث الیراع وتبین الاجماع وبان ان لیس لاحد نزاع فلا علیک من اضطراب مضطرب والحمد للہ المنزہ عن الکذب۔

مذکورہ تمام گفتگو اگر قارئین نے محفوظ کرلی ہے تو واضح ہوگیا کہ یہ بات اجماعی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں لہذا اضطراب ختم ہوجاتا ہے، تمام تعریف اللہ تعالٰی کی جو کذب سے مبرا ہے۔ (ت)

---

۱ شرح مسلم الثبوت نظام الدین سہالی

۲ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی الباب الثانی فی الحکم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۹۲

۳ القرآن الکریم ۲/ ۸۰

۴ فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ فلن یخلف اللہ عہدہ مسلم دار الکتب لال کنواں دہلی ص ۳۰۷

تنزیہ دوم دلائل قاہرہ وحجج باہرہ میں

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بتوفیق مولٰی سبحانہ وتعالٰی ان مختصر سطور میں بلحاظ ایجاز کذب باری عزاسمہ کے محال صریح اور توہم امکان کے باطل قبیح ہونے پر صرف تیس دلیلیں ذکر کرتا ہے، جن میں خمسہ اولٰی کلمات طیبہ ائمہ کرام وعلمائے عظام علیہم رحمۃ الملک العلام میں ارشاد ہوئیں اور باقی پچیس بادی جل وعز کے فیض ازلی سے عبد اذل کے قلب پر القا کی گئیں والحمد للہ رب العٰلمین۔

دلیل اوّل کہ نصوص سابقہ میں بتقریر گزری جس پر طوالع وشرح مقاصد ومسایرہ ومسامرہ ومفاتیح الغیب ومدارک وبیضاوی وارشاد العقل وروح البیان وشرح سنوسیہ وشرح ابہری وشرح عقائد عضدی وکنز الفوائد ومسلم الثبوت وشرح نقدی وفواتح الرحموت وغیرہا کتب کلام وتفسیر واصول میں تاویل قرآنی کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب باری عزوجل کے حق میں محال، اور فی الواقع یہ کلیہ اصول اسلام وقواعد علم کلام سے ایک اصل عظیم وقاعدہ جلیلہ ہے جس پر تمام عقائد تنزیہ بلکہ مسائل صفات ثبوتیہ بھی متفرع کما لا یخفی علی من لہ ممارسۃ بکلمات القوم (جیسا کہ ہر اس شخص پر مخفی نہیں جو قوم کے کلمات سے آگاہ ہے۔ ت) شرح عقائد نسفی میں ہے:

الحی القادر العلیم السمیع البصیر الشائی المرید لان اضدادھا نقائص یجب تنزیہ اللہ تعالٰی عنہا۔[1]	زندہ، قادر، جاننے والا، سمیع، بصیر، مشیت والا، ارادہ والا کیونکہ ان کے اضداد نقائص ہیں جن سے اللہ تعالٰی کا بری ہونا لازم ہے۔ (ت)

شرح سنوسیہ میں ہے:

اما برھان وجوب السمع والبصر والکلام لہ تعالٰی فالکتاب والسنۃ والاجماع وایضا لو لم یتصف بہا لزم ان یتصف باضدادھا وھی نقائص والنقص علیہ تعالٰی محال۔[2]	اللہ تعالٰی کے لئے سمع، بصر اور کلام کا ہونا لازم ہے اس پر دلیل کتاب، سنت اور اجماع ہے، اور یہ بھی اگر وہ ان سے متصف نہ ہو تو ان کی ضد سے متصف ہوگا، اور وہ نقائص ہیں اور نقص اللہ تعالٰی کے لئے محال ہے۔ (ت)

شرح مواقف میں ہے:

---

[1] شرح عقائد نسفی صفات باری تعالٰی دارالاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۳۰

[2] شرح السنوسیہ

لاطریق لنا الی معرفۃ عہ۱ الصفات سوی الاستدلال بالافعال والتنزیہ عن النقائص۔[1]

ہمارے لئے معرفت صفات پر افعال اور نقائص سے تنزیہ کے ساتھ استدلال کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) بداہت عقل شاہد ہے کہ اللہ عزمجدہ جمیع عیوب ونقائص سے منزہ اور اس کا ادراک شرع پر موقوف نہیں ولہذا سب عقلائے غیر اہل ملت بھی تنزیہ باری جل مجدہ ہمارے موافق ہوئے۔

وان یثبتوا بجہلہم ما یستلزم النقص غیر دارکین انہ کذلک بل مع زعمہم عہ۲ انہ ہو الکمال ولا عبرۃ لسخافات الحمقاء الذین لا عقل لہم ولا دین، اعاذنا اللہ تعالٰی من شرہم اجمعین۔

اگرچہ انھوں نے اپنی جہالت کے سبب ایسی باتیں ثابت کیں جو نقص کو مستلزم تھیں، ہاں ان کا ارادہ نقص ثابت کرنے کا نہ تھا بلکہ ان کے گمان میں یہ کمال تھا لیکن ایسے بے وقوفوں کی لایعنی باتوں کا کیا اعتبار جن کے پاس عقل ہے نہ دین۔ اللہ تعالٰی ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ (ت)

یہاں تک کہ فلاسفہ نے بھی بزعم خود اسی اصل اصیل پر مسائل متفرع کئے۔

منہا مافی المواقف وشرحہ قال جمہور الفلاسفۃ لایعلم الجزئیات المتغیرۃ والافراد، عہ۳ مثلا

ان میں سے ایک وہ ہے جو مواقف اور اس کی شرح میں ہے جمہور فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی تبدیل

عہ۱ ای عقلا اذ فیہ الکلام ودلیل الحصر فافاد ان التنزہ عن النقائص واجب لذات الواجب عقلا فالاتصاف بشیئ منہا محال عقلا ۱۲ منہ۔

عہ۱ یعنی عقلی طور پر کیونکہ کلام اسی میں ہے اس کی دلیل حصر ہے اس سے واجب تعالٰی کی ذات کا نقائص سے پاک ہونے کا عقلاً فائدہ حاصل ہوا، تو نقص سے متصف ہونا عقلاً محال ہوگا ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ وقد صرح بہ فی الکبری وشرح المواقف، اما الکبری فقد سمعت نصہ واما السید فقد عرفت آنفا ۱۲ منہ۔

عہ۲ اس پر کبرٰی اور شرح مواقف میں تصریح کی ہے کبرٰی کی نص آپ نے سن لی اور سید کی بات ابھی آپ نے معلوم کرلی ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۳ کما قالوا فی صدور العالم بالایجاب کما سیأتی ۱۲ منہ۔

عہ۳ جیسا کہ فلاسفہ نے عالم کے صدور کو واجب کہا ہے جیسے عنقریب آئے گا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح المواقف المقصد الثامن فی صفات اختلف فیہا منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۱۰۵

ان زیدا فی الدار الاٰن ثم خرج زید عنہا فاما ان یزول ذٰلک ویعلم انہ لیس فی الدار او یبقی ذٰلک العلم بحالہ والاول یوجب التغیر فی ذاتہ من صفۃ الی اُخرٰی والثانی یوجب الجھل وکلاھما نقص یجب تنزیہہ تعالٰی عنہ[1] اھ ومنھا ما فیہ ایضا اما الفلاسفۃ فانکروا القدرۃ بالمعنی المذکور لاعتقادھم انہ نقصان واثبتوا لہ الایجاب ظنا منھم انہ الکمال التام[2]

ہونے والی جزئیات کا علم نہیں رکھتا ورنہ اگر وہ جانتا ہو مثلاً زید اس وقت دار میں ہے پھر وہ وہاں سے نکل گیا تو سابقہ علم زائل ہوجائے گا اور جان لے گا کہ وہ دار میں نہیں یا پہلا علم ہی بحال رہے گا پہلی صورت میں اس کی ذات اقدس میں ایک صفت سے دُوسری صفت کی طرف تغیر اور دوسری صورت میں جہل لازم آئے گا اور یہ دونوں باتیں نقص ہیں جن سے اللہ تعالٰی کا منزّہ ہونا ضروری ہے۔ اور ان میں ایک یہ بھی ہے کہ فلاسفہ نے معنی مذکورہ کے ساتھ قدرت کا انکار کیا ہے کیونکہ ان کے اعتقاد میں یہ نقص ہے اور انھوں نے اس کی ذات اقدس کے لئے یہ زعم کرتے ہوئے ایجاب کا ثبوت کیا ہے کہ یہ کمال تام ہے۔ (ت)

پھر شرع مطہر کی طرف رجوع کیجئے تو مسئلہ، حق و بدیہیات دین سے ہے، جس طرح قرآن و حدیث نے باری جل مجدہٗ کی توحید ثابت فرمائی یونہی ہر عیب و منقصت سے اس کی تنزیہ و تقدیس اور خود کلمہ طیبہ سبحان اللہ و اسمائے حسنٰی سبوح وقدوس کے معنی ہی یہ ہیں ولہذا تسبیحات حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں وارد سبحان الذی لاینبغی التسبیح الا لہ (پاک ہے وہ ذات کہ پاکی فقط اسی کے لئے ہے۔ ت) جس کے باعث توقروہ پر وقف اور تسبحوہ کو اس سے فصل کیا گیا، پھر مرتبہ اجمال میں اس پر اجماع اہل اسلام معتقد، کوئی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کہنے والا اپنے رب عزوجل پر عیوب و نقائص روا نہ رکھے گا،

فالاجماع فی الدرجۃ الثالثۃ من الادلۃ لا انہ العمدۃ فی اثبات المسئلۃ کما وقع عن بعض الاجلۃ فاعرفہ۔

دلائل شرعیہ میں اجماع کا تیسرا درجہ ہے یہ نہیں کہ اجماع اثبات مسئلہ کے لئے بہتر صورت ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے سہو ہوا، اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ (ت)

---

[1] شرح المواقف المقصد الثالث فی علمہ تعالٰی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۷۴

[2] " " المقصد الثانی فی قدرتہ تعالٰی " " " " " " " " ۸/ ۴۹

دلیل دوم: والعظمۃ للہ اگر کذبِ الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وُہ طعن لازم آئیں کہ اُٹھائے نہ اُٹھیں، کافروں ملحدوں کو اعتراض و مقال و عناد و جدال کی وہ مجالیں ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں، دلائل قرآن عظیم و وحی حکیم یک دست ہاتھ سے جائیں، حشر و نشر و حساب و کتاب و جنّت و نار و ثواب و عذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبارِ الٰہی سے ہے جب معاذ اللہ کذبِ الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبرِ الٰہی میں احتمال رہے گا، شاید یونہی فرمادی ہو، شاید ٹھیک نہ پڑے سبحٰنہ وتعالٰی عما یصفون، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (پاک اور بلند ہے اللہ تعالٰی کی ذات اس سے جو وُہ بیان کرتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ت)

یہ دلیل شرح مقاصد میں ادا فرمائی جس کی عبارت نفع چہارم میں گزری، اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں زیرِ قولہ تعالٰی وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا (پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں۔ ت) اس کی طرف اشارہ کیا کذبِ الٰہی کے محال ہونے پر دلیل عقلی قائم کرکے فرماتے ہیں:

ولایجوز اثبات ان الکذب علی اللہ محال بالدلائل السمعیۃ لان صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ محال فلو اثبتنا امتناع الکذب علی اللہ تعالٰی بالدلائل السمعیۃ لزم الدور وھو باطل۔[1]

اللہ تعالٰی سے کذب کے محال ہونے کو دلائل سمعیہ سے ثابت کرنا جائز نہیں کیونکہ خود دلائل سمعیہ کی صحت اس پر موقوف ہے کہ کذب اللہ تعالٰی سے محال ہے، اگر ہم اللہ تعالٰی سے امتناعِ کذب کو دلائل سمعیہ سے ثابت کریں گے تو دور لازم آئے گا جو باطل ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق۔ تقریرِ دلیل یہ ہے کہ عقل جس امر کو ممکن جانے گی اور ممکن وہی جسے وجود و عدم دونوں سے یکساں نسبت ہو تو جب وہ امر کیسا ہی مستبعد ہو مگر عقل از پیش خویش اس کے ازلاً ابداً عدمِ وقوع پر جزم نہیں کرسکتی کہ ہر ممکن مقدور اور ہر مقدور صالح تعلق ارادہ اور ارادہ الٰہیہ امرِ غیب ہے جس تک عقل کی اصلاً رسائی نہیں پھر وُہ بطور خود کیونکر کہہ سکتی ہے کہ اگرچہ کذبِ الٰہی زیرِ قدرت ہے مگر مجھے اس کے ارادہ پر خبر ہے کہ ازل سے ابد تک بالارادہ نہ ہوئے، ارادہ پر حکم وہیں کرسکتے ہیں جہاں خود صاحبِ ارادہ عزّ مجدہ خبر دے کہ فلاں امر ہم کبھی صادر نہ فرمائیں گے، کقولہ تعالٰی:

لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔[2]

اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب تحت آیۃ وتمت کلمت ربک المطبعۃ البہیۃ مصر ۱۳/ ۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

وقولہ تعالٰی:

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[1]	اللہ تعالٰی تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تم پر تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (ت)

امام فخر الدین رازی تفسیر سورۂ بقرہ میں زیر آیہ کریمہ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون (یا تم اللہ تعالٰی کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ ت) فرماتے ہیں:

الاٰیۃ تدل علی فوائد (الی ان قال) ثانیہا ان کل ما جاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل سمعی[2]	یہ آیت مبارکہ ان فوائد پر دال ہے (آگے چل کر کہا) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس شَی کا وجود وعدم عقلاً جائز ہو اس کے اثبات ونفی کے لئے دلیل سمعی کی طرف رجوع ضروری ہے۔ (ت)

اور تفسیر سورۂ انعام میں زیر قولہ تعالٰی: قل اللہ شہید بینی وبینکم (فرما دیجئے اللہ تعالٰی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

المطالب علی اقسام ثلثۃ منہا ما یمتنع اثباتہ بالدلائل السمعیۃ لان کل ما یتوقف صحۃ السمع علی صحتہ امتنع اثباتہ بالسمع والا لزم الدور ومنہا ما یمتنع اثباتہ بالعقل وھو کل شیئ یصح وجودہ ویصح عدمہ عقلا فلا امتناع فی احد الطرفین اصلا فالقطع علی احد الطرفین بعینہ لا یمکن الا بالدلیل السمعی الخ[3]	مطالب کی تین اقسام ہیں، ایک جن کا اثبات دلائل سمعیہ سے ممتنع ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس کا اثبات صحت سمع پر موقوف ہے اس کا اثبات سمع سے نہیں ہوسکتا ورنہ دور لازم آئے گا، دوسرا جن کا اثبات عقل سے ممتنع ہے اور وہ ہر وہ شَی ہے جس کا وجود وعدم عقلاً صحیح ہو دونوں میں سے کوئی ممتنع نہ ہو تو کسی ایک جانب میں یقین دلیل سمعی کے بغیر ممکن نہیں الخ (ت)

امام حرمین قدس سرہ کتاب الارشاد میں ارشاد کرتے ہیں:

اعلموا وفقکم اللہ تعالٰی ان اصول العقائد	جان لو (اللہ تعالٰی تمہیں توفیق دے) اصول عقائد

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵

[2] مفاتیح الغیب تحت آیت ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون المطبعۃ البہیہ مصر ۳/ ۱۹۰

[3] " " " قل ای شیئ اکبر شہادۃ الخ " " " ۱۲/ ۱۷۶

22

تنقسم الی ما یدرک عقلا ولا یسوغ تقدیر ادراکه سمعا والی ما یدرک سمعا ولا یتقدر ادراکه عقلا والی ما یجوز ادراکه سمعا وعقلا فاما ما لا یدرک الا عقلا فکل قاعدۃ فی العقل یتقدم علی العلم بکلام اللہ تعالٰی ووجوب اتصافه بکونه صدقا اذ السمعیات تستند الی کلام اللہ تعالٰی وما سبق ثبوته فی الترتیب علی ثبوت الکلام وجوبا فیستحیل ان یکون مدرکه السمع واما ما لا یدرک الا سمعا فهو القضاء بوقوع ما یجوز فی العقل فلا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوته فیه یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوته فیه غائب عن الحس [1]۔	کی تقسیم یوں ہے کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا ادراک عقلی ہے ان کا ادراک سمعی جائز ہی نہیں، کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کا ادراک سمعی ہے ان کا ادراک عقلی نہیں ہوسکتا کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا ادراک عقلاً اور سمعاً دونوں طرح جائز ہوتا ہے، وہ چیزیں جن کا ادراک فقط عقلاً ہے تو دین کا ہر وہ قاعدہ جو اللہ تعالٰی کے کلام اور صدق سے اس کے وجوبِ اتصاف سے پہلے ہے کیونکہ دلائل سمعیہ کا احتیاج و اثبات کلام الٰہی سے ہوتا ہے تو جس کے مرتبہ کا ثبوت کلام کے ثبوت سے پہلے ہونا لازم ہے تو اب محال ہے کہ اس کا سبب ادراک سمع ہو اور جن چیزوں کا ادراک فقط سمع سے ہے تو وہ عقلی طور پر جائز الوجود چیز کے وقوع کا فیصلہ ہے تو سمع کے بغیر کسی جائز الوجود چیز پر جو ہم سے غائب ہے نہ ثبوت کا حکم جائز الوجود چیز سے نہیں ہوسکتا (ت)۔

شرح عقائد نسفی میں ہے:

العقل ومنها ما ھی ممکنات لا طریق الی الجزم باحد جانبیه فکان من فضل اللہ ورحمته ارسال الرسل لبیان ذلک[2] اھ ملخصا۔	کچھ چیزیں ان میں سے ممکن ہیں ان کی کسی ایک جانب کا جزم نہیں ہوسکتا تو انکے بیان کیلئے رسولوں کا بھیجنا اللہ تعالٰی کا فضل و رحمت ہے اھ ملخصاً (ت)

میں کہتا ہوں اب ان دونوں ہی میں دیکھ لیجئے کہ جو کلام زید کی قدرت میں ہے وہ دوسرا ہرگز اس پر جزم نہیں کرسکتا کہ وہ کبھی اسے صادر کرے گا، پھر یہاں بعد اخبار زید بھی جزم و تیقن کی راہ نہیں، مثلاً زید نے حلف قسم بھی کھالے کہ میں اس سال ہرگز سفر نہ کروں گا، تو دوسرا اگرچہ صدقِ زید کا کیسا ہی معتقد ہو قسم نہیں کھا سکتا کہ زید اس سال یقیناً سفر نہ کرے گا' اور کھائے تو سخت جری و بیباک اور نگاہِ عقلاء میں ہلکا ٹھہرے گا تو وجہ کیا' وہی کہ غیب کا حال

---

[1] الارشاد فی الکلام

[2] شرح العقائد النسفیہ بیان ارسال رسل دارالاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۹۰

معدوم نہیں اور زید کی بات سچی ہی ہونی کیا ضرور ممکن کہ فرق پڑ جائے جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہولیا اور اب تم نے کذب الٰہی کو زیر قدرت مانا تو عقلاً تو ہر خبر میں احتمال کذب ہوا ہی رہا یہ کہ خبر الٰہی یقین دلا دے کہ اللہ عزوجل اگرچہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر کبھی بولا نہ بولے، ہیہات اس یقین کی طرف بھی کوئی راہ نہیں کہ آخر یہ خبر کلام الٰہی سے خود ایک کلام ہوگی تو عقلاً ممکن کہ یہی بروجہ کذب صادر ہوئی ہو پھر وہ کون سا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کر سکے کہ یہ ممکن جو قدرت الٰہی میں تھا واقع نہ ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جب کذب عقلاً ممکن تو استحالہ عقلی تو تم خود نہیں مانتے، رہا استحالہ شرعی وہ دلیل شرعی سے مستفاد ہوتا ہے اور دلائل شرعیہ سب کلام الٰہی کی طرف منتہی، کما مر من ارشاد امام الحرمین (جیسا کہ امام الحرمین کے ارشاد سے گزرا۔ت) تو جس کلام الٰہی سے کذب الٰہی کا استحالہ ثابت کیجئے پہلے خود اسی کلام الٰہی کا وجوب صدق شرعاً ثابت کر لیجئے۔ لاجرم دور یا تسلسل سے چارہ نہیں اب عقلی و شرعی دونوں استحالے اُٹھ گئے اور اللہ تعالٰی کی بات معاذ اللہ زید و عمرو کی سی بات ہو کر رہ گئی تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا (یہ جو کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے نہایت ہی بلند ہے۔ت) پھر حشر و نشر و جنت و نار وغیرہا تمام سمعیات پر ایمان لانے کا کیا ذریعہ ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، ھذا ما عندی فی تقریر دلیل ھؤلاء الاعلام وفی المقام ابحاث طوال تعرف بالخوض فی لججہ، [illegible] میرے نزدیک ان [illegible] علماء کی دلیل کی وضاحت و تفصیل یہی ہے اس مقام پر بڑے تفصیلی مباحث ہیں جو کلام کے سمندر میں غوطہ زن ہونے سے معلوم ہوتے ہیں۔ت)

دلیل سوم مواقف و شرح مواقف میں ہے:

اما امتناع الکذب علیہ تعالٰی عندنا فثلثۃ اوجہ (الی ان قال) وایضاً میسر علی تقدیر ان یقع الکذب فی کلامہ سبحانہ ان نکون نحن اکمل منہ فی بعض الاوقات اعنی وقت صدقنا فی کلامنا[1]

یعنی کذب الٰہی محال ہونا ہم اہلسنت کے نزدیک تین دلیل سے ہے ایک یہ کہ اس کے کلام میں کذب آئے تو بعض وقت ہم اس سے اکمل ہو جائیں یعنی جس وقت ہم اپنے کلام میں سچے ہوں۔

اقول تقریر دلیل یہ ہے کہ ہر کلی خبر میں امکان عقلی کہ انسان اسے بروجہ صحیح حکایت کرے اور شک نہیں کہ جس حکایت میں جو سچا ہو وہ اس میں جھوٹے پر خاص اسی وجہ کی رو سے فضل رکھتا ہے اگرچہ اور کسی وجوہ سے مفضول ہو، اب اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو معاذ اللہ جس وقت وہ جھوٹ بولے اور انسان اسی بات کو

---

[1] شرح المواقف المقصد السابع فی انہ تعالٰی متکلم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۱۰۰

مطابق واقع ادا کرے تو لازم کہ آدمی اس وجہ سے افضل ہوجائے کہ باری عزوجل پر کسی جہت سے کسی مخلوق کو کسی طرح کا فضل جزئی بھی اگرچہ نہایت ضعیف ومضمحل ہو ہونا محال۔ تو ثابت ہوا کہ امکانِ کذب باطل خیال ہے فافہم والعزۃ للہ ذی الجلال (پس غور کیجئے اور عزت اللہ ذوالجلال کے لئے ہے۔ ت)

ثم اقول اس دلیل کی ایک مختصر تقریر یوں ممکن کہ اگر کذب خالق ممکن ہو تو کتنی بڑی شناعت ہے کہ خلق سچی اور خالق جھوٹا، والعیاذ باللہ رب العٰلمین، لیکن صدقِ خلق محال نہیں تو کذب خالق ممکن نہیں۔

دلیل چہارم جس کی طرف امام فخرالدین رازی نے نص ۱۱ میں اشارہ فرمایا کہ جب اہلسنت کے نزدیک اللہ عزوجل کا صدق ازلی تو کذب محال کہ ہر ازلی ممتنع الزوال۔ **اقول** وباللہ التوفیق تصویر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر اسم صادق کا اطلاق قطع نظر اس سے کہ قرآن عہ وحدیث واجماعات سے ثابت مخالفان عنید یعنی طائفہ جدیدہ کو بھی مقبول کہ وہ بھی اللہ عزوجل کو صادق بالفعل تو مانتے ہیں اگرچہ صادق بالضرورۃ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں کہ

عہ اما القرآن فقولہ تعالٰی ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون ۱؎ وقولہ تعالٰی ومن اصدق من اللہ قیلا ۲؎ فان اصدق من اللہ تعالٰی اصدق قائل وحمل الاصدق حمل الصادق مع زیادۃ واما الحدیث فقد عد الصادق من الاسماء الحسنٰی فی حدیث ابن ماجۃ ۳؎ وحدیث الحاکم فی المستدرک وابی الشیخ وابن مردویہ فی تفسیرھما وابی نعیم فی کتاب الاسماء الحسنٰی کلھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واما الاجماع فظاھر لاینکر ۱۲ منہ۔

عہ قرآن میں اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: یہ ہم نے ان کی بغاوت کی سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں، دوسرے مقام پر فرمایا: اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون زیادہ سچا ہے۔ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی سب سے بڑھ کر صادق ہے اور اصدق کا حمل صادق مع زیادۃ کا حمل ہے، رہی حدیث تو حدیث میں اسماء حسنٰی میں صادق کو شمار وشامل کیا گیا ہے، اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے ابن ماجہ، حاکم نے مستدرک میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے اپنی تفاسیر اور امام ابونعیم نے "کتاب الاسماء الحسنٰی" میں ذکر کیا، رہا اجماع تو واضح ہے، اس کا انکار کیا ہی نہیں جاسکتا ۱۲ منہ (ت)

۱؎ القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶ ۲؎ القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

۳؎ سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب اسماء اللہ عزوجل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۳

جب کذب ممکن جانا اور امکان نہیں مگر جانب مخالف سے سلب ضرورت تو لاجرم باری تعالٰی کے صادق ہونے کو ضروری نہ مانا مگر جاہل کہ صادق بالفعل ماننا بھی ان کے مذہب نامہذب کا استیصال کر گیا کہ جب وہ صادق ہے اور صدق مشتق قیام مبدء کو مستلزم، تو واجب کہ صدق اس کی ذات پاک سے قائم اور ذات الٰہی سے قیام حوادث محال، تو ثابت کہ صدق الٰہی ازلی ہے بعینہٖ اسی دلیل سے ہمارے ائمہ کرام نے تکوین وغیرہ کا صفت ازلیہ ہونا ثابت فرمایا، شرح عقائد نسفی میں ہے،

(التکوین صفۃ) للہ تعالٰی لاطباق العقل والنقل علی انہ تعالٰی خالق للعالم مکون لہ وامتناع اطلاق الاسم المشتق علی الشیئ من غیر ان یکون ماخذ الاشتقاق وصفا لہ قائما بہ (ازلیۃ) لوجوہ الاول انہ یمتنع قیام الحوادث بذاتہ تعالٰی لما مر اھ ملخصا۔[1]

(تکوین صفت ہے) اللہ تعالٰی کی کیونکہ عقل ونقل اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالٰی جہان کا خالق اور بنانے والا ہے اور کسی شی پر اسم مشتق کا اطلاق اس وقت تک ممتنع ہوتا ہے جب تک مادہ اشتقاق اس کا وصف اور اس کے ساتھ قائم نہ ہو (ازلی ہے، اس پر متعدد دلائل ہیں، اول یہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات قدیم کے ساتھ حوادث کا قیام ممتنع ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اھ ملخصا (ت)

اسی میں ہے،

اللہ تعالٰی متکلم بکلام ھو صفۃ لہ ضرورۃ امتناع اثبات المشتق لشیئ من غیر قیام ماخذ الاشتقاق بہ۔[2]

اللہ تعالٰی متکلم بکلام ہے اور یہ اس کی صفت ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ کسی شئی کے لیے مشتق کا اثبات اس کے ساتھ ماخذ اشتقاق کے قیام کے بغیر ممتنع ہوتا ہے (ت)

منح الروض میں مسامرہ سے ہے،

الایمان من صفات اللہ تعالٰی فمن اسمائہ الحسنٰی المؤمن کما نطق بہ الکتاب العزیز، وایمانہ ھو تصدیقہ

ایمان، اللہ تعالٰی کی صفات میں سے ہے کیونکہ اس کے اسماء حسنٰی میں "مؤمن" بھی ہے جیسا کہ قرآن عزیز اس پر ناطق ہے اور اس کا ایمان ازلی

---

[1] شرح العقائد النسفیہ بیان صفات باری تعالٰی دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۵۰

[2] " " " " " " " " " " " ص ۴۴

فی الازل بکلامه النفسی ولا یمکن ان تصدیقه محدث ولا مخلوق تعالی الله ان یقوم به الحادث اه ملخصا۔

میں اپنے صدق کی تصدیق ہے ۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی تصدیق محدث و مخلوق ہے کیونکہ وہ اس سے بلند ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حادث قائم ہو اھ ملخصا (ت)

اور جب صدق ہی ازلی ہوا تو امکان کذب کا محل نہ رہا کہ اس کا وقوع بے انعدام صدق ممکن نہیں تحقیقا لمعنی التضاد (کیونکہ ان میں تضاد پایا جاتا ہے ۔ ت) اور انعدام صدق محال ہے کہ علم کلام میں مبین ہو چکا کہ قدیم اصلاً قابل عدم نہیں فتبصر۔

دلیل پنجم اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہو سکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادثہ نہیں، اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہو سکتا، تو لازم کہ صدق ابدی محال ہو جائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، لہذا کذب سے اتصاف ناممکن، یہ دلیل تفسیر کبیر و مواقف و شرح مقاصد میں افادہ فرمائی، امام کی عبارت یہ ہے زیر قولہ تعالی ومن اصدق من اللہ حدیثا۲؎ (اللہ تعالی سے بڑھ کر کون سچی بات فرمانے والا ہے ۔ ت) امتناع کذب پر اہل سنت کی دلیل بیان کرتے ہیں،

ما معتمد اصحابنا انه لو کان کاذبا لکان کذبه قدیما ولو کان کذبه قدیما لامتنع زوال کذبه لامتناع العدم علی القدیم، ولو امتنع زوال کذبه لامتنع کونه صادقا، لان وجود احد الضدین یمنع وجود الضد الآخر، فلو کان کاذبا لامتنع ان یصدق لکنه غیر ممتنع، لانا نعلم بالضرورۃ ان کل من علم شیئا فانه لا یمتنع علیه ان یحکم علیه بحکم مطابق للمحکوم علیه، والعلم بهذه الصحة ضروري، فاذا کان امکان الصدق قائما کان امتناع الکذب

ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس کا کذب قدیم ہوگا اور اس کا کذب قدیم ہے، تو اس کے کذب کا زوال ممتنع ہوگا کیونکہ قدیم پر عدم ممتنع ہوتا ہے، اور اگر اس کے کذب کا زوال قدیم ممتنع ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا کیونکہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کے لئے امتناع کا سبب ہوتا ہے، تو اگر وہ کاذب ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا لیکن یہ تو ممتنع نہیں کیونکہ ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ جو شخص کسی شئی کے بارے میں علم رکھتا ہو اس کے لئے اس شئے پر محکوم علیہ کے مطابق حکم لگانے

۱؎ منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر باب الایمان مخلوق اولا مصطفی البابی مصر ص ۱۴۳

۲؎ القرآن الکریم ۴/ ۸۷

حاصلا لا محالۃ۔[۱]

میں کوئی امتناع نہیں اور اس ضابطہ کی صحت کا علم یقینی ضروری ہے جب امکان صدق قائم ہے تو کذب کا حصول ہر صورت میں ممتنع ہوگا۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق تقریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلم بکلام[عہ] کذب تو ممکن مانا اس کا کاذب ومتصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں، اگر کہئے نہ تو قول بالمتناقضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب ومتصف بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے، اور اگر کہئے ہاں، تو اب ہم پوچھتے ہیں یہ اتصاف صرف فیما لایزال میں ممکن یا ازل میں بھی، شق اول باطل کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا کہ ہر ازلی واجب الابدیۃ ہے اور کذب کا امتناع زوال استحالۂ صدق کو مستلزم کہ کذب وصدق کا اجتماع محال، جب اس کا زوال محال ہوگا اس کا ثبوت ممتنع ہوگا، اور امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم، تحقیقا لمعنی اللزوم حیث کان ذاتیا لا لعارض کما ھھنا (معنی لزوم کے ثبوت کی وجہ سے کہ ذاتی ہے نہ کہ کسی عارض کی وجہ سے، جیسا کہ یہاں ہے۔ ت) تو لازم آیا کہ صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہو اور استحالہ اسی شے کا ممکن ہوگا جو فی الواقع محال ہو، کہ ممکن کا محال ہوجانا ہرگز ممکن نہیں ورنہ انقلاب لازم آئے اور وہ قطعاً باطل تو ثابت ہوا کہ اگر باری تعالیٰ کا امکان کذب مانا تو اس کا صدق محال ہوگا لیکن وہ بالبداہۃ محال نہیں تو امکان کذب یقیناً باطل اور استحالۂ کذب قطعاً حاصل،

والحمد للہ اصدق قائل بالدلائل الفائضۃ علی قلب الفقیر بعون القدیر عز جدہ وجل مجدہ۔

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کی ان سچے دلائل پر جو قدیر عزجدہ وجل مجدہ کی مدد سے فقیر کے دل پر وارد ہوئے۔ (ت)

دلیل ششم

اقول وبحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کرتا ہوں) کلام الٰہی

[عہ] ای انشاء لا حکایۃ اوکلام فیہ کما لایخفی فی القرآن العظیم جمل عن الکفار مع ان اجیفھم لباطلۃ ۱۲ منہ

یعنی بطور انشاء، نہ کہ بطور حکایت کیونکہ اس میں کلام ہی نہیں جیسا کہ واضح ہے تو قرآن میں ایسے جملے موجود ہیں جن میں کفار کی باطل ادا کا تذکرہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیۃ ومن اصدق من اللہ حدیثا المطبعۃ البہیۃ مصر ۱۰/ ۲۱۶، ۲۱۸

اول میں بایجاب کلی حق تھا، معاذ اللہ اس کا بعض باطل یا ازحق نہ باطل شق ثانی آکر صریح[1] اور ثالث میں مطابقت ولا مطابقت دونوں کا ارتفاع اور وہ قطعاً محال، اولاً بالبداہۃ،[عہ۱]

فان ارتفاع محمولی الانفصال الحقیقی عن الموضوع کارتفاع النقیضین۔

کیونکہ انفصال حقیقی کے دونوں محمول کا موضوع سے ارتفاع نقیضین کے ارتفاع کی طرح ہوتا ہے (ت)

ثانیاً باجماع عقلاء،[عہ۲]

حتی الجاحظ المعتزلی وانہ[عہ۳] نزاعہ فی مجرد التسمیۃ۔

حتی کہ جاحظ معتزلی بھی قائل ہے نزاع محض نام میں ہے۔ (ت)

[عہ۱] ای لا یرضی بہ المخالف ایضاً فلا ینافی عقلیۃ البرھان وانما اکتفی بہ قصراً للمسافۃ والا فلہ طریق قد عرفت وھو وجوب الکذب وامتناع الصدق اباطل ببداھۃ العقل ۱۲ منہ

[عہ۱] یعنی اس پر مخالف بھی راضی نہ ہوگا اور یہ عقلی برہان کے منافی نہیں اختصاراً اسی پر اکتفا کیا گیا ورنہ اس کیلئے وہ طریق جو جان چکا کہ وہ کذب کا وجوب اور صدق کا امتناع ہے جو بداہۃ عقل سے باطل ہے ۱۲ منہ (ت)

[عہ۲] فیہ التقسیم وحدیث الاجماع والنص تبرع ۱۲ منہ۔

[عہ۲] یہی کافی ہے اجماع اور نص کی بات بطور تبرع ونقل ہے ۱۲ منہ (ت)

[عہ۳] الخبر عند الجمہور اما صادق او کاذب لانہ اما مطابق للواقع الذی ھو المخبر عنہ وھو الصادق اولا مطابق وھو الکاذب وھذہ المنفصلۃ حقیقیۃ دائرۃ بین النفی والاثبات ونزاع من مانع لیس الا فی اطلاق لفظ الصدق والکذب لغۃ ھل ھما لھذین المعنیین لا فی صدق ھذہ المنفصلۃ اھ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہ ۱۲ منہ۔

[عہ۳] جمہور کے نزدیک خبر صادق ہے یا کاذب کیونکہ اگر وہ واقع کے مطابق ہے تو صادق، اگر مطابق نہیں تو کاذب، اور یہ منفصلہ حقیقیہ ہے جو نفی واثبات کے درمیان دائر ہے اور جس نے بھی اس میں نزاع کیا ہے وہ صرف لغۃً لفظ صدق وکذب کے اطلاق میں کیا ہے کہ کیا وہ ان دونوں معنی کے لئے ہیں، منفصلہ حقیقیہ جس کے دونوں محمول مرتفع ہوں، کے صدق میں نہیں، اھ، مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۰۶

ثالثاً خود قرآن عظیم نفی واسطہ پر ناطق۔

قال مولٰنا ذوالجلال فماذا بعد الحق الا الضلٰل١	ہمارے مالک صاحب جلال کا فرمان ہے: پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ (ت)

لاجرم شق اول متعین اور شاید مخالف بھی اس سے انکار نہ رکھتا تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ کذب ممکن علی فرض الوقوع صرف کسی کلام لفظی کو عارض ہوگا یا نفسی کو بھی، اول محقق ہے یعنی کہ صدق و کذب حقیقۃً وصف معنی ہے، صفت عبارت، ولہذا شرح مقاصد میں فرمایا:

هذا انما یتوجه فی کلامه المسموع من الحروف المسموعة لانه عبارة عن کلامه الازلی ومرجع الصدق والکذب الی المعنی٢	یہ تو ایسی کلام میں جاری ہو رہا ہے جو حروف مسموعہ سے بنی ہے اور یہ کلام ازلی سے عبارت ہے اور صدق و کذب کا مرجع معنی ہے (ت)

بر تقدیر ثانی یہ کلام نفسی وہی کلام قدیم یا علی تقدیر التجزی اس کا بعض ہوگا جو ازل میں یقیناً صادق تھا یا اس کا غیر، شق ثانی پر قیام حوادث لازم اور اول میں انقلاب صدق بکذب کہ کلام قدیم میں بھی محال، تو یہ بات کیسی جھوٹی

ع یہاں بعض اذہان میں یہ شبہہ ہو کہ یہ کذب کی نہ ہو تو قطعاً نادر حق ہے، بلکہ قائم خود یا تو یہ لیس بقائم حق ہوگیا اور اس کی حیثیت اس کے کذب کو مستلزم۔ **اقول** ان صاحبوں نے خبر و مخبر میں فرق نہ کیا، یہ نہ جانا کہ دو مطلقہ عامہ میں تناقض نہیں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

الخبر الصادق صادق دائماً والکاذب کاذب دائماً٣	خبر صادق ہمیشہ صادق اور جھوٹی خبر ہمیشہ کاذب ہوتی ہے (ت)

مولانا قدس سرہ حواشی میں فرماتے ہیں:

ولا یمکن ان یجتمعا فی شیئ من الاخبار، والفرق بین تحقق مصداق الخبر وصدقه فان الاول قد یختلف بحسب الاوقات والثانی لا	دونوں کا کسی خبر میں جمع ہونا ممکن نہیں، اور خبر کے مصداق کے تحقق اور اس کے صدق میں فرق ہے کیونکہ پہلا اوقات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

١ـ القرآن الکریم ١٠/ ٣٢

٢ـ شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۰۳

٣ـ مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مطبع انصاری دہلی ص ۱۰۶

نہیں ہوسکتی نہ جزوی کبھی بھی ورنہ مطابقت و لامطابقت میں تصادم لازم آئے اور نقیضین باہم مرتفع یا مجتمع، کلام صادق کے لئے ثبوت صدق ضروری، تو سلب ضرورت ضرورۃً مسلوب، وھو المطلوب

وانت تعلم ان صدور الکلام القدیم منہ سبحانہ وتعالٰی لیس علی وجہ الاختیار فان القدیم لایستند الی المختار من حیث ھو مختار وقرأن کلام اللہ غیر مخلوق ولا تحت اقتدار فلا یستزلک الشیطان الی ان الاستحالۃ انما جاءت من قبل ان المولٰی سبحانہ وتعالٰی لم یصدر عنہ فی الازل الا کلام صادق وھو لایقدر ان یخلق لنفسہ صفۃ حادثۃ فبقی الامکان فی بدء الامر علی ما کان۔

اور تم جانتے ہو کہ اللہ تعالٰی سے کلام قدیم کا صدور اختیاری نہیں کیونکہ قدیم کسی مختار من حیث مختار کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا، قرآن اللہ تعالٰی کا کلام ہے جو مخلوق نہیں اور تحت قدرت نہیں —— تمہیں شیطان اس بات سے نہ پھسلا دے کہ استحالہ یہاں سے لازم آیا کہ اللہ تعالٰی سے ازل میں کلام صادق ہی صادر ہوا، اور وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اپنی ذات کے لئے صفت حادثہ پیدا کرے تو ابتدائی امر میں امکان باقی رہا جیسا کہ تھا۔ (ت)

دلیل ہفتم وھو اخصر واظہر اقول وباللہ التوفیق (جو نہایت مختصر اور بہت ہی اظہر ہے، میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت) امکان کذب اس کی فعلیت کو، وہ وجود مدلول کو مستلزم کہ اگر کلام نفسی ازلی ابدی واجب للذات مستحیل التجدد کذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجود دال بلا مدلولعہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صدق الخبر۔ ثم ان صدق الصفۃ دائم فالصادق صادق دائما فلا یدخلہ الکذب اصلا والا اجتمعا، والکاذب کاذب دائما فلا یدخلہ الصدق والا اجتمعا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

رہا صدق خبر تو وہ دائمی ہے کیونکہ صفت کا صدق دائمی ہوتا ہے لہٰذا صادق ہمیشہ صادق ہی ہوگا اور اس میں کبھی بھی کذب داخل نہیں ہوسکتا ورنہ دونوں کا اجتماع ہو جائے گا اور کاذب ہمیشہ کاذب ہی رہے گا اس میں صدق داخل نہیں ہوسکتا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

عہ المدلول ھو المعنی فلا تنقض بالمعدوم ۱۲ منہ

عہ مدلول وہ معنی ہی ہے لہٰذا معدوم کے ساتھ کوئی اعتراض نہیں ہوگا ۱۲ منہ (ت)

؎ فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۰۲

یا کذب دال مع صدق المدلول لازم آئے اور یہ دونوں بالبداہۃ محال، اور جب کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو نفسی میں بھی ممکن نہیں ورنہ باری عزوجل کا عجز عن التعبیر لازم آئے تو لاجرم امکان کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے اور وہاں فعل و دوام دونوں متلازم و بوجہ آخر اوضح و ازہر۔

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) تمہارے دعوٰی کا حاصل یہ کہ بعض ما ھو کلام اللہ تعالٰی فھو ممکن الکذب ضرورۃً (اللہ تعالٰی کے کلام کا بعض ضرور ممکن الکذب ہے۔ ت) اور شک نہیں کہ کل ما ھو ممکن الکذب کاذب بالضرورۃ (اور جو ممکن الکذب ہو وہ ضرور کاذب ہوتا ہے۔ ت) کہ کلام واحد میں امکان کذب بے فعلیت کذب متصور نہیں اور فعلیت کذب امتناع صدق اور امتناع صدق ضرورت کذب ہے، نتیجہ نکلا بعض ما ھو کلام اللہ تعالٰی کاذب بالضرورۃ (اللہ تعالٰی کے کلام کا بعض ضرور کاذب ہے۔ ت) اب اس میں وصف عنوانی کا صدق خواہ بالفعل ہو کما ھو المشہور (جیسا کہ یہ مشہور ہے۔ ت) خواہ بالامکان کما ھو عند الفارابی (جیسا کہ فارابی کے ہاں ہے۔ ت) ہر طرح باری عزوجل کا معاذ اللہ کاذب بالفعل ہونا لازم۔ بر تقدیر اول تو لزوم بدیہی، اور بر تقدیر ثانی اس قضیہ یعنی بعض ما ھو کلام اللہ بالامکان العام کاذب بالضرورۃ (جو اللہ تعالٰی کا کلام بامکان عام ہے وہ ضرور کاذب ہے۔ ت) کو کبرٰی کیجئے اور قضیۂ کل ما ھو کلام اللہ بالامکان العام فھو کلام اللہ بالفعل (ہر کلام جو کلام اللہ بامکان العام ہے وہ بالفعل کلام اللہ ہے۔ ت) کو صغرٰی، ثبوت صغرٰی یہ کہ باری تعالٰی کے لئے کوئی حالت منتظرہ نہیں، شکل ثالث کی ضرب خامس پھر وہی نتیجہ دے گی کہ بعض ما ھو کلام اللہ بالفعل کاذب بالضرورۃ (بعض کلام اللہ بالفعل ضرور کاذب ہے۔ ت) والعیاذ باللہ تعالٰی، بلکہ حقیقۃً یہ وجہ دلیل مستقل ہونے کے قابل ہے کما لایخفی علی المتامل

عہ حاصل الوجہ الاول ان علٰی قول الامکان لابد من فعلیۃ فی الکلام النفسی و الا لامتنع فی اللفظی لانہ لایکون الا تعبیرا عن نفسی ولا امکان ھھنا لنفسی آخر غیر ھذا الموجود المفروض ان لاکذب فیہ

عہ پہلی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ قول امکان پر کلام نفسی میں فعلیت ضروری ہے ورنہ کلام لفظی میں امتناع ہوگا، جب لفظی میں امتناع ہوگا تو نفسی میں امتناع ضرور ہوگا کیونکہ لفظی صرف نفسی کی تعبیر ہے جبکہ اس موجود نفسی جس میں کذب نہ ہونا مفروض ہے کے علاوہ کسی اور نفسی کا امکان نہیں [illegible]

(باقی اگلے صفحہ پر)

واللّٰہ الموفق لابطال الباطل (جیسا کسی صاحبِ فکر پر مخفی نہیں، اور اللہ تعالٰی ہی ابطالِ باطل کی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

دلیل ہشتم: اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) صدق اسی صفت قائمہ بذاتِ کریم ہے ورنہ مخلوق ہوگا کہ ذات وصفات کے سوا سب مخلوق اور ہر مخلوق عدم سے مسبوق تو لازم کہ غیر متناہی دور ازل میں اللہ تعالٰی سچا نہ ہو، تعالٰی عن ذٰلک علوًا کبیرًا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ ت) اور جب صدق صفت قائمہ بالذات ہے اور صفات مقتضائے ذات اور مقتضائے ذات میں تغیر محال کہ تغیر مقتضٰی تغیر مقتضی کو مقتضی اور تغیر ذات عمومًا محال خصوصًا جنابِ عزت میں جہاں تغیر صفت بھی مستحیل، تو لاجرم کذب منافی ذات ہوا اور منافی ذات کا وقوع نافی ذات، اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ مقصود۔

دلیل نہم: اقول وباللہ التوفیق ہم زیر دلیل چہارم و ہشتم بدلائل ثابت کر آئے کہ صدق صفت قائمہ بالذات ہے تو کذب بھی اگر ممکن ہو صفت ہی ہو کر ممکن ہوگا، فانہما ضدان والضد ما یکون

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والتعبیر عن الصادق بالکاذب محال واذا امتنع فی اللفظی امتنع فی النفسی والا لزم العجز عن التعبیر فلو لم یوجد فی النفسی بالفعل لامتنع اصلًا لکنہ ممکن عندک فیجب ان یوجد قدیمًا فیجب وحاصل الثانی ان لو امکن فی کلام لہ لوجب ذٰلک الکلام لعدم الانتظار فیکون بعض ما ھو کلامہ بالفعل ممکن الکذب ولا یمکن کذب کلام الا اذا کان کاذبًا والکاذب کاذب بالضرورۃ فبعض کلامہ بالفعل کاذب بالضرورۃ وظاھر ان بین الوجہین بونًا بینًا فھما دلیلان مستقلان حقیقۃ والحمد للہ وبہ التوفیق ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

کے سامنے تعبیر محال ہے اور جب لفظی میں امتناع ہے تو نفسی میں بھی ہوگا ورنہ تعبیر سے عجز لازم آئے گا اور اگر وہ نفسی میں عملًا موجود نہیں تو وہ اصلًا موجود نہ ہوگا لیکن وہ تمہارے نزدیک ممکن ہے تو اس کا موجود ہونا ضروری ہوگا پس وہ دائمی اور واجب ہوگا اور ثانی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ کلام میں ممکن ہوا تو عدم انتظار کی وجہ سے وہ کلام موجود ہوگا تو بعض کلام عملًا ممکن الکذب ہوگا اور کذب کلام اس وقت ممکن ہوگا جب کاذب ہو اور کاذب بالضرورۃ کاذب ہی ہوگا تو بعض کلام عملًا بالضرورۃ کاذب ہوگا تو دو دلیلوں کے درمیان واضح بُعد ہے لہذا یہ دونوں حقیقۃً مستقل دلیلیں ہیں، تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے اور توفیق اسی سے ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

بحسب الورود علی محل واحد (یہ دونوں ضدیں ہیں اور تضاد جو ایک محل پر ورود کی صورت میں ہوتا ہے۔ت) **اب مخالف متعسف پر استحالات دیکھئے:**

اولاً لازم کہ کذب الٰہی موجود بالفعل ہو کہ صفات باری میں کوئی صفت منتظرہ غیر واقعہ ماننا باطل ورنہ تاثر بالغیر[عہ۱] یا تخلف مقتضی[عہ۲] یا تاخر اقتضا[عہ۳] یا حدوث مقتضی[عہ۴] لازم آئے۔ تعالی اللہ عنہ علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ت)

ثانیاً واجب کہ کذب واجب ہو کہ صفات الٰہیہ سب واجب للذات ہیں

ثالثاً صدق[عہ] الٰہی محال ٹھہرے کہ وجوب کذب امتناع صدق ہے۔

رابعاً کذب صفت کمال ہو کہ صفات باری سب صفات کمال۔

عہ۱ ای کان الاتصاف لامن الذات اقول ولو بتعلق الارادۃ فان تعلقھا حادث والحادث غیرہ فھم فانہ علم فی نصف سطر ۱۲ منہ۔

عہ۲ ای اقتضی الذات ازلا ولم یتحقق ۱۲ منہ مد ظلہ وزید فیضہ القوی

عہ۳ ان اقتضی فی لا یزال لا فی الازل ۱۲ منہ

عہ۴ ان خرج عن الکل والتزم تصاحب المقتضی والمقتضی ۱۲ منہ۔

عہ فرق بین بناء الکلام علی قدم الصفۃ وان ما ثبت قدمہ استحال عدمہ وھی مقدمۃ عویصۃ الاثبات وبین بنائہ علی وجوبھا وامتناع ضدھا للذات وھو من اجلی الواضحات والحمد للہ رب العالمین ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

عہ۱ اگر اتصاف ذات کے اعتبار سے نہ ہو، قول: اگرچہ تعلق ارادہ کے اعتبار سے ہو کیونکہ تعلق حادث ہے اور حادث غیر ہے اچھی طرح جان کیونکہ اس نصف سطر میں سارا علم ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ اگر ذات ازل میں تقاضا کرے اور وہ متحقق نہ ہو ۱۲ منہ مد ظلہ وزید فیضہ القوی (ت)

عہ۳ اگر وہ تقاضا کرے مگر ازل میں نہ ہو ۱۲ منہ (ت)

عہ۴ اگر سب سے فرار کرے اور مقتضی اور مقتضی کے ساتھ رہنے کا التزام کرے ۱۲ منہ (ت)

عہ کلام کی بنا صفت کے قدیم ہونے پر اور واجب ہونے پر اس میں فرق ہے۔ اول کا مقدمہ کہ جس کا قدم ثابت ہو اس کا عدم محال ہے، اس کا اثبات پیچیدہ ہے۔ دوسرے کا مقدمہ کہ جو واجب ہو اس کی ضد ذات کے لئے ممتنع ہوتی ہے، یہ بہت واضح ہے۔ تمام تعریفیں کائنات کے رب کے لئے ہیں ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)۔

خامساً صدق صفت نقصان ہو کہ وہ عدم کذب کو مستلزم، اور اب عدم کذب عدم کمال، اور عدم کمال عین نقصان۔

سادساً، سابعاً، ثامناً صدق کلی[عـ٥] و کذب جزئی[عـ٦] جب دونوں صفت[عـ٧] اور دونوں ممکن[عـ٨] تو دونوں واجب[عـ٩] تو دونوں محال[عـ١٠] تو اجتماع نقیضین[عـ١١] و ارتفاع نقیضین و اجتماع اجتماع و ارتفاع سب حاصل۔

تاسعاً تا حادی عشر بعینہ اسی طریقہ سے دونوں کمال تو دونوں نقصان، تو دونوں مجمع کمال و نقصان۔

ثانی عشر، ثالث عشر، رابع عشر، جب دونوں صفت تو دونوں مقتضی، تو دونوں متنافی، تو دونوں جامع اقتضا و تنافی۔ خامس عشر جب دونوں مقتضی تو وجود ذات مستلزم اجتماع نقیضین، اور جس کا وجود مستلزم محال ہو تو خود محال، تو بر تقدیر امکان کذب وجود باری معاذ اللہ محال ٹھہرتا ہے۔ مدعی معاند دیکھے کہ اس کی سگالی آگ سے بھڑک کر کہاں تک پہنچی، یہ سر دست پندرہ استحالے ہیں اور ہر استحالہ بجائے خود ایک دلیل مستقل، تو اب تک آٹھ اور پندرہ تیئیس دلیلیں ہوئیں۔

دلیل بست و چہارم اقول وباللہ التوفیق، بالفرض اگر کذب کوئی عیب و منقصت نہ ہوتے تو تاہم بالضرورۃ ضرور کہ کوئی کمال نہیں ورنہ مولیٰ تعالیٰ کے لئے واجب الثبوت ہوتا اور عقل سلیم شاہد کہ باری عزوجل کے لئے ایسی شئی کا ثبوت جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہ ہو، علامہ سعد الدین

عـ٥ یعنی ہر خبر میں صادق ہونا کہ بالفعل موجود ۱۲ منہ۔

عـ٦ یعنی بعض اخبار میں صادق نہ ہونا کہ یہ بعض ممکن مانا ہے ۱۲ منہ

عـ٧ لما مر فی الدلیل الرابع والثامن والثانی آنفا ۱۲ منه

اول جیسا کہ چوتھی، آٹھویں اور دوسری میں ابھی گزرا ۱۲ منہ (ت)۔

عـ٨ ای بالامکان العام الاول للوجود والثانی بالفرض ۱۲ منه

یعنی امکان عام کے ساتھ پہلا وجود کی وجہ سے اور دوسرا بالفرض ۱۲ منہ (ت)۔

عـ٩ لان کل صفة تجب للذات ۱۲ منه۔

کیونکہ ہر صفت ذات کے لئے لازم ہے ۱۲ منہ (ت)۔

عـ١٠ فان وجوب کل یستلزم استحالة الآخر کما مر مرارا ۱۲ منه۔

کیونکہ ہر ایک کا وجوب دوسرے کے محال ہونے کو مستلزم ہے جیسا کہ کئی دفعہ گزرا ۱۲ منہ (ت)

عـ١١ فان الصدق الکلی یستلزم عدم الکذب وکذب الجزئی عدم الصدق الکلی ۱۲ منه

کیونکہ صدق کلی عدم کذب کو اور کذب جزئی عدم صدق کلی کو مستلزم ہے ۱۲ منہ (ت)۔

تفتازانی مبحث رابع فصل تنزیہات شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

ان لم یکن من صفات الکمال امتنع اتصاف الواجب بہ للاتفاق علی ان کل ما یتصف ھو بہ یلزم ان یکون صفۃ کمال[1]

اگر وہ صفاتِ کمالیہ میں سے نہیں تو اس کے ساتھ واجب کا اتصاف ممتنع ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ واجب جس کے ساتھ متصف ہوگا اس کا صفتِ کمال ہونا ضروری ہے (ت)

علامہ ابن ابی شریف مسایرہ میں فرماتے ہیں:

یستحیل علیہ تعالٰی کل صفۃ لاکمال فیھا ولا نقص لان کلا من صفات الالٰہ صفۃ کمال[2]

اللہ تعالٰی کے لئے ہر وہ صفت محال ہے جس میں نہ کمال ہو اور نہ نقص ہو کیونکہ اللہ تعالٰی کی ہر صفت، صفت کمال ہے۔ (ت)

دلیل بست وپنجم اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) بداہت عقل شاہد عدل کہ جو مطلق کذب پر قادر ہوگا کذب مطلق پر بھی قدرت رکھے گا کہ بعض کلام میں کذب پر قادر اور بعض میں اس سے عاجز ہونے کے کوئی معنی نہیں اور قرآن کلام اللہ تعالٰی جس کے بعض قضایا مثل قولہ تعالٰی لا الٰہ الا اللہ وقولہ تعالٰی محمد رسول اللہ وغیرہا کے صدق پر عقل صرف بے توقف شرع و توقیف سمع خود حکم کرتی ہے تو واجب کہ قرآن عظیم مقتضائے ذات نہ ہو، ورنہ کذب مطلق مقدور نہ رہے گا کہ کلام ہرگز کاذب نہیں ہوسکتا اور جو کچھ ذات نہ مقتضائے ذات وہ قطعاً حادث مخلوق تو کذب الٰہی کا ممکن ماننا قرآن عظیم کلام اللہ کے حادث و مخلوق ماننے کو مستلزم اب بعد تنبیہ بھی اصرار کرو تو اپنے معتزلی کرامی گمراہ ہونے سے کیوں انکار کرو۔

دلیل بست وششم اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) جب برتقدیر امکان کذب بوجہ بطلان ترجیح بلامرجح وغیرہ بحکم بداہت عقل مذہب یہ ہر فرد کذب قدرت الٰہی میں ہو تو ہر فرد صدق مقدور ہوگا ورنہ صدق فی البعض واجب یا محال ہوگا، تو کذب فی البعض محال یا واجب حالانکہ ہر فرد کذب مقدور مانا تھا، ہذا خلف، پس صدق وکذب کا ہر ہر فرد مقدور ہوا اور ہر مقدور حادث تو کلام الٰہی سے مطابقت ولامطابقت دونوں مرتفع اور یہ بداہۃً محال۔

دلیل بست وہفتم اقول وباللہ التوفیق کتب حدیث و سیر مطالعہ کیجئے بہت خوش نصیب ذی عقل

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع فی امتناع اتصافہ بالحوادث دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۰۱

[2] المسامرۃ شرح المسایرۃ ختم المصنف کتابہ ببیان عقیدۃ اہل السنۃ اجمالاً المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳۹۳

بسبب صرف جمال جہاں آرائے حضور پُر نور سید عالم سرور اکرم مولائے اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھ کر ایمان لائے کہ لیس هذا وجه الكذاب یہ منہ جھوٹ بولنے والے کا نہیں، اے شخص! یہ اس کے حبیب کا پیارا منہ تھا جس پر خوبی وبہار دو عالم نثار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور پاکی وقدوسی سبوح اس کے وجہ کریم کے لئے، واللہ! اگر آج حجاب اٹھا دیں تو ابھی کھلتا ہے کہ اس وجہ کریم پر امکان کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی مؤلف اسے دلیل خطابی کے گڑھے میں اسے حجت اقناعی لقب دیتا اور مسلمانوں کی ہدایت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کے لئے ودیعت رکھتا ہوں

يوم ينفع الصدقين صدقهم[۱] يوم لا ينفع مال و بنون[۲] الا من اتى الله بقلب سليم[۳]

وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔ (ت)

بااینہمہ اگر مجال باز نہ آئے تو دلیل ہفتم میں وجہ دوم کہ بجائے خود دلیل مستقل تھی، اس کے عوض معدود کیجئے بہر حال تیس کا عدد کامل مانئے۔

دلیل بست وہشتم قال عزوجل، ومن اصدق من الله قيلا[۴] اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے، **اقول** وباللہ التوفیق آیۂ کریمہ صریح کہ کذب الٰہی محال قطعی ہے، وجہ دلالت سنئے خادم تفسیر وحدیث واقف کلمات فقہا پر روشن کہ امثال عبارات اگرچہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃً تفضیل مطلق ونفی برابر وہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے افضل ہیں ومن احسن من الله صبغة[۵] یعنی صبغۃ اللہ سب سے احسن ہے، ومن احسن قولا ممن دعا الى الله[۶] اى هو احسن قولا من كل من عداه (اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے، یعنی وہ دوسرے تمام سے قول میں خوبصورت ہے۔ ت) علامۃ الوجود سیدی ابوالسعود علیہ الرحمۃ الودود تفسیر ارشاد میں زیر قولہ تعالٰی عزوجل ومن اظلم ممن افترى

---

[۱] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۹

[۲] " " ۲۶/ ۸۸

[۳] " " ۲۶/ ۸۹

[۴] " " ۴/ ۱۲۲

[۵] " " ۲/ ۱۳۸

[۶] " " ۴۱/ ۳۳

علی اللہ کذبا[1] (اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا باندھنے والے سے کون بڑا ظالم ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

ھو انکار و استبعاد لان یکون احد اظلم ممن فعل ذلک او مساویا لہ وان کان سبک الترکیب غیر متعرض لانکار المساواۃ و نفیھا یشھد بہ العرف الفاشی والاستعمال المطرد فاذا قیل من اکرم من فلان ولا افضل من فلان فالمراد بہ حتما انہ اکرم من کل کریم و افضل من کل فاضل، الا یری الی قولہ عزوجل لاجرم انھم فی الاخرۃ ھم الاخسرون بعد قولہ تعالٰی ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا اھ والسر فی ذلک ان النسبۃ بین الشیئین انما تتصور غالبا لاسیما فی باب المغالبۃ بالتفاوت زیادۃ ونقصا، فاذا لم یکن احدھما ازید یتحقق النقص لا محالۃ[2]۔

یہ انکار و استبعاد ہے کہ اس سے بڑھ کر یا اس کے مساوی کوئی ظالم نہیں ہوسکتا اگرچہ بظاہر ترکیب نفی مساوات پر مترتب نہیں لیکن اس پر مشہور عرف اور مسلسل استعمال شاہد ہے مثلاً جب یہ کہا جاتا ہے فلاں فلاں سے زیادہ بزرگ ہے یا فلاں سے کوئی افضل نہیں، تو اس سے یقیناً مراد یہ ہے کہ ہر کریم سے اکرم اور ہر فاضل سے افضل ہے، کیا دیکھتے نہیں اللہ تعالٰی کے اس فرمان مبارک میں "وہ یقیناً آخرت میں خسارے میں ہیں" جس کے بعد فرمایا "ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا"، اور اس میں راز یہ ہے کہ نسبت غالباً دو چیزوں کے درمیان خصوصاً غلبہ میں تفاوت کے باب میں زیادتی اور نقصان میں متصور ہوتی ہے جب ان میں سے کوئی ایک زیادہ نہ ہو تو بہرحال نقصان کا ہی تحقق ہوگا۔ (ت)

تو حاصل معنٰی آیت یہ ہیں کہ مولٰی عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا اور ظاہر کہ صدق کلام فی نفسہٖ اصلاً قابل تشکیک نہیں کہ باعتبار ذوات قضایا خواہ خلاف قدم و حدوث کلام یا بقا و فنائے سخن یا کمال و نقصان متکلم خواہ کسی وجہ سے اس میں تفاوت مان سکیں، سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں، اگر ایسا فرق ہو تو سرے سے

عہ الصدق تارۃ ینسب الی القول و اخری الی القائل والکلام ھھنا فی المعنی الاول فلا یذھبن عنک ھذا ۱۲ منہ۔

صدق کبھی قول کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی قائل کی طرف، واضح رہے یہاں گفتگو معنی اول میں ہے یہ بات ذہن نشین رہے ۱۲ منہ (ت)

[1] القرآن الکریم ۶/۲۱

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیۃ ۶/۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۹

سچا بھی نہ رہا، اصدق و صادق کہاں سے صادق آئے گا، یہ معنی اگرچہ فی نفسہ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان اخبار پر بھی انکشاف تام پائیں گے جنہیں بدیہیات میں بھی حاجت شاذ جنبانی تنبیہ ہوتی ہے، قرآن عظیم نے فرمایا محمد رسول اللہ کہ ہم بھی کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کیا وہ جملہ محمد رسول اللہ کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے اور ہم نے جو محمد رسول اللہ کہا کم مطابق ہے، حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا، یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یوں نظر کیجئے، قرآن عزیز نے فرمایا: وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا ۱؎ (اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔ت) ہم کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی مالک حق واضح ہے۔ت)، کیا وہ ارشاد کہ بچے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا تیس مہینے میں ہے زیادہ سچا ہے، اور اس قول کے صدق میں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں معاذ اللہ کچھ کمی ہے، تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقۃ للواقع غیر معقول ہے، ہاں نظر بسامع میں ایک تفاوت متصور اور اس تشکیک اصدق و صادق میں وہی مقصود و معتبر جسے دو عبارتوں سے تعبیر کرسکتے ہیں:

ایک یہ کہ وثوق و قبول میں زائد ہو مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول اگر وہی بعینہٖ رسول سے ثابت ہو تو سامع کے قلب میں وثاقت اور قبول کی بات اور دلوں میں سکون طمانیت جو اور پیدا کرے گا کہ ولی سے ثبوت تک اس کا عشر عشیر نہ تھا اگرچہ بات حرف بحرف ایک ہے،

دوسرے احتمال کذب سے ابعد ہونا مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے اور حقیقۃً تعبیر اول اسی تعبیر دوم کی طرف راجع کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمال کذب سے دوری ہوگی اسی درجہ وثاقت و مقبولیت پوری ہوگی جب یہ امر ممہد ہوگیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمال کذب سے پاک و منزہ ہے، کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہوسکتی اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوف خدا دل میں لائیں، اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداہۃ بروجہ عادت و اطرادیہ غیر متخلفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کا مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگرچہ بنظر نفس ذات خبر و مخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا تجمع علی الکذب قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں۔ تلویح میں ہے:

المتواتر یوجب علم الیقین معنی ان العقل

متواتر سے علم یقین حاصل ہونے کا معنی یہ ہے کہ عقل یہ حکم

۱؎ القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵

يحكم حكما قطعيا بانهم لم يتواطؤا على الكذب وان ما اتفقوا عليه حق ثابت فى نفس الامر غير محتمل للنقيض لا بمعنى سلب الامكان العقلى عن تواطئهم على الكذب¹ ملخصا۔

لگاتی ہے کہ ایسے لوگوں کا اتفاق کذب پر یقینًا نہیں ہوسکتا جس پر ان کا اتفاق ہو سب وہ حق اور نفس الامر میں ثابت ہے اس میں نقیض کا احتمال نہیں ہے۔ اس کا یہ معنٰی نہیں کہ ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کے امکان عقلی کا سلب ہوگیا ہے۔ (ت)

مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا کما حققہ فی المواقف وشرحہ وشرح المقاصد وشرح العقائد وغیرھا (جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح میں ہے اور اسی کی طرف شرح مقاصد اور شرح عقائد وغیرہ میں اشارہ ہے۔ ت) اسے پیش نظر رکھ کر کلام باری عزوجل کی طرف چلئے، امکان کذب ماننے کے بعد مباحث مذکورہ دلیل دوم وفرق امور عادیہ وارادہ غیبیہ سے قطع نظر بھی ہو تو غایت درجہ اسی قدر کہ کلام ربانی وخبر اہل تواتر کا ایک ہی قول ہم پلہ ہوں گے جیسا کہ احتمال کذب یقینی نافی قطع ومنافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک اور بنظر امکان ذاتی جو احتمال عقلی خبر تواتر میں ناشی وہ بعینہ کلام الٰہی میں بھی باقی، پھر کلام الٰہی کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات اس سے صدق میں ہمسری نہ کرسکنا [illegible] عقیدہ مجیدہ اہلسنت وقاہا اللہ بھم دامت (ان کو اللہ تعالٰی کی حفاظت دائمی ہو۔ ت) یعنی امتناع عقلی کذب الٰہی کہ اس تقریر پر کلام مولٰی جل وعلا میں کسی طرح احتمال کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تواتر کہ احتمال امکانی رکھتی ہے اور یہ بات قطعًا صرف اسی کے کلام پاک سے خاص محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہوجائے عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت بھی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت، اب بحمداللہ شمس تابندہ کی طرح روشن ودرخشندہ صادق آیا کہ ومن اصدق من اللہ قیلا² (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) اور معاذاللہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر ومن اصدق من اللہ حدیثا³ (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) یہ دیکھو یہ منشا تھا علماء کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہوسکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن والحمدللہ رب العالمین۔

---

¹ التلویح والتوضیح لمتن التنقیح الرکن الثانی فی السنۃ مصطفی البابی مصر ۳/۲

² القرآن الکریم ۱۲۲/۴

³ " " ۸۷/۴

دلیل بست ونہم قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی: قل ای شیئ اکبر شہادۃ قل اللہ[1] (اے نبی! تو کافروں سے پوچھ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑی ہے، تو تو ہی فرما کہ اللہ)

اقول اللہ کے لئے حمد ومنت کہ یہ آیۂ کریمہ آیۂ سابقہ سے بھی جلی واظہر، اور افادۂ مراد میں اجلی وازہر، وہاں ظاہر نظم نفی اصدقیت غیر تھا اور اثبات اصدقیت کلام اللہ بحوالۂ عرف یہاں صراحۃً ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہی سب گواہیوں سے اکبر واعظم واعلٰی ہے۔ اب اگر معاذ اللہ امکان کذب کو دخل دیجئے تو ہرگز شہادت الٰہی کو شہادت اہل تواتر پر تفوق نہیں کہ جو یقین اس سے ملے گا اس سے بھی ملے اور جو احتمال اس میں باقی اس میں بھی ہے، تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہل سنت کی طرف رجوع کرے اور جناب عزت کے امکان کذب سے براءت پر ایمان لائے، باقی تقریر دلیل مثل دلیل سابق ہے،

فافہم وتدبر واللہ اعلم۔

دلیل سیم قال ربنا عز من قائل:

وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمٰتہ وھو السمیع العلیم[2]	اور پوری ہے تیرے رب کا کلام صدق وانصاف میں، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی سننے والا جاننے والا

علماء فرماتے ہیں یعنی باری عزوجل کا کلام انتہادرجہ صدق وعدل پر ہے، جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں۔

بیضاوی میں ہے:

بلغت الغایۃ اخبارہ واحکامہ ومواعیدہ صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ والاحکام[3]	اللہ تعالٰی کی اخبار، احکام اور مواعید انتہائی کامل ہیں، اخبار ومواعید صدق کے اعتبار سے اور قضایا واحکام عدل کے اعتبار سے۔(ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

المعنی انھا بلغت الغایۃ القاصیۃ صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ	مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے کلمات اخبار ومواعید میں صدق کے اعتبار سے اور قضایا واحکام میں

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۹

[2] " " ۶/۱۱۵

[3] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) مع القرآن الکریم تحت ۶/۱۱۵ النصف الاول مصطفی البابی مصر ص۱۳۳

ولاحکام لا احد یبدل شیئا منہ ذلک بما ھو اصدق واعدل ولا بما ھو مثلہ[1]

عدل کے اعتبار سے انتہائی درجہ پر ہیں اس سے بڑھ کر کوئی اصدق واعدل نہیں جو ان میں سے کسی حکم کو بدل ڈالے بلکہ ان کے مثل بھی کوئی نہیں (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) صدق قائل کے درجات ہیں:

درجہ ۱: روایات وشہادات میں قطعاً کذب سے محترز ہو اور مخاطبات میں بھی زنہار ایسا جھوٹ روا نہ رکھے جس میں کسی کا اضرار ہو اگرچہ اسی قدر کہ غلط بات کا باور کرانا مگر مزاحاً یا عبثاً ایسے کذب کا استعمال کرے جو نہ کسی کو نقصان دے نہ سننے والا یقین لائے مثلاً آج زید نے سو من کھانا کھایا۔ آج مسجد میں لاکھوں آدمی تھے، ایسا[عہ] شخص کاذب نہ گنا جائے گا یا آثم ومردود الروایۃ نہ ہوگا تاہم بات خلاف واقع ہے اور محض فضول وغیر نافع، اگرچہ نفس کلام میں حکایت واقع، مراد نہ ہونے پر دلیل قاطع، ولہذا حدیث میں ارشاد فرمایا:

قال بعض اصحابہ انک تداعبنا یا رسول اللہ

آپ کے بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

عـــہ قال الامام حجۃ الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی منکرات الضیافۃ من کتاب الامر بالمعروف من احیاء العلوم کل کذب لا یخفی انہ کذب ولا یقصد بہ التلبیس فلیس من جملۃ المنکرات کقول الانسان مثلاً طلبتک الیوم مائۃ مرۃ، واعدت علیک الکلام الف مرۃ، وما یجری مجراہ مما یعلم انہ لیس یقصد بہ التحقیق فذلک لایقدح فی العدالۃ ولا ترد الشہادۃ بہ[2]۔ ۱۲ منہ

ترجمہ: حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم کی کتاب الامر بالمعروف میں منکرات ضیافت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہر وہ کذب جس کا کذب ہونا مخفی نہ ہو اور اس سے کوئی فریب ودھوکا مقصود نہ ہو تو وہ منکرات میں سے نہیں ہوگا مثلاً انسان کہتا ہے میں نے آج تجھے سو دفعہ تلاش کیا، میں نے آج تجھے ہزار دفعہ کہا ہے یا اس کے قائم مقام الفاظ جن سے معلوم ہو کہ مقصود تحقیق نہیں تو یہ چیز عدالت پر قادح نہ ہوگی اور نہ ہی اس سے ایسے شخص کی شہادت مردود ہوگی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت ۶/ ۱۱۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۸۲

[2] احیاء العلوم کتاب الامر بالمعروف الباب الثالث مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۲/ ۳۴۱

فقال انی لا اقول الا حقا[1] اخرجه احمد والترمذی باسناد حسن عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں صرف حق ہی کہتا ہوں۔ امام احمد اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا (ت)

درجہ ۲: ان لغو وعبث بیہودوں سے بھی بچے مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرتا ہو، جس طرح قصائد کی تشبیبیں جیسے

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

(سعاد کی جدائی پر آج میرا دل مضطرب ہے۔ ت)

سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ اس پر مفتون، نہ وہ ان سے جدا ہوئی نہ یہ اس کے فراق میں مجروح، محض خیالات شاعرانہ ہیں، اگرچہ فضول بحث کو تشحیذ خاطر وتشویق سامع وترقیق قلب وتزیین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں تاہم ازانجا کہ حکایت بے محکی عنہ ہے، ارشاد فرمایا گیا: وما علمنٰه الشعر وما ینبغی له[2] ہم نے اسے شعر نہ سکھایا نہ وہ اس کی شان کے لائق، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

درجہ ۳: ان سے بھی تحرز کرے مگر وعظ وامثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہو جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیلہ ودمنہ کی حکایتیں، منطق الطیر کی روایتیں، اگرچہ کلام قائل بظاہر حکایت واقع ہے مگر تغلیط سے مانع نہیں کہ سب جانتے ہیں وعظ ونصیحت کے لئے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود، پھر بھی انعدام مصداق موجود، ولہذا قرآن عظیم کو اساطیر الاولین[3] (پہلوں کے قصے۔ ت) کہنا کفر ہوا جیسے آج کل کے بعض کفار لئام مدعیان اسلام، نیچر ودشتی کے پرانے غلام دعوٰی کرتے ہیں کہ کلام عزیز میں آدم وحوا کے قصے شیطان وملک کے افسانے سب تمثیلی کہانیاں ہیں جن کی حقیقت مقصود نہیں،

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی المزاح امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۲۰
مسند امام احمد از مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۴۰

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۶۹

[3] 〃 〃 ۶/ ۲۵

تعالٰی اللہ عما یقول الظٰلمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی کی ذات گرامی اس سے کہیں بلند ہے۔ ت)

درجہ ۴: ہر قسم حکایت بے محل غلط کے تعمد سے اجتناب کلی کرے، اگرچہ بلائے سہو وخطا حکایت خلاف واقع کا وقوع ہوتا ہو یہ درجہ خاص اولیاء اللہ کا ہے۔

درجہ ۵: اللہ عزوجل سہواً وخطاءً بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی باقی ہو یہ مرتبہ اعاظم صدیقین کا ہے کہ:

ان اللہ تعالٰی یکرہ فوق سمائہ ان یخطأ[1] ابوبکر الصدیق فی الارض[2]۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والحٰرث فی مسندہ وابن شاہین فی السنۃ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اللہ تعالٰی آسمان کے اوپر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ زمین پر غلطی کریں۔ اسے طبرانی نے معجم الکبیر میں، شیخ حارث نے مسند میں اور ابن شاہین نے السنۃ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

درجہ ۶: معصوم من اللہ ومؤید بالمعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے مگر بنظر نفس ذات امکان ذاتی ہو یہ رتبہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین کا ہے۔

درجہ ۷: کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو بلکہ اس کی عظمت جلیلہ وجلالت عظیمہ بالذات کذب وغلط کی نافی ومنافی ہو اور اس کی ساحت عزت کے گرد اس گرد وث کا گزر محال عقلی، یہ نہایت درجات صدق ہے جس سے مافوق متصور نہیں، اب آیہ کریمہ ارشاد فرما رہی ہے کہ تیرے رب کا صدق وعدل اعلٰی درجہ منتہٰی پر ہے تو واجب کہ جس طرح اس سے صدور ظلم وخلاف عدل بالاجماع اہلسنت محال عقلی ہے یونہی صدور کذب وخلاف صدق بھی عقلاً ممتنع ہو، ورنہ صدق الٰہی غایت ونہایت تک نہ پہنچا ہوگا کہ اس کے مافوق ایک درجہ اور بھی پیدا ہوگا یہ خود بھی محال اور قرآن عظیم کے خلاف، فثبت المقصود والحمد للہ العلی الودود (مقصود ثابت ہوگیا اور حمد اللہ بلند اور محبت فرمانے والے کے لئے ہے۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن معاذ بن جبل حدیث ۳۲۶۲۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۵۸

[2] المعجم الکبیر " " " " ۱۲۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۶۸

تنبیہ: اقول فرق ہے دلیل سمعی کے مناط استحالہ ومظہر استحالہ ہونے میں، اول کے یہ معنی کہ استحالہ صدق آیت پر موقوف ہے یعنی ورود دلیل نے محال کیا، اگر سمع میں نہ آتا محال نہ تھا، اس تقدیر پر استحالہ شرعی ہوگا اور ثانی کا یہ حاصل کہ صدق آیت استحالہ پر موقوف یعنی اگر محال عقلی نہ مانئے تو مفاد آیت صادق نہیں آتا، یہ استحالہ عقلی ہوگا۔ فقیر نے ان تیرہ دلیل آخر میں یہی طریقہ برتا ہے، غایت یہ کہ کلام مقدمات مسلمہ پر مبنی ہوگا اس قدر دلیل کو عقلیت سے خارج نہیں کرتا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) حاصل یہ کہ آیات اثباتِ انّی اثبات ہیں نہ مناطِ ثبوت، والحمد ﷲ مالک الملکوت (تمام تر ملکوت کے مالک کی حمد ہے۔ ت) یہ بحمداللہ تینتیس دلیلیں ہیں کہ بعنایتہٖ تعالیٰ حاضر کی گئیں، اور اگر مورد استقصا کی وسعت ہوتی تو ہماری مراد دل سے امید زیادت تھی پھر بھی خیر

در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

(اگر خانہ میں کچھ ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔ ت)

واللہ الہادی الی الحق المبین والحمد ﷲ رب العالمین۔	اللہ تعالیٰ ہی روشن حق کی طرف رہنمائی فرمانے والا ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں (ت)

تنزیہ سوم[عہ]: رد ہذیانات امام وہابیہ میں

یا معشر المسلمین! ان ہمارے عنایت فرما مخالفین ھداھم اللہ تعالیٰ الی الحق المبین (اللہ تعالیٰ حق مبین کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے۔ ت) کا معاملہ سخت نازک، جملہ براہ سادگی ایک شخص کو امام بنایا

[عہ] **تنبیہ ضروری:** قطع نظر اس سے کہ ان کے امام کاروان کے نزدیک کا امام ہے، بنظر نفس واقعہ براہین بھی جس کے باعث یہ استفتا میرٹھ سے آیا اور حضرت مولانا دام ظلہ العالی نے یہ جواب ہادی صواب رقم فرمایا اس تنزیہ کا لکھنا نہایت ضروری تھا کہ اسی براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل (جس کی مطلوب تک رسائی نہیں۔ ت) کا یہ قول اسی امام الوہابیہ کی حمایت میں ہے، انوار ساطعہ نے اسی شخص کی طرف اشارہ کیا تھا کہ "کوئی جناب باری عزاسمہ کو امکان کذب کا دھبا لگاتا ہے"[1] اور براہین قاطعہ نے اسی کے رد و حمایت و حمیت جاہلیت میں لکھا "امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا الی آخر الجہالۃ الفاحشۃ"[2] تو اولاً بپاس امامت، ثانیاً بشرم حمایت ہر طرح ملا گنگوہی صاحب پر (بشرطیکہ یہ رسالہ قدسیہ دیکھ کر ہدایت نہ پائیں) اور بعلت

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] البراہین القاطعۃ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلا ساڈھور ص ۲

[2] الانوار الساطعۃ مع البراہین القاطعۃ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلا ساڈھور ص ۳،۲

اور پیشِ خویش آسمان بریں پر اٹھا کر رکھ دیا۔ اب اس کے خلاف کسی کی بات قبول ہونی تو بڑی بات، کان تک آئی اور طبیعت نے آگ لی، آہٹ ہوئی اور غصہ نے باگ لی، سننے سے پہلے ہی ٹھہرا لیا کہ ہرگز نہ سنیں گے، بگڑنے کی قسم بنائے نہ بنیں گے، ان ہٹوں کا پاس ہدایت سے یاس دلا رہا ہے۔ مگر پھر بھی اظہار حق کے بغیر چارہ کیا ہے ؎

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

(بات کا پہنچانا ضروری ہے میں نے وہ کر دیا اب تو میری بات سے نصیحت حاصل کر یا غصہ کر۔ت)

کاش خدا اتنی توفیق دے کہ اک ذرا دیر کے لئے تعصب و نفسانیت کو یاں رخصت دے، قائل امام طرفی ہے، معترض خصم فریق، ان حیثیتوں کے لحاظ سے نظر پاک کیجئے، پھر گوش ہوش کو اجازت شنیدن ہو، پھر میزان خرد کو حکم سنجیدن، اب اگر قول خصم قابل قبول ہو تو اتباع حق سے کیوں ناحق عدول ہو، ورنہ پھر وہی تم وہی تمہارے امام، جو بادہ آج بکام ہے کل بھی وہ جام، اس چند ساعت میں نہ کچھ بنے بگڑے نہ رنگ امامت جاتا ہوا اکھڑے، ہاں اسے وہ سوراخ جو سر کے دونوں جانب گوہر سماعت کے کان بنے ہو، جن پر ہوا کی موجیں غلطاں تھی سے، ۔۔ وہ ہو کر ہمیں نہیں پہنچا دیتے اور وہ سماعی برساتی اور ان قطرہ رقیق سیپوں میں ان سخی سخی بوندیوں سے سننے کے موتی بناتی ہیں، کیا کوئی تم میں القی السمع وھو شہید[1] (کان لگائے اور متوجہ ہو۔ت) کے قابل نہیں، ہاں اسے گوشت کے وہ صنوبری ٹکڑے جو سینہ کے بائیں پہلوؤں میں ملک بدن کے تخت نشین ہو جن کی سرکار میں آنکھوں کے عرض بیگی کانوں کے جاسوس بیرونی اخبار کے پرچے سناتے اور خرد کے وزیر فہم کے مشیر اپنی روشن تدبیر سے نظم و نسق کے بیڑے اٹھاتے ہیں، کیا تم میں کوئی یستمعون القول فیتبعون احسنہ[2] (کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بجدیت تجدت وشمت مکابرہ پر آئیں) اس تحریر کا جواب دینا بھی (اگر نفخ صور سے پہلے دے سکیں) نہایت ضروری و لازم ہے یہ تو کوئی مقتضائے غیرت نہیں کہ گھر بیٹھے حمایت امام کا بیڑا اٹھایئے اور جب شیر شرزہ کا نعرہ جانگداز سنئے امام کو چھوڑ کر حمایت سے منہ موڑیئے اور انی بری منک انی اخاف[3] (میں تجھ سے بری ہوں مجھے ڈر ہے۔ت) کی ٹھہرایئے۔ والسلام ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/۳۷
[2] القرآن الکریم ۳۹/۱۸
[3] ؍؍ ؍؍ ۵۹/۱۶

کا قائل نہیں؟ جان برادر بالیقین جان تعصب باطل واصرار عاطل کا وبال شدید ہے۔ آج نہ کھلا تو کل کیا بعید ہے، شب درمیان فردا لو کنا نسمع او نعقل[1] (اگر ہم سنتے یا سمجھتے۔ ت) کا ھذا یوم عصیب[2] (بڑی سختی کا دن ہے۔ ت) لا ان موعدھم الصبح ط الیس الصبح بقریب[3] (بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے، کیا صبح قریب نہیں۔ ت) اس دن رب ارجعون[4] لعلی اعمل صالحا (اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں۔ ت) کا جواب کلا[5] (ہرگز نہیں۔ ت) ہوگا اور طعن سے امان الم یاتکم نذیر[6] (کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔ ت) کے جگر دوز تیر میں ملا کا پتا، ابھی سویرا ہے ہوش سنبھالو، آنکھیں مل ڈالو، راستہ سوجھنے کی راہ نکالو، چل تو دئے، یہ بھی دیکھتے ہو کہ اس جھکی اندھیری میں کس کے پیچھے ہو، جس نے نہ صرف ایک مسئلہ کذب باری بلکہ خوارج، روافض، معتزلہ، مرجیہ، نجاریہ، کرامیہ وغیرہم طوائف ضالہ کی بدعات شنیعہ اور ان کے علاوہ صدہا ضلالات قبیحہ قطعیہ کی خندقیں جھنکائیں، اور تمہیں ان قعر مظلم کردہ ستم لغزشوں کی خبر تک نہ ہوئی، چشم فہم میں وہ بلا کی نیندیں جھک آئیں اور پھر گمان یہ کہ اس بیہودہ راہ کا ہادی مآل ہیہات ہیہات کہاں ہدایت اور کہاں یہ چال،

؎ اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الہالکینا

(جب کوّا کسی قوم کا رہبر ہو تو وہ انھیں ہلاکت کی راہ پر ہی لے جائیگا۔ ت)

لہٰذا اپنی حالت پر رحم کرو قبل اس کے کہ پھر معذرت ربنا ھؤلاء اضلونا[7] (اے ہمارے رب! انھوں نے ہم کو بہکایا تھا۔ ت) کام نہ آئے اور لا تختصموا لدی[8] (میرے پاس نہ جھگڑو۔ ت) کی غضب جھنجھلاہٹ اذ تبرأ الذین اتبعوا[9] (جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں سے۔ ت) کا رنگ دکھائے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین[10] (اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔ ت) فقیر اس تمہید حمید وتہدید رشید کو اپنا شفیع بنا کر مجال مقال میں قدم دھرتا اور دو ٹوٹے دوڑتے نازک طبعوں گراں سمعوں، بیچیں جبینوں، ناتواں بینوں سے کچھ

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/۱۰
[2] القرآن الکریم ۱۱/۷۷
[3] 〃 〃 ۱۱/۸۱
[4] 〃 〃 ۲۳/۹۹ و ۱۰۰
[5] 〃 〃 ۲۳/۱۰۰
[6] 〃 〃 ۶۷/۹
[7] 〃 〃 ۷/۳۸
[8] 〃 〃
[9] 〃 〃 ۲/۱۶۶
[10] 〃 〃

عرض کرتا ہے ؎

کہنے کو ان سے کہتا ہُوں احوالِ دل مگر
ڈر ہے کہ شانِ ناز پہ شکوہ گراں نہ ہو

یاایہا القوم! ان حضرت امامِ اول وہابیت ہندیہ معلم ثانی طوائف نجدیہ کو اپنی اُپج کا مزہ مقدم تھا جیسا کہ روی میں اُبلنے کا عالم تھا، زبان کے آگے بارہ بل چلتے، جب اُبلتے پھر کیا کسی کے سنبھالے سنبھلتے، جدھر جا نکلے مسجد ہو یا دیر قدم رکھنے سے پُورا بیر ؎

گہ بُت شکنی گاہ بمسجد زنی آتش　　　از مذہب تو کافر مسلماں گلہ دارد

(کبھی تو بُت توڑتا ہے اور کبھی مسجد جلاتا ہے، تیرے مذہب سے کافر و مسلمان دونوں کو گلہ ہے)

اسی لئے حضرت کی ایک کتاب میں جو کفر ہے دُوسری میں ایمان، آج جو ولی ہے کل پکا شیطان، ایک آنکھ سے راضی دوسری سے خفا، ایک پر میں زہر دوسرے میں شفا، دُور کیوں جائیے ایک ہاتھ پر خدا لا ایک پر تقویت رکھ لیجئے، ایک دوسری کا رد کر دے تو سہی اب ایک بڑی مصلحت سے جس کے لئے حضرت نے اپنی تصانیف میں بڑے بڑے پانی بندھے اور پیچ خوش آہستہ آہستہ سب سامان کر لئے جسے فقیر نے اپنے مجموعہ مبارکہ البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ مجلد سوم فتاوٰی فقیر مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں مفصل و مدلل بیان کیا، یہ سُوجھی کہ وُہ مطلب نہ نکلے گا جب تک اللہ تعالے کا وجوب صدق باطل نہ ہو لہذا رسالہ "یکروزی" میں امکانِ کذب کے قائل ہوئے اور اس بیہودہ دعوے کے ثبوت کو ہزار جان کنی وُہ ہذیان بین البطلان ظاہر کئے:

ہذیان اول امام وہابیہ: اگر کذبِ عہ الٰہی محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالے عجز ثابت عہ

عہ اب الحمد للہ وہ بارھواں ہے ۱۲

عہ علمائے دین نے جو ارشاد فرمایا کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، حضرت اس کے رد میں یُوں اپنا خبثِ نفس ظاہر کرتے ہیں:

قولہ وہو محال لانہ نقص والنقص علیہ	قولہ یہ محال ہے کیونکہ نقص ہے اور اللہ تعالٰی پر
تعالٰی محال، اقول اگر مراد از محال ممتنع	نقص محال ہے اقول اگر محال سے مراد ممتنع بذاتہ
لذاتہ است کہ تحت قدرتِ الٰہیہ داخل نیست	ہے جو قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل نہیں تو ہم نہیں
پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد	مانتے کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور ہوگا کیونکہ

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

بولنے پر قادر نہ ہوگا حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ سے بڑھ گئی، یہ محال ہے تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو۔

ایہا المسلمون! حفظکم اللہ شر المفتون (اے اہل اسلام، اللہ تعالیٰ تمہیں اس خطرناک شر سے محفوظ فرمائے۔ ت) ذرا بنظر انصاف اس اغوائے عوام وطغوائے تمام کو غور کرو کہ اس جیسی کی گٹھڑی میں کیا کیا زہر کی پڑیاں بندھی ہیں۔

اوّلاً دھوکا دیا کہ آدمی تو جھوٹ بولتے ہیں خدا نہ بول سکے تو قدرت انسانی اس کی قدرت سے زائد ہو حالانکہ اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال واقوال واوصاف واحوال سب جناب باری عزوجل کے مخلوق ہیں، قال المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ:

واللہ خلقکم وما تعملون[1] تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولیٰ عزوجل ہی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ وتکوین کے پلک مار سکے، انسان کا صدق وکذب کفر ایمان طاعت عصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا، اور اسی کی عظیم قدرت عظیم ارادت سے واقع ہوتا ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی ست، کذب مذکور آرے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیرست، ولہذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می‌شمارند اھ[2]

یہ قضیہ غیر مطابق للواقع ہے اور اس کا القاء ملائکہ اور انبیاء پر قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں، ورنہ لازم آئے گا کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے زائد ہوجائے کیونکہ قضیہ غیر مطابق للواقع، اور اس کا القاء مخاطبین اکثر افراد انسانی کی قوت میں ہے، ہاں کذب مذکور اس کی حکمت کے منافی ہے لہذا یہ ممتنع بالغیر ہے اور اسی لئے عدم کذب کو اللہ تعالیٰ کے کمالات سے شمار کرتے ہیں (ت)

بقیہ عبارت سراپا شرارت زیر ہذیان دوم آئے گی ۱۲ عفا اللہ تعالیٰ عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۹۶

[2] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین ۝[1] تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار ہے سارے جہان کا۔

ع اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا

سه ماشئت کان وماتشئ ویکون لاما یشاء الدھر والاملاک

(جو تو نے چاہا ہو گیا جو آپ چاہیں گے وہ ہو جائے گا، نہیں ہوگا جو دہر و املاک چاہیں گے۔ت)

پھر کتنا بڑا فریب دیا ہے کہ آدمی کا فعل قدرت الٰہی سے جدا ہے یہ خاص اشقیائے معتزلہ کا مذہب نامہذب ہے قرآن عظیم کا مردود و مکذب۔

ثانیاً **اقول** اس ذی ہوش سے پوچھو انسان کو اپنا بڑا جھوٹ بولنے پر قدرت ہے یا معاذ اللہ اللہ عزوجل سے بلوانے پر، پھر قدرت بڑھنا تو جب ہوتا کہ اللہ تعالٰی آدمی سے جھوٹ بلوانے پر قادر ہو کر اپنے کذب پر قادر نہ ہو تو انسان کو اس عزیز جلیل کے کذب پر کب قدرت تھی کہ قدرت الٰہی سے اس کی قدرت زائد ہوگئی ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور[2] جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ت

عـه **فائدہ عائدہ ضروری الملاحظہ:** ایہا المسلمون یہ ظاہر کہ قدرت بڑھنے کے یہ معنی کہ ایک شے پر اسے قدرت ہے اُسے نہیں، ورنہ جس شے پر قدرت ہے وہ تو اُس کی قدرت میں بھی داخل، مگر ایک اور چیز اس کی قدرت سے خارج جو ہرگز اس کی قدرت میں بھی داخل نہ تھی اسے قدرت بڑھنا کوئی مجنون ہی کہے گا، یہاں بھی دو چیزیں ہیں، ایک کذب انسانی وہ قدرت انسانی میں مجازاً ہے اور قدرت ربانی میں حقیقۃً، دوم کذب ربانی اس پر قدرت انسانی نہ قدرت ربانی، تو انسان کی قدرت کس بات میں معاذ اللہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی کی قدرت سے بڑھ گئی، ہوا یہ کہ ملاجی نے بنہایت سفاہت و غباوت کہ تقاضائے عادت اہل بدعت ہے یوں خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے، اور بعینہٖ یہی لفظ جناب حضرت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہئے ورنہ جو چیز مقدور انسان تھی مقدور حق نہ ہوئی، ختم الٰہی کا ثمرہ کہ دونوں جگہ اپنے اپنے کا لفظ دیکھ لیا اور فرق معنی اصلاً نہ جانا، ایک جگہ اپنے سے مراد ذات انسان ہے دوسری جگہ ذات رحمٰن جل وعلا، پھر جو شے قدرت انسانی میں تھی قدرت ربانی سے کب خارج ہوئی، کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار[3] ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/۸۱

[2] القرآن الکریم ۴۰/۲۴

[3] 〃 〃 ۳۵/۴۰

ثالثاً حضرت کو اسی "یکروزی" میں یہ تسلیم روزی کہ کذب عیب و منقصت ہے اور بیشک باری عزوجل میں عیب و نقصان آنا محال عقلی۔ اور ہم اسی رسالہ کے مقدمے میں روشن کر چکے کہ محال پر قدرت ماننا اللہ عزوجل کو سخت عیب لگانا بلکہ اس کی خدائی سے منکر ہو جانا ہے۔ حضرات مبتدعین کے معلم شفیق ابلیس خبیث علیہ اللعن نے یہ عجز و قدرت کا نیا شگوفہ ان دہلوی بہادر سے پہلے ان کے مقتدا ابن حزم فاسد العزم فاقد الحزم ظاہری المذہب ردی المشرب کو بھی سکھایا تھا کہ اپنے رب کا ادب و اجلال یکسر پس پشت ڈال کتاب الملل والنحل میں بک گیا کہ انہ تعالیٰ قادر ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر لکان عاجزا[1] یعنی اللہ تعالیٰ اپنے لئے بیٹا بنانے پر قادر ہے کہ قدرت نہ مانو تو عاجز ہوگا۔

تعالی اللہ عما یقولون الظالمون علوا کبیرا
لقد جئتم شیئا ادا ○ تکاد السموٰت یتفطرن
منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ○
ان دعوا للرحمٰن ولدا ○ وما ینبغی للرحمٰن
ان یتخذ ولدا ○[2]

ظالم جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند ہے۔
بیشک تم حد کی بھاری بات لائے، قریب ہے کہ
آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے
اور پہاڑ گر جائیں ڈھے کر اس پر کہ انہوں نے رحمٰن
کے لئے اولاد بتائی اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد
اختیار کرے۔ (ت)

سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی مطالب وفیہ میں ابن حزم کا یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں:

فانظر اختلال ھذا المبتدع کیف غفل
عما یلزم علی ھذہ المقالۃ الشنیعۃ من
اللوازم التی لا تدخل تحت وھم وکیف
فاتہ ان العجز انما یکون لو کان القصور جاء
من ناحیۃ القدرۃ اما اذا کان لعدم
قبول المستحیل تعلق القدرۃ فلا یتوھم
عاقل ان ھذا عجز[3]

یعنی اس بدعتی کی بدحواسی دیکھنا کیونکر غافل ہو
کہ اس قول شنیع پر کیا کیا قباحتیں لازم آتی ہیں
جو کسی وہم میں نہ سمائیں اور کیونکر اس کے فہم سے
گیا کہ عجز تو جب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے
آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق
قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل
کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔

---

[1] الملل والنحل لابن حزم

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۸۹ تا ۹۲

[3] المطالب الوفیہ لعبد الغنی النابلسی

اسی میں فرمایا:

وبالجملة فذلك التقدير الفاسد يؤدي الى تخليط عظيم لا يبقى معه شيء من الايمان ولا من المعقولات اصلاً۔[1]

یعنی یہ تقدیر فاسد (کہ باری عزوجل محالات پر قادر ہے) وہ سخت ملاجگی و برہمی کا باعث ہوگی جس کے ساتھ نہ ایمان کا نام رہے نہ اصلاً احکام عقل کا نشان۔

اسی میں فرمایا:

وقد ظهر لابن حزم هذیان من البطلان لیس له قدوة ومن بین الاشیاخ الضلالة ابلیس۔[2]

یعنی مسئلہ قدرت میں ابن حزم سے وہ بہکی بہکی بات کھلی باطل واقع ہوئی جس میں اس کا کوئی پیشوا نہیں بجز سردار گمراہی ابلیس۔

کنز الفوائد میں ہے:

القدرة والارادة صفتان مؤثرتان والمستحیل لا یمکن ان یتأثر بهما اذ یلزم من صح ان یجوز تعلقهما باعدام نفسهما واعدام الذات العالیة واثبات الالوهیة لما لا یلیق بها من الحوادث وسلبها عن مستحقها جل وعلا فای قصور وفساد ونقص اعظم من هذا وهذا التقدیر یؤدی الی تخلیط عظیم وتخریب جسیم لا یبقی معه عقل ولا نقل ولا ایمان ولا کفر ومعرفة بعض الاشقیاء من المبتدعة من هذا اصرح بتنقیصه فانظر الی هذا المبتدع کیف عمی یلزم علی هذا القول

یعنی قدرت اور ارادہ دونوں صفتیں مؤثر ہیں اور محال کا ان سے متاثر ہونا ممکن نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت و ارادہ اپنے نفس کے عدم اور خود اللہ تعالیٰ کے عدم اور مخلوق کو خدا کر دینے اور خالق سے خدائی چھین لینے ان سب باتوں سے متعلق ہو سکے اس سے بڑھ کر اور کیا قصور و فساد و نقصان ہوگا، اس تقدیر پر وہ سخت درہمی اور عظیم خرابی لازم آئے گی جس کے ساتھ نہ عقل رہے نہ نقل، نہ ایمان نہ کفر، اور بعض اشقیاء بدمذہب کو جو یہ مرض سوجھا تو صاف لکھ گیا کہ ایسی بات پر خدا قادر ہے اب اس بدعتی کا اندھا پن دیکھو کیونکر اسے نہ سوجھیں وہ شناعتیں جو اس برے قول پر لازم آئیں گی جن کی طرف

---

[1] المطالب الوفیہ لعبد الغنی النابلسی

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

السقیم من الاوہام التی لا یتطرق الیہ الوہم۱؎	وہم کو بھی راستہ نہیں

مسلمان انصاف کرے کہ یہ تشنیعیں جو علامہ سغناقی بمذہب ابن حزم پر کیں، اس بدمشرب عدیم الحزم سے کتنی بچ رہیں،

کذٰلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم۲؎، وان اللّٰہ لا یھدی کید الخائنین۳؎	ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات، ان کے اُن کے دل ایک سے ہیں، اور اللہ دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ (ت)

سراً اقول والعزۃ للہ، اگر وہابی ملا کی یہ دلیل سچی ہو تو دو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بے شمار خدا ممکن ہوجائیں، وجہ سنیے جب یہ قرار پایا کہ آدمی جو کچھ کرسکے خدا بھی اپنی ذات کے لئے کرسکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہمبستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرتِ انسانی میں ہے تو واجب کہ ملاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کرسکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہو چکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے، امام وہابیہ نے قطعاً جائز مان لیں، آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا ہے، وہ کون سی ذلت وخواری باقی رہی ہے جس کے باعث انھیں ناممکن ہوگا بلکہ یہاں اگر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں بزعم ملاجی سب کے سب اسی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائیگا، آخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یوں کہ منی ناقابل عقد وانعقاد یا مزاج رحم میں کوئی فساد یا خلل آسیب مانع اولاد تو جب خدائی ہے کیا ان موانع کا ازالہ نہ کرسکے گا، بہرحال جب امور سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعاً ممکن اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا، قال اللہ تعالٰی،

ع قل ان کان للرحمٰن ولدٌ فانا اول	تو فرما اگر رحمن کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے

ع: حملہ السدی علی الظاہر وعلیہ عول فی تکملۃ الفاتیح والبیضاوی والمدارک وارشاد العقل وغیرھا ولاشک انہ صحیح صاف لاغبار علیہ فای حاجۃ الی ارتکاب تاویلات بعیدۃ ۱۲ منہ۔	ع: سدی نے اسے ظاہر پر محمول کیا اور اسی پر اعتماد ہے تکملۃ الفاتح، بیضاوی، مدارک اور ارشاد العقل وغیرہا میں، اور بیشک یہ صحیح صاف ہے اس پر کچھ غبار نہیں تو پھر تاویلات بعیدہ کے ارتکاب کی کیا حاجت ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کنز الفوائد

[2] القرآن الکریم ۲/۱۱۸

[3] القرآن الکریم ۱۲/۵۲

العٰبدین[1]	پُوجنے والا ہوں۔

تو قطعاً دو خدا کا امکان ہوا اگرچہ منافی غیرت ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن تو کروڑوں ممکن کہ قدرتِ خدا کو انتہا نہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خامساً مُلّائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے۔ پیشاب کرتا ہے۔ آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کرلے، سُننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے۔ آدمی قادر ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلالے، خاک پر لیٹے کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہوجائے، وہابی بن جائے۔ مگر مُلّائے ملام کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کرسکتا ہوگا ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا،

اقول غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھتا ہے نہ کرسکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، کرسکا تو ناقص، ناقص خدا نہیں، محتاج ہو، محتاج خدا نہیں، ملوث ہوا ملوث خدا نہیں، تو شمس اس کا اظہر و ازہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول ابتر حقیقۃً انکار خدا کی طرف منجر،

ما قدروا اللہ حق قدرہٖ[2] و نعوذ باللہ من ضلال الشیطٰن۔	انھوں نے اللہ تعالٰی کی سچی قدر نہیں کی۔ اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالٰی کی پناہ۔ (ت)

مگر سبحان ربنا ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزّہ، عالم اور عالم کے اعیان اعراض ذوات صفات اعمال اقوال خیر شر صدق کذب حسن قبیح سب اسی کی قدرت کاملہ وارادۂ ازلیہ سے ہوتے ہیں نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر نہ اپنے لئے کسی عیب ومنقصت پر قادر ہونا اس کی شان قدوسی کے لائق و درخور،

تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوًا کبیرًا ○ وسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا، والحمد للہ حمدًا کثیرًا۔	اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح وشام اللہ تعالٰی کی تقدیس و پاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالٰی کے لئے ہے (ت)

ثم **اقول** ذہن فقیر میں ان پانچ کے علاوہ دو بیان مذکور پر اور ابحاث دقیقہ کلامیہ ہیں جن کے ذکر کے لئے مخاطب قابلِ فہم و قابل درکار، نہ وہ حضرات جن میں اجلہ و اکابر کا مبلغ علم سیدھی

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/۸۱

[2] 〃 〃 ۲۲/۷۴

24 نقل عبارت مشکوٰۃ وغیرہ ہی سنا کر اجازت داد و سند تا بہ اذن و اصابع چہ رسد، امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم واللہ الہادی وولی الایادی (ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم لوگوں کی عقل کے مطابق کلام کریں، اللہ تعالٰی ہی ہادی اور مدد کا مالک ہے۔ ت)

ہذیان دوم مولائے نجدیہ:

عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند و او را جل شانہ بآں مدح می کنند بخلاف اخرس و جماد کہ ایشاں را کسے بعدم کذب مدح نمی کند و پر ظاہر است کہ صفت کمال ہمیں ست کہ شخصے قدرت بر تکلم بکلام کاذب میدارد و بنا بر رعایت مصلحت و مقتضی حکمت بتنزہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب نمی نماید ہماں شخص ممدوح می گردد بسلب عیب کذب و اتصاف بکمال صدق بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد و تکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد یا قوت متفکرہ او مسلوب شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع نمی تواند کرد یا شخصے کہ ہرگاہ کلام صادق سے گوید کلام مذکور ازو صادر سے گردد و ہرگاہ کہ ارادہ تکلم بکلام کاذب می نماید آواز او بند سے گردد یا زبان او ماؤف می شود یا کسے دیگر دہن او را بند می نماید یا حلقوم او را خفہ می کند یا کسے کہ چند قضایا صادقہ را یاد گرفتہ است و اصلا بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت نمی دارد و بنا علیہ کلام کاذب ازو صادر نمے گردد ایں اشخاص مذکورین نزد عقلاء قابل مدح نمی نشینند بالجملہ عدم تکلم بکلام کاذب تنزہا عن عیب الکذب و تحرزا عن التلوث بہ از صفات مدح است و بنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب ہیچ گونہ از صفات مدائح نیست یا مدح آں بسیار

عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں اور اس جل شانہ کی اس کے ساتھ مدح کرتے ہیں بخلاف گونگے اور جماد کے، ان کی کوئی عدم کذب سے مدح نہیں کرتا اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ کمال یہی ہے کہ ایک شخص جھوٹے کلام پر قادر تو ہو لیکن بنا بر مصلحت اور بتقاضائے حکمت تقدس جھوٹ کلام کا ارتکاب اور اظہار نہ کرے ایسا شخص ہی سلب عیب کذب سے ممدوح اور کمال صدق سے متصف ہوگا بخلاف اس کے جس کی زبان ہی ماؤف ہو اور جھوٹا کلام کر ہی نہیں سکتا یا اس کی سوچ و فکر کی قوت فاسد ہو کہ قضیہ غیر مطابق للواقع کا انعقاد نہیں کرسکتا یا ایسا شخص ہے جو کسی جگہ سچا کلام کرتا ہے اس سے وہ صادر ہوتی ہے اور جس جگہ جھوٹا کلام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی آواز بند ہوجاتی ہے یا اس کی زبان ماؤف ہوجاتی ہے یا کوئی اس کا منہ بند کردیتا ہے یا اس کا کوئی گلا دبا دیتا ہے یا کسی نے چند سچے جملے رٹ لئے ہیں اور وہ دیگر جملوں پر کوئی قدرت ہی نہیں رکھتا اور اسی بنا پر اس سے جھوٹ صادر ہی نہیں ہوتا، یہ مذکور لوگ عقلاء کے نزدیک قابل مدح نہیں ہیں بالجملہ عیب کذب سے بچنے اور اس میں ملوث ہونے سے محفوظ رہنے کےلئے جھوٹی کلام کا عدم تکلم صفات مدح میں سے ہے اور

اودون ست از مدح اول انتہی بلفظہ از یکروزی[1]۔ عاجز ہونے کی وجہ سے کلام کاذب سے بچنا کوئی صفتِ مدح میں سے نہیں یا اس کی مدح ہو بھی تو پہلے سے کم ہوگی (یکروزی پر عبارت ختم ہوئی)۔ (ت)

اس تطویل لاطائل و تذییل لاحاصل کا یہ حاصل ہے کہ عدم کذب اللہ تعالٰی کے کمالات و صفات مدائح سے ہے اور صفتِ کمال و قابلِ مدح یہی ہے کہ متکلم باوجود قدرت بلحاظ مصلحت عیب و آلائش سے بچنے کو کذب سے باز رہے، نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے، گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا تو لازم کہ کذب الٰہی مقدور و ممکن ہو۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اس ہذیان شدید الطغیان کے شنائع و مفاسد حد شمار سے زائد مگر ان آستینوں بدنگاہیوں پر جو تازیانے جنگاہ اولیں ذہن فقیر میں حاضر ہوئے پیش کرتا ہوں وباللہ العصمۃ فی کل حرف وکلمۃ (ہر حرف اور کلمہ میں اللہ کی عصمت ہے۔ ت)

تازیانہ ۱: اقول العزۃ للہ والعظمۃ للہ وللہ الذی لا الٰہ الا ھو (عزت اللہ تعالٰی کے لئے اور عظمت اللہ تعالٰی کے لئے ہے، اللہ تعالٰی کی ذات وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ت) کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا[2] (کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ ت) للہ! یہ ظلم شدید و ضلال بعید تماشا کرنی ہے کہ ادھر تو اپنی زبان سے کذب کو عیب و لوث کہتا جاتا ہے پھر اسے باری عزوجل کے لئے ممکن بتاتا اور اللہ کے جھوٹ نہ بولنے کی وجہ یہ ٹھہراتا ہے کہ حکیم ہے اور مصلحت کی رعایت کرتا ہے لہذا ترفعاً عن عیب الکذب وتنزہاً عن التلوث بہ یعنی اس لحاظ سے کہ کہیں عیب و لوث سے آلودہ نہ ہو جاؤں کذب سے بچتا ہے، دیکھو صاف صریح مان لیا کہ باری عزوجل کا عیب دار و ملوث ہونا ممکن، وہ چاہے تو ابھی عیبی و ملوث بن جائے، مگر یہ امر حکمت و مصلحت کے خلاف ہے اس لئے قصداً پرہیز کرتا ہے تعالی اللہ عما یقولون علواً کبیراً (اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے جو یہ کہتے ہیں۔ ت) اور خود سرے سے اصل جانے تو دوسری دیکھئے، خلاصے متبوع کا یہ افادہ مقدود اسی کلام امام کے رد میں ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص باری تعالٰی پر محال، اس کے جواب میں فرماتے ہیں، محال بالذات ہونا ہمیں تسلیم نہیں بلکہ ان دلیلوں (یعنی دونوں ہذیانوں) سے ممکن ہے تو کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب و آلائش کا خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر! کیا نیم گردش چشم میں تمام عقائد تنزیہ و تقدیس کی جڑ کاٹ گیا۔ عاجز، جاہل،

---

[1] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۴۷، ۱۴۸

[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

احمق، کاہل، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا، کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، پیدا ہونا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا بلکہ مرجانا، مرکے پھر پیدا ہونا سب جائز ہوگیا، غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولیٰ عزوجل پر نقص و عیب محال بالذات ہیں، دفعۃً سب باطل و بے دلیل ہو کر رہ گئے۔ فقیر نے تنزیہ دوم میں زیر دلیل اول ذکر کیا کہ یہ مسئلہ کیسی عظمت والا اصل دینی تھا جس پر ہزارہا مسائل ذات و صفات باری عزوجل متفرع تھے، اسی ایک کے انکار کرتے ہی وہ سب ڈھ گئے، وہیں شرح مواقف سے گزرا کہ ہمارے لئے معرفت صفات باری کی طرف کوئی راستہ نہیں مگر افعال الٰہی سے استدلال یا یہ کہ اس پر عیوب و نقائص محال، اب یہ دوسرا راستہ تو تم نے تو بند کردیا، رہا پہلا یعنی افعال سے دلیل لانا کہ اس نے ایسی عظیم چیزیں پیدا کیں اور ان میں یہ حکمتیں ودیعت رکھیں، تو لاجرم ان کا خالق بالبداہۃ علیم و قدیر و حکیم و مرید ہے۔

اقول: اولاً یہ استدلال صرف انھیں صفات کمال میں جاری جن سے خلق و تکوین کو علاقہ، رہی باقی ہزارہا مسائل صفات ثبوتیہ و سلبیہ پر دلیل کہاں سے آئے گی، مثلاً مصنوعات کا ایسا بدیع و وسیع ہونا ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ ان کا صانع صفت کلام یا صفت صدق سے بھی متصف یا نوم و اکل و شرب سے بھی منزہ ہے۔

ثانیاً جن صفات پر دلالت، وہاں وہاں بھی صرف ان کے حصول پر دال، نہ یہ کہ ان کا حدوث ممتنع یا زوال محال مثلاً اس نظم حکیم و عظیم بنانے کے لئے بیشک علم و قدرت و ارادہ و حکمت درکار مگر اس سے صرف بنانے وقت ان کا ہونا ثابت، ہمیشہ سے ہونے اور ہمیشہ رہنے سے دلیل ساکت، اگر دلائل سمعیہ کی طرف چلئے۔

اقول: اولاً بعض صفات سمع پر متقدم ان کا سمع سے اثبات دور کو مستلزم۔

ثانیاً سمع بھی صرف گنتی کے سلوب و ایجابات میں وارد، ان کے سوا ہزاروں مسائل کس گھر سے آئیں گے مثلاً نصوص شرعیہ میں کہیں تصریح نہیں کہ باری عزوجل اعراض و امراض و بول و براز سے پاک ہے، اس کا ثبوت کیا ہوگا۔

ثالثاً نصوص بھی فقط وقوع و عدم پر دلیل دیں گے، وجوب و استحالہ و ازلیت و ابدیت کا پتا کہاں چلے گا مثلاً بکل شیئ علیم[1] علیٰ کل شیئ قدیر[2] (سب کچھ جانتا ہے۔ ہر شیئ پر قادر ہے۔ ت) سے بیشک ثابت کہ اس کے لئے علم و قدرت ثابت، یہ کب نکلا کہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے، اور ان کا زوال اسی

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/۲

[2] " " ۲۰/۲

سے محال، یونہی وھو یطعم ولا یطعم[1] (اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے۔ ت) اور لاتأخذہ سنۃ ولا نوم[2] (اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ ت) کا اتنا حاصل کہ کھاتا پیتا سوتا اونگھتا نہیں، نہ یہ کہ یہ باتیں اس پر ممتنع، ہاں ہاں ان سب امور پر دلالت قطعی کرنے والا ان تمام دلائل ازلیت و احدیت و وجوب و غنائے تام پر ابد کامل ٹھیک اترنے والا ہزاروں ہزار مسائل صفات ثبوتیہ و سلبیہ کے اثبات کا یکبارگی سچا ذمہ لینے والا مخالف ذی ہوش غیر مجنون و مدہوش کے منہ میں دفعۃً بھاری پتھر دے دینے والا نہ تھا مگر وہی ذی یقینی عقلی بدیہی اجماعی ایمانی مسئلہ کہ باری تعالی پر عیب و منقصت محال بالذات، جب یہی ہاتھ سے گیا سب کچھ جاتا رہا، اب نہ دین ہے نہ نقل نہ ایمان نہ عقل۔

انا للہ وانا الیہ راجعون[3] ○ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار[4]

ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر (ت)۔

ہاں وہابیہ نجدیہ کو دعوت عام ہے اپنے مرواسۂ مسلّم و امام مقدم کا یہ ہذیان امکان ثابت مان کر ذرا بتائیں تو کہ ان کا معبود بول و براز سے بھی پاک ہے یا نہیں، حاشا نہ امتناع تو امتناع عدم وقوع کے بھی لالے پڑیں گے، آخر قرآن و حدیث میں تو کہیں اس کا ذکر نہیں، اور [illegible] سے نفی پر دلیل، اگر اجماع مسلمین کی طرف رجوع لائیں اور بیشک اجماع ہے مگر جان برادر! یہ بیشک ہم نے وہی کہا کہ یہ عیب ہیں اور عیب سے تنزیہ ہر مسلمان کا ایمان، تو قطعاً کوئی مسلم ان امور کو روا نہ رکھے گا، جب عیب سے تلوث ممکن ٹھہرا تو اب ثبوت اجماع کا کیا ذریعہ رہا، کیا نقل و روایت سے ثابت کرو گے، حاشا نقل اجماع درکنار، مستفاد خلفا کتابوں میں اس مسئلے کا ذکر ہی نہیں، اگر کہئے بول و براز کا وقوع ایسے آلات جسمانیہ پر موقوف جن سے جناب باری منزہ، تو اوّلاً ان آلات سے بطور آلات نہ اجزائے ذات ہونے کے استحالہ پر سوا اس وجوب تنزہ کے کیا دلیل جسے تمہارا امام و مولی رو بیٹھا۔

ثانیاً توقف ممنوع، آخر بے آلات زبان و مردمک و پردۂ گوش کلام و بصر و سمع ثابت، یونہی بے آلات

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴
[2] " " ۲/ ۲۵۵
[3] " " ۲/ ۱۵۶
[4] " " ۴۰/ ۳۵

بدل و برائے کون مانع، اسی طرح لاکھوں کفریات لازم آئیں گے کہ تمھارے امام کا وہ بہتان امکان تسلیم ہوکر قیامت تک ان سے مفر نہ ملے گی،

کذٰلک لیحق الحق ویبطل الباطل — اسی طرح کہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا
ولو کرہ المجرمون[۱] — اگرچہ برا مانیں مجرم۔ (ت)

مسلمانوں نے دیکھا کہ اس طائفہ تالفہ کے سردار و امام مدعی اسلام نے کیا ظلم بویا اور کیا بیج کھویا اور لاکھوں عقائد اسلام کو کیسے ڈبویا، ہزاروں کفر شنیع و ضلال فظیع کا دروازہ کیسا کھولا کہ اس کا مذہب مان کر کبھی بند نہ ہوگا، پھر دعوٰی یہ ہے کہ دنیا بھر میں ہمیں موحد ہیں باقی سب مشرک، سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعوٰی، وناقص و معیبی و ملوث خدا کے پوجنے والے! کس منہ سے اپنے تراشیدہ موہوم کو حضرت حق سبحانہ کہتا ہے، سبحان اللہ وہی تو سبحانہ کے قابل جس میں دنیا بھر کے عیبوں آلائشوں کا امکان حاصل، العزۃ للہ میں اپنے رب ملک سبوح قدوس عزیز مجید عظیم جلیل کی طرف ہزار جان وصد ہزار جان براءت کرتا ہوں تیرے اس معیبی آلائشی تراشیدہ معبود اور اس کے سب پوجنے والوں سے۔ مسلمانو! تمھارے رب کی عزت و جلال کی قسم کہ تمھارا سچا معبود جل وعلا، وہ پاک و منزہ و سبوح و قدوس ہے جس کے لئے تمام صفات کمالیہ ازلاً ابداً واجب للذات اور اصلاً کسی عیب و لوث سے ملوث ہونا جزماً قطعاً محال بالذات، اس کی پاک قدرت اس ناپاک شناعت سے بری و منزہ کہ معاذ اللہ اپنے معیبی و ناقص بنانے پر حاصل ہو، نعم المولٰی و نعم النصیر[۲] (کیا ہی اچھا مولا اور کیا ہی اچھا مددگار۔ ت)

یہ ملائے ملوم کا مولائے موہوم تھا جو اپنے لئے عیب و فواحش پر قدرت تو رکھتا ہے مگر لوگوں کے شرم و لحاظ یا ہمارے سچے خدا کے قہر و غضب سے ڈر کر باز رہتا ہے،

ضعف الطالب والمطلوب[۳] لبئس المولٰی و — کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا، بیشک کیا ہی برا
لبئس العشیر[۴] — مولٰی اور بیشک کیا ہی برا رفیق۔ (ت)

او سفیہ ملوم کذب ملازم الوہیت و منقصت باہم اعلٰی درجہ تنافی پر ہیں، الوہی ہے جس کے لئے جمیع صفات

---

[۱] القرآن الکریم ۸/۸
[۲] ؍ ؍ ۲۲/۷۸
[۳] ؍ ؍ ۲۲/۷۳
[۴] ؍ ؍ ۲۲/۱۳

کمال واجب لذاتہ ہوں تو کسی عیب سے اتصاف ممکن ماننا زوالِ الوہیت کو ممکن جاننا ہے پھر خدا کب رہا، ولکن الظّٰلمین باٰیٰت اللہ یجحدون[1] (بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ ت) عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی تفسیر کبیر سے منقول ہوگا کہ باری تعالٰی کے لئے امکانِ ظلم ماننے کا یہی مطلب کہ اس کی خدائی ممکن الزوال ہے، میں گمان نہیں کرتا کہ اس بیباک کی طرح مسلمانوں کی تو خدا امان کرے، کسی مجنون کافر نے بھی بے دھڑک تصریح کردی ہو کہ عیب ذاتِ خدا میں تو آسکتے ہیں مگر بطور ترفع یعنی مشیخت بنی رکھنے کے لئے ان سے دور رہتا ہے ——

صدق اللہ (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ ت):

ومن اصدق من اللہ قیلا[2] فانّھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[3] والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی	اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی، بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (ت)

ثم **اقول** طرفہ تماشا ہے کہ خدا کی شان، معلم طائفہ کا تو وہ ایمان کہ خدا کے لئے ہر عیب کا امکان اور ارباب طائفہ ہیں بے وقت کی چھیڑ کر ناحق جھلکاتی کہ تمام امت[4] کے خلاف حق تعالٰی کے عجز پر عقیدہ ٹھہرانا تو مؤلف کے پیشوایانِ دین کا ہے مؤلف اس پر اظہار راضی بھی نہیں کرتا[عہ] حضرت ذرا گھر کی خبر لیجئے وہاں مولائے طائفہ عجز و جہل و ظلم و بخل و سفہ و ہزل وغیرہا دنیا بھر کے عیب و نقص کے امکان کا ٹھیکا لے چکے ہیں پھر بفرض غلط

[عہ] یہ عبارت براہین کے اسی صفحہ ۳ کی ہے جس کا خلاصہ صدر استفتاء میں گزرا یہاں ملا گنگوہی صاحب جناب مؤلف یعنی حضرت مولوی عبد السمیع صاحب مؤلف انوار ساطعہ پر یوں طنز کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کا عجز مانتے ہو جو محال پر اسے قادر نہیں جانتے ہو اور ہم تو اس کے لئے جھوٹ وغیرہ سب کچھ جائز رکھتے ہیں تو عجز تو نہ ہو اگرچہ خدائی گئی، ہزار لعنت اس بھونڈی سمجھ پر، وہ اس مغالطہ عجز کا دندان شکن حل وہ اس رسالہ مبارکہ میں جا بجا گزرا، سبحان اللہ! محال پر قدرت نہ ہونے کو عجز جاننا کیسی ناشخص کی تشخیص ہے، واللہ الہادی ۱۲ عفی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۳۳
[2] " " ۴/۱۲۲
[3] " " ۲۲/۴۶
[4] البراہین القاطعہ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاساڈھور ص ۳

اگر کسی نے ایک جگہ عجز مان بھی لیا تو تمہارے امام کے ایمان[عہ] پر کیا بے جا کیا، ایک امر کہ خدا کے لئے اس سے کروڑ درجہ بدتر ممکن تھا، اس نے اس غرض سے ایک گوشہ تسلیم کرلیا پھر کیا قہر کیا، مگر تمہارا امام جو خدا کے ناقص عیبی ملوث آلائشی ہوسکنے پر ایمان لایا، یہ قابل افسوس نہ خلاف اُمت ہے، یہ تو تمہارے پیشوایان دین کی سنت ہے، معاذ اللہ اس امام کی بدولت طائفہ بیچارے کی کیا بُری گت ہے۔

ثم **اقول** اس سے بڑھ کر منظر طائفہ تناقض صریح امام الطائفہ اسی مُنہ سے خدا کے لئے عیب و نقص ممکن مانتا ہے اسی منہ سے کہتا ہے جھوٹ نہ بول سکے تو قدرت جو گھٹ جائے گی، جی گھٹ جائے گی تو کیا آفت آئے گی، آخر یہاں ہزار عیب ممکن تھے انہیں پر[عہ] بس ہے یہ کہ رب کریم رؤف رحیم عزّ مجدہ اپنے ضلال سے پناہ میں رکھے آمین آمین بجاہ سید الہادین محمد الصادق لحق المبین، صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین۔

تازیانہ ۲: اقول وباللہ التوفیق، ایہا المسلمون! حاشا یہ نہ جاننا کہ باری عزّ وجل کا عیوب و نقائص سے ملوث ہونا اس شخص کے نزدیک صرف ممکن ہی ہے، نہیں نہیں بلکہ یقیناً اسے بالفعل ناقص جانتا اور کمال حقیقی سے دور مانتا ہے۔ اے مسلمان! کمال حقیقی یہ ہے کہ اس صاحب کمال کی نفس ذات مقتضی جملہ کمالات و منافی نقصانات ہو، اور قطعاً جو ایسا ہوگا اس پر عیب و نقصان محال ہوگا کہ ذات سے مقتضائے ذات کا ارتفاع یا ذات یا منافی ذات کا اجتماع دونوں قطعاً بدیہی الامتناع، اور بیشک ہم اہلسنت اپنے رب کو ایسا ہی مانتے ہیں، اور بیشک وہ سچے کمال والا ایسا ہی ہے، اس شخص نے کہ اس عزیز جلیل پر عیب و نقصان کا امکان مانا تو قطعاً کمالات کو اس کا مقتضائے ذات نہ جانا تو کمال حقیقی سے بالفعل خالی اور حقیقۃً ناقص وفاقد مرتبہ عالی ہوا، آج وجہ معلوم ہوئی کہ یہ طائفہ تالفہ اپنے آپ کو موحد اور اہلسنت کو مشرک کیوں کہتا ہے، اس کے زعم میں اللہ عزّ وجل کے لئے اثبات کمالات واجبہ للذات شرک ہے کہ لفظ وجوب ہو مشترک ہوجائے گا اگرچہ وجوب بالذات ووجوب للذات کا فرق اس طفل مکتب پر بھی مخفی نہیں جو ابجد وزوجیت کی حالت جانتا ہے، ولہذا اس فرقہ ضالہ نے باتباع کرامیہ کمالات الٰہیہ کو مقتضائے

[عہ] وانتظر ما سنلقی علیک ان السفیہ قائل بالامکان الوقوعی بالوقوع لابمجرد الامکان الذاتی ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی

ہماری آئندہ گفتگو کا انتظار کرو کہ یہ بیوقوف امکان وقوعی بلکہ وقوع کا قائل ہے نہ کہ محض امکان ذاتی کا۔ ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔ (ت)

[عہ] ولاتنس ما شرنا الیہ ۱۲ منہ۔

جس کی طرف ہم نے تمہیں متوجہ کیا ہے اسے مت بھولنا ۱۲ منہ (ت)

ذات ٹھہرایا تو جیسے معتزلہ نے تعدد قدماء سے بچنے کو نفی صفات کی اور اپنا نام اصحاب التوحید رکھا، یونہی اس طائفہ جدیدہ نے اشتراک لفظ وجوب سے بھاگنے کو نفی اقتضائے ذات کی اور اپنا نام موحد تراشا، وفی ذلک **اقول** ؎

خَبَرُ الَّذِیْنَ بِالْاِعْتِزَا   لِ وَ بِالتَّوَھُّبِ جَاءُوْا
ذَا اَھْلُ تَوْحِیْدٍ وَذَا   كَ مُوَحِّدٌ خَسَؤُوْا
نعم القلوب تشابهت   فتناسب الاسماء

(خسارے میں مبتلا ہیں جو معتزلی اور وہابی بنے، معتزلی اہل توحید اور وہابی موحّد گمراہ، ان کے دل ایک جیسے ہیں اور ناموں میں بھی مناسبت ہے۔ ت)

تنبیہ نبیہ: جہول سفیہ کو جب کہ اس کے استاذ قدیم ابلیس رجیم علیہ اللعن نے یہ نقصان توحید باری عزوجل کا مسئلہ سکھایا، تو دوسری کتاب ایضاح الباطل مسمی بہ ایضاح الحق میں ترقی ضلال و شدت نکال کا رستہ دکھایا یعنی اس میں نہایت دریدہ دہنی مسائل تنزیہ و تقدیس باری تعالیٰ عزوجل کو جن پر تمام اہلسنت کا اجماع قطعی ہے صاف بدعت حقیقیہ بتایا حرف مبارک کی وہ عبارت ناپاک یہ ہے:

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رؤیت بلا جہت و محاذات و قول بصدور عالم بر سبیل ایجاب و اثبات قدم عالم و امثال آں ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارند اھ ملخصا۔

زمان، مکان، جہت اور رؤیت بلا جہت و محاذات سے اللہ تعالیٰ کو پاک کہنا اور جہان کا صدور بطور ایجاب و عالم کا قدم ثابت کرنا اور ایسے دیگر امور یہ تمام حقیقی بدعات ہیں جبکہ مذکور اعتقاد والے لوگ ان مذکورہ امور کو دینی عقائد میں شمار کرتے ہیں اھ ملخصا (ت)

دیکھو کیسا بے دھڑک لکھ دیا کہ اللہ عزوجل کی یہ تنزیہیں تقدیسیں کہ اسے زمانہ و مکان و جہت سے پاک جانئے اور اس کا دیدار بلا کیف حق ماننا سب بدعت حقیقیہ ہیں۔ سچ ہے جب اللہ تعالیٰ کے لئے ہر عیب و آلائش کو ممکن ماننا سنت ملعونہ امام نجدیہ ہے تو اس عزیز مجید جل مجدہ کی تنزیہ و تقدیس آپ ہی بدعت حقیقیہ ٹھہریں

؎۱ الدیوان العربی بساتین الغفران رضا دار الاشاعت لاہور ص ۱۴۷

؎۲ ایضاح الحق الصریح (مترجم اردو) فائدہ اول ان امور کا بیان جو بدعت حقیقیہ میں داخل ہیں قدیمی کتب خانہ کراچی [illegible]

وہاں یہ ہوگی، وہی حساب ہے جو ع

کہ تو ہم درمیان ما گنجی

(کہ تو بھی مصیبت میں مبتلا ہے۔ت)

مشرکین بھی تو دین اسلام کو بدعت بتاتے تھے،

ما سمعنا بھذا فی الملۃ الاٰخرۃ ان ھذا الا اختلاق[1] (یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے۔ت)

خیر یہاں تک تو نری بدعت ہی بدعت تھی، آگے شراب ضلالت تیز و تند ہو کر اونچی چڑھی اور نشے کی ترنگ کیفیت کی امنگ دون پر آکر کفر تک بڑھی کہ اللہ عزوجل کو پاک و منزہ اور دیدار الٰہی کو بے جہت و مقابلہ ماننے کو مخلوقات کے قدیم جاننے اور خالق تعالٰی کو بے اختیار ماننے کے ساتھ گن اور اسے ان ناپاک مسئلوں کے ساتھ کہ باجماع مسلمین کفر محض ہیں، ایک حکم میں شریک کیا، اب کیا کہا جائے سوا اس کے کہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اچھے امام اور اچھے ماموم ع

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

تازیانہ ۳: اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) سفیہ کی اور جہالت و ضلالت دیکھئے خود مانتا جاتا ہے کہ صدق اللہ عزوجل کی صفات کمالیہ سے ہے، حیث قال صفت کمال ہمین ست[3] الخ (جہاں اس نے یہ کہا صفتِ کمال یہی ہے الخ۔ت) پھر اسے امر اختیاری جانتے کہ باری تعالٰی نے باوجود قدرت عدم برعایت مصلحت بطور ترفع اختیار فرمایا، اہل سنت کے مذہب میں اللہ عزوجل کے کمالات اس کے یا کسی کے قدرت و اختیار سے نہیں بلکہ باقتضائے نفس ذات بے توسط قدرت و ارادہ و اختیار اس کی ذات پاک کے لئے واجب ولازم ہیں نہ کہ معاذ اللہ وہ اس کی صنعت یا ان کا عدم اس کے زیر قدرت، تمام کتب کلامیہ اس کی تصریح سے مالامال، وہ احادیث و آثار تمہارے کان تک بھی پہنچے ہوں گے جن میں کلام الٰہی کو اختیاری ماننے والا کافر ٹھہرا ہے، اور عجب نہیں کہ بعض ان میں سے بھی ذکر کروں، مجھے یہاں حیرت ہے کہ اس بیباک بدعتی کو کیونکر الزام دوں، اگر یہ کہتا ہوں کہ صفات کمالیہ الٰہی کا اختیاری اور ان کے عدم کا زیر قدرت

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/۷

[2] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

[3] رسالہ یکروزی (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

باری نہ ہونا ائمہ اہلسنت کا مسئلہ اجماعی ہے تو اس نے جیسے اور مسائل اجماعیہ تنزیہ و تقدیس کو بدعت حقیقیہ لکھ دیا یہاں کہتے کون اس کی زبان پکڑتا ہے کہ ائمہ اہل سنت سب بدعتی تھے، اور اگر یوں دلیل قائم کرتا ہوں کہ صفت کمال کا اختیاری اور اس کے عدم کا زیر قدرت ہونا مستلزم عیب و منقصت ہے کہ جب کمال اختیاری ٹھہرا کہ چاہے حاصل کیا یا نہ کیا تو عیب و نقصان بھی روا ٹھہرا اور مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کا موصوف بصفات کمالیہ ہونا کچھ ضروری نہ ہوا تو یہ اس بدمشرب کا عین مذہب ہے وہ صاف لکھ چکا کہ باری عز و جل میں عیب و آلائش کا ہونا ممکن، مگر ہاں ان بچیروؤں سے اتنا کون کہے گا کہ آنکھ کھول کر دیکھتے جاؤ کس معتزلی کرامی کو امام جانتے ہو جو صراحۃً عقائد اجماعیہ اہل سنت و جماعت کو رد کرتا جاتا ہے، پھر نہ کہنا کہ ہم سنی ہیں۔

تنبیہ جلیل: حضرت نے صفات کمالیہ باری جل و علا کا اختیاری ہونا کچھ فقط صفت صدق ہی میں نہ کہا بلکہ مسئلہ علم الٰہی میں بھی اس کی تصریح کی، کتاب تفویۃ الایمان مسمی بہ تقویت الایمان ؎

برعکس نہند نام زنگی کافور
(سیاہ حبشی کا نام الٹا کر کافور رکھتے ہیں۔ ت)

میں صاف لکھ دیا:

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔"[1]

حاشا للہ! اللہ عزوجل پر صریح بہتان ہے، دیکھو یہاں کھلم کھلا اقرار کر گیا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہے تو علم حاصل کرلے چاہے جاہل رہے، شاباش بہادر! اچھا ایمان رکھتا ہے خدا پر، اہل سنت کے مذہب میں ازلاً ابداً ہر وقت کو جاننا ذات پاک کو لازم ہے کہ نہ وہ کسی کے ارادہ و اختیار سے نہ اُس کا حاصل ہونا یا زائل ہو جانا کسی کے قابو و اقتدار میں، پیرو صاحبو! ذرا پیر طائفہ کی بدمذہبیاں گنتے جاؤ اور اپنے امام معظم کے لئے ہم اہلسنت کے امام اعظم ہمام اقدم امام الائمہ سراج الامہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد واجب الانقیاد کا تحفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں،

صفاتہ تعالٰی فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ	صفات الٰہی ازلی ہیں نہ حادث نہ کسی کے مخلوق، تو جو
فمن قال انہا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف	انہیں مخلوق یا حادث بتائے یا ان میں تردد کرے
فیہا او شک فیہا فہو کافر باللہ تعالٰی[2]	یا شک لائے وہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کا منکر۔

---

[1] تقویت الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۴

[2] الفقہ الاکبر مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴

اقول وجہ اس کی وہی ہے کہ صفات مقتضائے ذات قرآن کا حادث وقابل فنا ہونا ذات کے حدوث وقابلیت فنا کو مستلزم، اور یہ عین انکار ذات ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۴: اقول وباللہ التوفیق جب صدق الٰہی اختیاری ہوا اور قرآن عظیم قطعاً اس کا کلام صادق تو واجب کہ قرآن مجید اللہ تعالٰی کا مقتضائے ذات نہ ہو ورنہ قرآن لازم ذات ہوگا اور صدق لازم قرآن اور لازم لازم لازم اور لازم کا اختیاری ہونا بداہۃً باطل اور باجماع مسلمین جو کچھ ذات ومقتضائے ذات کے سوا ہے سب حادث ومخلوق تو دلیل قطعی سے ثابت ہوا کہ ہولاے وہابیہ پر قرآن عظیم کو مخلوق ماننا لازم۔ اس بارے میں اگرچہ حضرت عبداللہ[عہ۱] بن مسعود وعبداللہ[عہ۲] بن عباس وجابر[عہ۳] بن عبداللہ وابودرداء[عہ۴] وحذیفہ[عہ۵] بن الیمان وعمران[عہ۶] بن حصین ورافع[عہ۷] بن خدیج وابوالحکیم[عہ۸] شامی وانس[عہ۹] بن مالک وابوہریرہ[عہ۱۰] ودس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حدیثوں سے مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قرآن مجید

عہ۱ الشیرازی فی الالقاب والخطیب ومن طریقہ ابن الجوزی بوجہ اٰخر ۱۲ منہ۔	شیرازی نے القاب میں، خطیب نے اور ابن جوزی نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ۲ ابونصر السجزی فی الابانۃ عن اصول الدیانۃ ۱۲ منہ۔	ابونصر سجزی نے الابانۃ عن اصول الدیانۃ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ۳ اخرجہ عنہ الخطیب ۱۲ منہ۔	ان سے خطیب نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ۴ الدیلمی فی مسند الفردوس ۱۲ منہ۔	دیلمی نے مسند الفردوس میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)
عہ۵ الشیرازی فی الالقاب والدیلمی فی مسند الفردوس بوجہ اٰخر ۱۲ منہ۔	شیرازی نے القاب میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ۶ الدیلمی من طریق الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔	دیلمی نے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ۷ کالذی قبلہ ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی	یہ پہلے کی ہی مثل ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)
عہ۸ روی عنہ الخطیب ۱۲ منہ۔	خطیب نے ان سے نقل کیا ۱۲ منہ (ت)
عہ۹ الدیلمی وھو عند الخطیب بوجہ اٰخر ۱۲ منہ۔	دیلمی میں ہے اور خطیب نے اسے ایک اور سند سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ۱۰ ابن عدی فی الکامل ۱۲ منہ۔	ابن عدی نے الکامل میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

کے مخلوق کہنے والے کو کافر بتایا، اور ظاہر ہے کہ محدثین کو ایسی[عہ] احادیث میں کلام شدید ہے۔ لہٰذا آثار و اقوال صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام علیہم رضا المنعام استماع کیجئے۔

(ارشاد ۱۰) امام لالکائی کتاب السنۃ میں بسند صحیح روایت کرتے ہیں:

انبأنا الشیخ ابوحامد بن ابی طاھر الفقیہ انبأنا عمر بن احمد الواعظ حدثنا محمد بن ھارون الحضرمی حدثنا القاسم بن العباس الشیبانی حدثنا سفیان بن عیینۃ عن عمرو بن دینار قال ادرکت تسعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقولون من قال القراٰن مخلوق فھو کافر[1]

ہمیں خبر دی شیخ ابوحامد بن ابی طاہر الفقیہ نے انہیں خبر دی عمر بن احمد الواعظ نے انہیں خبر دی محمد بن ہارون الحضرمی نے انہیں خبر دی قاسم بن عباس الشیبانی نے ان سے بیان کیا سفیان بن عیینہ نے کہ حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نو صحابہ کو پایا کہ فرماتے تھے جو قرآن کو مخلوق بتائے وہ کافر ہے۔

عہ البیہقی فی الاسماء والصفات اسانیدہ مظلمۃ لا ینبغی ان یحتج بشیئ منھا ولا ان یستشھد[2] ابن الجوزی فی الموضوعات موضوع[3] الذھبی فی المیزان والحافظ فی اللسان والسخاوی فی المقاصد باطل[4] القاری فی المنح لا اصل لہ[5] السیوطی فی اللآلی لم ارلھذا الحدیث صحۃ[6] ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

بیہقی نے الاسماء والصفات میں کہا ان میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال و استشہاد درست نہیں، ابن جوزی نے موضوعات میں موضوع قرار دیا، ذہبی نے میزان میں اور حافظ نے لسان میں اور سخاوی نے مقاصد میں باطل کہا، علی قاری نے منح میں کہا اس کی کوئی اصل نہیں، سیوطی نے اللآلی میں کہا میں نے اس حدیث کی کوئی صحت نہ پائی ۱۲ منہ سلمہ ربہ (ت)۔

---

[1] اللآلی المصنوعۃ بحوالہ اللالکائی فی السنۃ کتاب التوحید دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۹

[2] المقاصد الحسنۃ بحوالہ الاسماء والصفات تحت حدیث ۷۹۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴

[3] موضوعات ابن الجوزی کتاب التوحید دارالفکر بیروت ۱/ ۱۰۸

[4] المقاصد الحسنۃ حدیث ۷۹۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴

[5] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر القراٰن غیر مخلوق الخ مصطفی البابی مصر ص ۲۹

[6] اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۶

(١١) بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن آبائہ الکرام سے راوی کہ مخلوقیت قرآن ماننے والے کی نسبت فرماتے: انہ یقتل ولا یستتاب[١] اسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ نہ لیں۔

(١٢) اسی میں امام علی بن مدینی سے منقول انہ کافر[٢] (وہ کافر ہے۔ ت)

(١٣) اسی میں امام مالک سے مروی کافر فاقتلوہ[٣] کافر ہے اسے قتل کرو۔

(١٤) جزء العلیل میں یحییٰ بن ابی طالب سے روایت:

من زعم ان القرآن مخلوق فهو کافر[٤] ذکر هذه الاسامی امام السخاوی فی المقاصد الحسنة۔

جو قرآن کو مخلوق کہے کافر ہے (ان چاروں کا ذکر امام سخاوی نے "المقاصد الحسنہ" میں کیا ہے۔ ت)

(١٥) ابن امام احمد کتاب السنہ میں فرماتے ہیں:

من قال القرآن مخلوق فهو عندنا کافر لان القرآن من صفة الله[٥]

قرآن کو مخلوق کہنے والا ہمارے نزدیک کافر ہے کہ قرآن خدا کی صفتوں سے ہے۔

(١٦) امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

من قال القرآن مخلوق فهو زندیق[٦]

جو قرآن کو مخلوق کہے وہ بے دین ہے۔

(١٧) امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

القرآن کلام الله من قال مخلوق فهو کافر[٧]

قرآن کلام الٰہی ہے جو اسے مخلوق کہے کافر ہے۔

(١٨) عبداللہ بن ادریس کے سامنے خلق قرآن ماننے والوں کا ذکر ہوا کہ اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں،

---

[١] المقاصد الحسنہ بحوالہ البیہقی فی الاسماء والصفات تحت حدیث ٤٩٤ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ٣٠٥

[٢] المقاصد الحسنہ بحوالہ علی ابن مدینی " " " ص ٣٠٥

[٣] " " بحوالہ الامام مالک " " " "

[٤] " " بحوالہ الجزء العلیل عن یحییٰ بن ابی طالب " " " "

[٥] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ کتاب السنۃ القرآن العظیم کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ٢٥٦/

[٦] " " " عبداللہ بن مبارک " " " " " " " " " "

[٧] " " " سفیان بن عیینہ " " " " " " " " " "

فرمایا:

کذبوا لیس ہؤلاء بموحدین ہؤلاء زنادقۃ من زعم ان القرآن مخلوق فقد زعم ان اللہ مخلوق ومن زعم ان اللہ مخلوق فقد کفر ہؤلاء زنادقۃ۔[1]

جھوٹے ہیں وہ موحد نہیں زندیق ہیں جس نے قرآن کو مخلوق کہا اس[عہ] نے خدا کو مخلوق کہا اور جس نے خدا کو مخلوق کہا کافر ہوا، یہ سب بے دین ہیں۔

(۱۹ تا ۲۱) وکیع بن الجراح ومعاذ بن معاذ ویحیٰی بن معین فرماتے ہیں: من قال القرآن مخلوق فھو کافر[2] (جس نے قرآن کو مخلوق کہا وہ کافر ہے۔ ت)

(۲۲) ابن ابی مریم نے فرمایا: من زعم ان القرآن مخلوق فھو کافر[3] (جو قرآن کو مخلوق مانے وہ کافر ہے۔ ت)

(۲۳ و ۲۴) شبابہ بن سوار وعبدالعزیز بن ابان قرشی فرماتے ہیں:

القرآن کلام اللہ ومن زعم انہ مخلوق فھو کافر[4]

قرآن کلام اللہ ہے جو اسے مخلوق مانے کافر ہے۔

(۲۵) امام یزید بن ہارون نے فرمایا:

واللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم عالم الغیب والشہادۃ من قال القرآن مخلوق فھو زندیق[5] اور دھف والا واحسرف

قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں بڑا مہربان رحمت والا حاضر غائب سب سے خبردار کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے زندیق ہے (ان آخری اقوال کا

عہ **اقول** وجہ ملازمت ظاہر ہے کہ ہر مخلوق حادث اور قرآن لازم ذات اور حدوث لازم حدوث ملزوم کو مستلزم اور ہر حادث مخلوق تو خلق صفت ماننے کو خلق ذات ماننا لازم، حضرات نجدیہ غور کریں کہ یہ لازم شنیع یعنی معاذ اللہ ذات باری کا حادث ومخلوق ہونا ان کے امام پر بھی لازم آیا یا نہیں غنیمت جانیں کہ لازم قول قول نہیں ہوتا ۱۲ منہ دام فیضہ

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ عبداللہ بن ادریس القرآن کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۵۶

[2] " " بحوالہ وکیع بن الجراح ومعاذ بن معاذ ویحیٰی بن معین " " " " " " " ۲/ ۵۷-۲۵۶

[3] " " بحوالہ ابن ابی مریم القرآن کلام اللہ غیر مخلوق " " " " " ۲/ ۲۵۸

[4] " " بحوالہ شبابہ بن سوار وعبدالعزیز بن ابان القرشی " " " " " " " " "

[5] " " بحوالہ یزید بن ہارون " " " " " " " ۲/ ۵۸-۲۵۷

الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ للعلامۃ النابلسی۔	تذکرہ علامہ نابلسی نے الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں کیا۔ ت)

(۲۶) سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وصایا میں فرماتے ہیں:

من قال ان کلام اللہ مخلوق فھو کافر باللہ العظیم[1]	جو قرآن کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

(۲۷) امام فخر الاسلام فرماتے ہیں:

قد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت اباحنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی مسئلۃ خلق القراٰن فاتفق رأیی ورأیہ علی ان من قال بخلق القراٰن فھو کافر[2]	امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے بروایت صحیح ثابت ہوا کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں مناظرہ کیا بالآخر میری اور ان کی رائے متفق ہوئی کہ خلق قرآن ماننے والا کافر ہے۔

(۲۸) مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

وصح ھذا القول ایضا عن محمد[3]	یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی بسند صحیح مروی ہوا۔

(۲۹ و ۳۰) فصول عمادی پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

من قال بخلق القراٰن فھو کافر[4] اھ۔	جس نے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کیا وہ کافر ہے۔ (ت)

(۳۱) خلاصہ میں ہے:

معلم قال تا قرآن آفریدہ شدہ است پنج شنبہ نہادہ شدہ است یکفر[5] اھ۔	اگر معلم نے کہا جب سے قرآن پیدا کیا گیا جمعرات بنائی گئی، تو کافر ہو جائے گا۔ (ت)

---

[1] وصیت نامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۲۹ و ۳۰

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ فخر الاسلام القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مصطفی البابی مصر ص ۲۶

[3] - - - - - - - - - - - - - - - -

[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۶

[5] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الجنس التاسع فی القرآن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۸

(۳۳) خزانۃ المفتین میں ہے:

من قال بخلق القرآن فهو کافر، سئل نجم الدین النسفی عن معلمة قالت "قرآن آفریدہ شدہ است سیم پنجشنبی است و نماز شدہ است"، هل یقع فی نکاحها شبهة قال نعم لانها قالت بخلق القرآن[1]

جس نے خلق قرآن کا قول کیا تو وہ کافر ہے، امام نجم الدین نسفی سے ایک معلمہ کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کہا جب قرآن پیدا کیا گیا تیسویں جمعرات است اور کہا گیا اس معلمہ کے نکاح میں کوئی شبہہ واقع ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں، کیونکہ اس نے خلق قرآن کا قول کیا ہے۔ (ت)

ایہا المسلمون! امام وہابیہ کے صرف ایک قول کے متعلق صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وعلمائے دین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے یہ تینتیس۳۳ فتوے ہیں جن کی رُو سے اس پر کفر لازم عـــه اور اس کے بہت سے اقوال کہ اس کے مثل یا اس سے بھی شنیع تر ہیں ان کا کہنا ہی کیا ہے ؎

قیاس کن زگلستان او بہارش را

(باغ پر اس کی بہار کو قیاس کرو۔ ت)

اللّٰھم انا نسئلك الثبات علی الایمان والسنة، اٰمین اٰمین یا عظیم المنة۔

اے اللہ! ہم تجھ سے ایمان اور سنت پر ثابت قدمی مانگتے ہیں، اے عظیم احسان فرمانے والے! قبول فرما قبول فرما! (ت)

یہ چار تازیانے خاص اس امر کے اظہار میں تھے کہ گروہ نجدیہ نے اس ایک قول میں کتنی کتنی بدمذہبیاں کیں، معتزلیت کرامیت وغیرہا کس کس طرح کی ضلالتیں لیں، کیسا کیسا عقائد اجماعیہ اہل سنت کو جھٹلایا، اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی وبے ادبی کو کس نہایت تک پہنچایا، جب بحمد اللہ تفصیل مسئلہ سے فراغت پائی

عـــه بعد ما ان المحققین فرقوا بین اللزوم والالتزام ثم ویکفیه ما فی هذا من خسار کامل وبوار تام، والعیاذ باللّٰه ذی الجلال والاکرام ۱۲ منه۔

محققین نے لزوم اور التزام کے درمیان فرق کیا ہے پر غنیمت جانیں پھر کیا اسی میں کامل خسارہ اور مکمل ہلاکت کافی نہیں صاحب جلال واکرام ہی کی پناہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین فصل فی الفاظ الکفر قلمی نسخہ ۱/ ۱۹۰

ہے بتوفیقہ تعالٰی تذلیل دلیل کی طرف چلئے یعنی اس ہذیان دوم میں جو اس نے امکان کذب باری پر ایک قشری مغالطہ دیا، اس کا رد بلیغ سنئے، ذرا اس کی تقریر مغالطہ پر پھر ایک نظر ڈال لیجئے کہ تازہ ہو جائے، حاصل اس کلام پریشان کا یہ تھا کہ عدم کذب باری تعالٰی کہ صفات کمال سے ہے جس سے اس کی مدح کی جاتی ہے وہ صفت[عہ] کمال و قابل مدح یہی ہے کہ کذب پر قادر ہو کر اس سے بچے، سرے سے قدرت ہی نہ ہو تو عدم کذب میں کیا خوبی ہے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا، یوہیں جو کذب کا ارادہ کرے مگر کسی مانع کے سبب بول نہ سکے عقلاء اس کی بھی مدح نہ کریں گے۔ اب بتوفیق اللہ تعالٰی پہلے نقض اجمالی لیجئے پھر حل مغالطہ کا مزہ دیکھئے، واللہ الھادی وولی الایادی (اللہ تعالٰی ہی ہادی ہے، اور وہی مدد کا مالک ہے۔ ت)

تازیانہ ۵: رب عزوجل فرماتا ہے: وما انا بظلام للعبید[۱] میں بندوں کے حق میں ستمگار نہیں۔ اور فرماتا ہے: ولا یظلم ربك احدا[۲] تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور فرماتا ہے: ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ[۳] بیشک اللہ تعالٰی ایک ذرے برابر ظلم نہیں فرماتا۔

اقول ان آیات میں مولٰی عزوجل نے عدم ظلم سے اپنی مدح فرمائی، کیوں حضرت جی[عہ۲]! بھلا جو ظلم پر

[عہ] اقول اس خبط کا سارا ہذیان دفع کرنے کو صرف اتنا اجمالی جو تنزیہ دوم میں زیر دلیل بست و چہارم گزرا کہ اللہ عزوجل پر ہر وہ شی بھی محال ہو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص سے بھی خالی ہو، ظاہر ہے کہ نفی کمال سے مدح ہونے سے رہی، مدح اس کی نفی سے ہوگی جو کمال نہیں اور جو کچھ کمال نہیں وہ باری عزوجل کے لئے محال، ایمان ٹھیک ہو تو یہی دو حرف بس ہیں ۱۲ منہ۔

[عہ۲] بحمد اللہ یہ نقض رفیع بدیع ملائے شیطنیہ کی ساری تقریر فظیع کو سراپا جاودی جس سے اس کے ہذیان کا ایک حرف نہ بچ سکے، اس تقریر پریشان کو پیش نظر رکھ لیجئے اور یوں کہئے کہ ظلم الٰہی محال نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے زائد ہو کہ ظلم و ستم اکثر آدمیوں کی قدرت میں ہے، ہاں ظلم خلاف حکمت ہے تو ممتنع بالغیر ہوا، اسی لئے عدم ظلم کو کمالات حضرت حق سبحانہ سے گنے اور اسی سے اس کی تعریف کرتے ہیں بخلاف شجر و حجر کہ انھیں کوئی عدم ظلم سے ستائش نہیں کرتا، اور ظاہر ہے کہ صفت کمال یہی ہے کہ ظلم پر قدرت تو ہو مگر رعایت مصلحت و مقتضائے حکمت کے لحاظ ستمگاری سے بچنے کو ظلم نہ کرے، الخ (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[۱] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۹

[۲] القرآن الکریم ۱۸/ ۴۹

[۳] ؍؍ ؍؍ ۴/ ۴۰

قدرت ہی نہ رکھے اس کی بے ظلمی کی کیا تعریف، یُوں تو پتھر کی بھی ثنا کیجئے کہ ظلم نہیں کرتا۔ اسی طرح جو صوبہ ظلم چاہے مگر حاکم بالا کا خوف مانع آئے عقلا اس کی بھی مدح نہ کریں گے، تو لاجرم باری عزوجل کو ظلم پر قادر رکھے گا، سبحان اللہ! تم سے کیا دور جب کذب وغیرہ ہر عیب و آلائش پر قدرت مان چکے تو ظلم میں کیا ستم دکھا ہے مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ ظلم کہتے ہیں ملک غیر میں تصرف بے جا کو، جب باری سبحانہ وتعالیٰ کو اس پر قادر مانئے گا تو پہلے بعض اشیاء کو اس کی ملک سے خارج اور غیر کی ملک مستقل مان لیجئے، مسلمانوں کو تو بزور زبان زور و بہتان مشرک کہتے ہو خود سچے پکے کافر مشرک بن جائیے، قال تعالیٰ: لله ما في السموٰت وما في الارض[1] اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ وقال تعالیٰ: قل لمن ما في السموٰت والارض قل لله[2] تو فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تو فرماؤ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وقال تعالیٰ: ام لهم شرك في السموٰت[3] کیا ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں۔ ولہذا اہل سنت وجماعت کا اجماع قطعی قائم کہ باری جل مجدہ سے ظلم ممکن ہی نہیں، شرح فقہ اکبر میں ہے،

لا يوصف الله تعالى بالقدرة على الظلم لان المحال لا يدخل تحت القدرة وعند	باری تعالیٰ کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیر قدرت نہیں آتا، اور معتزلہ کے نزدیک قادر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شخص سلب عیب ظلم و اتصاف کمال عدل سے ممدوح ہوگا بخلاف اس کے جس کے اعضاء وجوارح بیکار ہوگئے ہوں کہ ظلم کر ہی نہیں سکتا یا قوت متفکرہ فاسد ہوگئی ہے کہ معنی ظلم سمجھے اور اس کا قصد کرنے ہی سے عاجز ہے یا وہ شخص کہ جب عدل وانصاف کا حکم دے تو بے تکرار اس سے صادر ہو اور جب ظلم کا حکم چاہے آواز بند ہوجائے یا زبان نہ چلے یا کوئی منہ بند کردے یا گلا دبا دے یا ایک شخص کسی سے سیکھ کر حکم کرتا ہے آپ حکم دینا جانتا ہی نہیں اور وہ بتانے والا اسے احکام عدل وانصاف ہی بتاتا ہے اس وجہ سے ظلم صادر نہیں ہوتا، یہ لوگ عقلاء کے نزدیک قابل مدح نہیں بالجملہ عیب ظلم سے ترفع اور اس کی آلائش سے تنزہ کے لیے ظلم نہ کرنا ہی صفت مدح ہے اور عجز ہو تو کچھ مدح نہیں یا اس کی مدح پہلے کی مدح سے بہت کم ہے انتہی ملاحظہ کیجئے نقص اسے کہتے ہیں کہ نام کو بھی نہ رکھے واللہ الموفق ۱۲ منہ سلمہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴ و ۴/ ۱۳۱

[2] " " ۶/ ۱۲

[3] " " ۳۵/ ۴۰ و ۴۶/ ۴

للمعتزلۃ انہ یقدر ولا یفعل[1]

ہے اور کرتا نہیں۔

بیضاوی وعمادی وغیرہما تفاسیر میں ہے:

الظلم یستحیل صدورہ عنہ تعالٰی[2] ملخصاً۔

اللہ تعالٰی سے ظلم صادر ہونا محال ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے: الظلم محال منہ تعالٰی[3] اللہ تعالٰی سے ظلم محال ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

الذی یدل علی ان الظلم محال من اللہ تعالٰی ان الظلم عبارۃ عن التصرف فی ملک الغیر، والحق سبحٰنہ لایتصرف الا فی ملک نفسہ فیمتنع کونہ ظالماً وایضاً انہ لو ظلم لم یکن الٰہاً والشیئ لایصح الا اذا کانت لوازمہ صحیحۃ فلو صح منہ الظلم لکان زوال الٰہیتہ صحیحاً وذلک محال[4] اھ ملخصاً۔

ظلم الٰہی محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ظلم ملک غیر میں تصرف[ع۱] سے ہوتا ہے اور حق سبحانہ تعالٰی جو تصرف کرے اپنی ہی ملک میں کرتا ہے تو اس کا ظالم ہونا محال اور نیز ظالم خدا[ع۲] نہیں ہوتا اور شئے جبھی ممکن ہوتی ہے کہ اس کے سب لوازم ذاتیہ ممکن ہوں، تو اگر ظلم الٰہی ممکن ہو تو لازم ظلم یعنی زوال الوہیت بھی ممکن ہو حالانکہ یہ محال ہے اھ ملخصاً۔

اسی میں زیر قولہ تعالٰی ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ[5] الآیۃ لکھتے ہیں:

الظلم سفہ وخروج عن الالٰہیۃ فلو صح

ظالم بے وقوف ہے خدائی سے خارج تو اگر خدا سے

ع۱ لایخفی علی الفطن الفاھم فرق بین تعبیر الاصل وعبارۃ العبد المترجم ۱۲ منہ

صاحب ذہن وفہم کے لئے اصل اور مترجم کی عبارت میں فرق واضح ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ یعنی ظلم والوہیت کا جمع ہونا ناممکن کہ ظلم عیب ہے اور الوہیت ہر عیب کو منافی تو صدور ظلم کو عدم الوہیت لازم ۱۲ منہ۔

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب لایوصف اللہ تعالٰی بالقدرۃ علی الظلم مصطفی البابی مصر ص ۳۸

[2] انوار التنزیل (بیضاوی) آل عمران آیۃ وما اللہ یرید ظلماً للعٰلمین (النصف اول) " " " ص ۲۹

[3] روح البیان تحت آیۃ وما انا بظلام للعبید المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحب الریاض جز۲۶ ص ۱۲۶

[4] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) آیۃ ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۰/۱۰۲

[5] القرآن الکریم ۲۱/۴۷

مع نفسه لصح خروجه عن الالهية[1] ظلم ممکن ہو تو اس کا خدائی سے نکل جانا ممکن ہو۔

تفسیر کبیر کی وہی عبارت ہے جس کا ہم تازیانہ اول میں وعدہ کر آئے تھے۔

تازیانہ ۶: وقال تبارک وتعالٰی:

وقل الحمد ﷲ الذی لم یتخذ ولدا[2] تو کہہ سب تعریفیں اس خدا کو جس نے اپنے لئے بیٹا نہ بنایا۔

وقال تعالٰی حاکیا عن الجن:

وانہ تعالٰی جد ربنا ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا[3] بے شک بڑی شان ہے ہمارے رب کی جس نے اپنے لئے نہ جورو اختیار کی نہ بچہ۔

اقول ان آیات میں سبوح قدوس جل جلالہ نے یوں اپنی تعریف فرمائی، اب بھلا میاں جی کہیں اپنی دلیل سے چوکتے ہیں ضرور کہیں گے کہ ان کا خدائے موہوم چاہے تو بیاہ کرے، بچے جنائے، مگر عیب ولوث سے بچنے کو فرد رہتا ہے، جب تو صفت مدح ٹھہری ورنہ سرے سے قدرت ہی نہ ہو تو خوبی ہی کیا ہے، یحیٰی علیہ الصلوۃ والسلام کو فرمایا گیا، سیدا وحصورا[4] سردار اور عورتوں سے پرہیز رکھنے والا، احیز نامرد کی کون تعریف کرے گا کہ عورتوں سے بچتا ہے۔

تازیانہ ۷: وقال المولٰی سبحنہ وتعالٰی: وماکان ربک نسیا[5] تیرا رب بھولنے والا نہیں۔ **اقول** اب دہلوی ملا اپنی دلیل کو آیہ کریمہ میں جاری کرکے دیکھے تو رب تعالٰی ذکرہ نے عدم نسیان سے اپنی مدح فرمائی اور صفت کمال وقابل مدح یہی ہے کہ باوجود امکان نسیان عیب ولوث سے بچنے کو اپنے علوم حاضر رکھے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ بات نہیں بھولتا حالانکہ عدم نسیان قطعًا اسے بھی حاصل، یوہیں اگر ایک شخص بالقصد کسی مسئلہ کو بھلا دینا چاہتا اور عمدًا اپنے دل کو اس کی یاد سے پھیرتا ہے، مگر جب بھولنے پر آتا ہے کوئی یاد دلاتا ہے یوں بھلانے پر قدرت نہیں پاتا تو ایسے شخص کو بھی عدم نسیان سے مدح نہ کریں گے تو لاجرم

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیہ نضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۲/ ۱۴

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۱۱

[3] 〃 〃 ۷۲/ ۳

[4] 〃 〃 ۳/ ۳۹

[5] 〃 〃 ۱۹/ ۶۴

واجب کہ باری سبحانہ کا نسیان ممکن ہو اور وہ اپنے علوم بھلا دینے پر قادر، تعالی اللّٰہ عن ذٰلک علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ ت)

تازیانہ ۸: آیہ کریمہ لا یضل ربی ولا ینسٰی۲؎ میرا رب نہ بہکے نہ بھولے۔ **اقول** موسٰی کلیم علٰی سیدہ وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عدم ضلال سے اپنے رب کی ثنا کی، "اگر دہلوی میاں جی کی دلیل سچی ہو تو لازم کہ باری عزوجل کا بہکنا ممکن ہو کہ مدح اسی میں ہے کہ باوصف امکان عیب ولوث سے بچے کہ ضلال میں نہ پڑے، اگر ضلالت پر قدرت ہی نہ پائی تو مجبوری کی بات میں تعریف کاہے کی، پتھر کو کوئی نہ کہے گا کہ یہ راہ نہیں بھولتا یا جب پھینکتے ہیں تو سیدھا زمین ہی پر آتا ہے، کبھی بہک کر آسمان کو نہیں چلا جاتا، اسی طرح جب کوئی شخص پھینکے کہ ہو تو راہ بتا دی جائے یوں بہکنے نہ پائے، اس میں بھی کوئی تعریف نہیں۔" یہ چار تازیانے نقل کے لئے بس ہیں، اور جو شخص طرز تقریر سمجھ گیا اسی پر اور نقوض کثیرہ کا استخراج آسان، مگر انصاف یہ ہے کہ جو گستاخ دہن دریدہ حیا پریدہ اپنے رب کے لئے اتنا بڑے عیب وآلائش روا کرچکا، اس سے ان استحالوں کا ذکر بے حاصل کہ وہ سہو و ضلالت جماع ولادت سب کچھ گوارا کرلے گا ؎

تیر بر رتبۂ انبیا انداز　　طعن در حضرت الٰہی کن
بے ادبی وآنچہ دانی کن　　بیحیا باش وہرچہ خواہی کن

(انبیاء علیہم السلام کے رتبہ پر تیر برسا، بارگاہِ الٰہی میں طعن کر، بے ادب ہوجا پھر جو چاہے کر، بیحیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

تازیانہ ۹: **اقول** ع

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

(اس کا تمام عیب جان گئے اب اس کے ہنر بھی بیان کر۔ ت)

ع مثلاً قال اللہ تعالٰی: وما اللہ بغافل عما تعملون۳؎ اللہ غافل نہیں تمہارے کاموں سے۔ تو ملاجی کے مسلک پر لازم کہ اس کی غفلت ممکن ہو۔ وقال اللہ تعالٰی:

ولم یروا ان اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض ولم یعی بخلقھن الآیۃ۴؎ — کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور نہ تھکا ان کے بنانے سے۔

اب ملاجی کہیں گے کہ خدا کا تھکنا بھی ممکن، وعلٰی ہذا القیاس ۱۲ منہ۔

۲؎ القرآن الکریم ۲۰/ ۵۲　　۳؎ القرآن الکریم ۲/ ۸۵ و ۱۴۰ و ۱۴۹ و ۳/ ۹۹
۴؎ " " ۴۶/ ۳۳

جامعیت اوصاف عجب چیز ہے اور مجموعہ کا فضل آحاد پر ظاہر، دہلوی ملّا کو بھی اللہ عزوجل نے جامعیت اصناف بدعت عطا فرمائی تھی کہ دنیا بھر میں کم کوئی طائفہ ارباب ضلالت نکلے گا جس سے ان حضرت نے کچھ تعلیم نہ لی ہو، پھر ایجاد بندہ اس پر علاوہ، تو اس نئے فتنہ کو چاہیے عطر فتنہ کہئے یا ضلالت کی گمراہیوں کا عطر مجموعہ، اب یہ نفیس دلیل جو حضرت نے امکان کذب باری عزوجل پر قائم کی، حاشا ان کی اپنی تراشی نہیں کہ وہ دین میں نئی بات نکالنے کو بہت برا جانتے تھے بلکہ اپنے اساتذہ کاملہ حضرات معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی سے سیکھ کر لکھی ہے، ان خبیثوں نے بعینہٖ حرف بحرف اسی دلیل سے مولٰی تعالٰی کا امکان ظلم نکالا تھا اور جو نقض فقیر نے ان حضرت پر کئے بعینہٖ ایسے ہی نقضوں سے ائمہ اہلسنت نے ان ناپاکوں کا رد فرمایا۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ عزوجل ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ فرماتے ہیں:

قالت المعتزلة الآية تدل على انه قادر على الظلم لانه تمدح بترکه ومن تمدح بترك فعل قبيح لم يصح منه ذلك التمدح الا اذا كان هو قادرا عليه الا ترى ان الزمن لا يصح منه ان يتمدح بانه لا يذهب في الليالي الى السرقة والجواب انه تعالى تمدح بانه لا تأخذه سنة ولا نوم ولم يلزم ان يصح ذلك عليه وتمدح بانه لا تدركه الابصار ولم يدل ذلك عند المعتزلة[عہ] على انه يصح ان تدركه الابصار[لہ]

یعنی معتزلہ نے کہا آیت مذکورہ دلالت فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰی ظلم پر قادر ہے، اس لئے کہ رب عزوجل نے اس میں ترک ظلم سے اپنی مدح فرمائی اور کسی فعل قبیح کے ترک پر مدح جب ہی صحیح ہوگی کہ اسے اس کے کرنے پر قدرت ہو آخر دیکھو کہ لنجا اپنی تعریف نہیں کرسکتا کہ میں راتوں کو چوری کے لئے نہیں جاتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی مدح میں فرمایا کہ اسے نیند آئے نہ غنودگی، حالانکہ معتزلہ کے ہاں بھی اللہ تعالٰی کیلئے یہ ممکن نہیں۔ اور اپنی مدح میں یہ بھی فرمایا کہ ابصار اس کا احاطہ نہ کرسکیں حالانکہ یہ بھی ان کے ہاں ممکن نہیں (ت)

مسلمان دیکھیں کہ معتزلی ذلیل کی یہ بیہودہ دلیل بعینہٖ وہی ہذیان ملّائے ضلیل ہے یا نہیں، فرق یہ ہے کہ انھوں نے اس قدیم اعدل پر تہمت ظلم رکھی، انھوں نے اس واجب الصدق پر افترائے کذب اٹھایا،

[عہ] اقول بل وعندنا ايضا اذا كان الادراك بمعنى الاحاطة ۱۲ منہ

میں کہتا ہوں بلکہ ہمارے نزدیک بھی جب ادراک بمعنی احاطہ ہو ۱۲ منہ (ت)

[لہ] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۵/۱۰۲

انھوں نے برتقدیرِ تنزّہ اپنے رب کو بچّے سے تشبیہ دی، انھوں نے آگے اور پیچھے سے ملا دیا، وفی ذلک **اقول** (اسی میں میں نے کہا۔ت) ؎

ھم متواطئو بظلم ملیکھم — ذا قائل کذبا بکذّاب الٰھہ
لا غرو فیہ اذ قلوب تشابہت — فالشبہ نزّاع الی اشباھہ

(وہ عالم اپنے مالک کے بارے میں ظلم پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے الٰہ کو کذاب کہتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ان کے دل ایک جیسے ہیں اور وجہ شبہ اپنے مشابہات کی طرف کھینچنے والا ہوتا ہے۔ت)

اب ائمہ اہلسنت کا جواب سنئے، امام ممدوح فرماتے ہیں اس دلیل سے جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی تعریف فرمائی کہ اسے غنودگی و خواب نہیں، تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ معاذ اللہ یہ چیزیں اس کے لئے ممکن بھی ہوں اور اس نے اپنی تعریف فرمائی کہ نگاہیں اسے نہیں پاتیں اس سے معتزلہ کے نزدیک اس پر نظر پہنچنے کا امکان نکلا (انتہی) کیوں ہم نہ کہتے تھے ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(تمام جو اوصاف رکھتے ہیں تو تنہا ان کا جامع ہے۔ت)

تازیانہ ۱۰: وھو الحل اقول وباللہ التوفیق

صفت مدائح کے درجات متفاوت ہیں بعض مدائح اولٰی ہوتے ہیں یعنی اعلٰی درجہ کمال، اور بعض تنزلی یعنی فاقد الکمال کے سلبِ کمال، پھر یہ اس کے حق میں مدح ہوں گے جو مدائح اولٰی نہیں رکھتا، صاحبِ کمال تام کا اس پر قیاس جہل و وسواس، مثلاً عبادت و تذلل و خشوع و خضوع و انکسار و تواضع انسان کے مدائح جلیلہ سے ہیں اور باری جل شانہ پر محال، کہ ان کا مدح ہونا فوت کمال حقیقی یعنی معبودیت پر مبنی تھا، معبود عالم عز جلالہ کے حق میں عیب و منقصت ہیں بلکہ اس کے لئے مدح تعالی و تکبر ہے جل وعلا وسبحانہ وتعالٰی، یونہی ترکِ نقائص و معائب میں مخلوق کی مدح بالقصد باز رہنے پر مبنی ہونا بھی اس کے نقصان ذاتی پر مبنی کہ وہ اپنی ذات میں سبوح و قدوس واجب الکمال و مستحیل الانتقاص نہیں بلکہ جائز العیوب والقبوح ہے اور منظور نفس ذات کے عیوب و نقائص سے

عہ قد مران نقول بالامکان قول بالوقوع بل بالوجوب ۱۲ منہ۔

عہ گزر چکا ہے کہ امکان کذب کا قول کذب کے وقوع بلکہ اس کے وجوب کو مستلزم ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ الدیوان العربی الموسوم بساتین الغفران فی الرد علی القائل بامکان کذبہ تعالٰی دارالاشاعت بحوالہ مجموعہ بحوث امام احمد رضا کراچی ص[illegible]

مساوات میں رکھتا تو غایت مدح اس کے لئے یہ ہے کہ جہاں تک بنے اس ممکن سے بچے اور تلوث سے بھاگے، ولہذا جہاں بوجہ فقدانِ اسباب و آلات بعض معائب و فواحش کی استطاعت نہ رہے وہاں مدح بھی نہ ہوگی جیسے نامرد ہیجڑے، یا بیچ گونگے کا زنا نہ کرنا، چوری کو نہ جانا، جھوٹ نہ بولنا کہ استطاعت خود ہی گئی اور اپنے نفس کو باز رکھنا تو یہاں مفقود، اور جب امکان ہے تو کیا معلوم کہ قسمت یہی از عیب دوری میں شاید اسباب سالم ہوتے تو مرتکب ہوتا، سفیہ جاہل نے اپنے رب جل وعلا کو بھی انھیں گونگوں لنجوں بلکہ اینٹوں پتھروں پر قیاس کیا کہ جب تک عیب ونقصان سے متصف نہ ہو سکے عدم عیب کو مدح نہ کیا حالانکہ یہ مدح تو ولی و کمال حقیقی تھا کہ وہ اپنے نفس ذات میں متعالی و قدوس و سبوح و واجب الکمالات و مستحیل القبوح ہے تعالٰی وتقدس، تو عیب و عیب ممکن سے باز رہنے اور بطور ترفع بالقصد بچنے کی صورت ہی متصور نہیں نہ حاشا تو اس کے حق میں مدح بلکہ کمال مذمت و قدح ہے۔ وللہ العزۃ جمیعا (تمام عزت اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ ت) ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ لطیف: ایہا المسلمون! ایک عام فہم بات عرض کروں، سفیہ جاہل کا سارا مبلغ سعی یہ ہے کہ کذب پر قدرت باری اس سے بچنا صفت کمال ہے ورنہ کذب ممکن ہی نہ ہوا۔ **اقول** جب کذب ممکن نہ تو صدق ضروری نہ رہا، اور جو ضروری نہیں وہ ممکن الزوال تو حاصل یہ ہوا کہ کمال وہی ہے جسے زوال ہو سکے نہ جو ایسا کمال ہو جس کا زوال محال تو کمال ہی کیا ہے، سبحان اللہ! یہ بھی ایک ہی ہوئی، او احمق! کمال حقیقی وہی ہے جس کا زوال امکان ہی نہ رکھے، ہر کمال قابل زوال عارضی کمال ہے نہ ذاتی کمال۔ مسلمانو! للہ انصاف! باری عزوجل کا صدق یوں ماننا کہ ہے تو سچا مگر جھوٹا بھی ہو سکتا ہے یہ کمال ہوا یا یوں کہ وہ سبوح قدوس تبارک وتعالٰی ایسا سچا ہے جس کا جھوٹا ہونا قطعاً محال، اہل اسلام ان دونوں باتوں کو میزان ایمان میں تول کر دیکھیں کہ کون گستاخ بے ادب اپنے رب کی تنزیہ کو بدعت و ضلالت کہتا ہے وہ بالیقین مدح اس کی مذمت و تنقیص پر اترتا ہے اور کون سچا مسلمان صحیح الایمان اپنے مولٰی کی تقدیس کو اصل دین مانے وہ اس کے صدق و نزاہت و جملہ کمالات کو علٰی وجہ الکمال ثابت کرتا ہے والحمد للہ رب العٰلمین وقیل بعدا للقوم الظٰلمین۔

للہ الحمد اس عشرہ کاملہ نے ہذیان ناپاک گستاخ بیباک کی دھجیاں اڑا دیں مگر ہنوز ان کی نزاکتوں کو تو بس نہیں ؎

صد سال می تواں سخن از زلف یار گفت
(زلفِ محبوب کے بارے میں سو سال بھی گفتگو کی جاسکتی ہے۔ ت)

ابھی حضرت کی اسی چار سطری چار دیواری میں شواہد و زوائد وغیرہا مفاسد سے بہت ابکار افکار ستم کشِ عقیدۂ آنجناب مردم شکار کی جھلک نظر آتی ہے، جنھیں بے خدمت کامل و تسکین بلیغ ناشاد و نامراد بسسکتا بلکہ چھوڑنا خلاف مروت و فتوت ذاتی ہے، لہذا اپنے سمند رہوار غضنفر خونخوار، صاعقہ برق بار کی دوبارہ عنان لینا اور خامۂ نکتہ کار، شہزور شہسوار، شیر گیر ضیغم شکار کو از سر نو رخصت جولان دیتا ہوں و باللہ التوفیق۔

تازیانہ ۱۱: **قولہ** عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند۱؎ (عدم کذب کو اللہ سبحانہ و تعالے کے کمالات سے شمار کرتے ہیں ۔ ت) **اقول:** ہی ہوشیار عیار کی چالاکی دیدنی صدق کو چھوڑا، عدم کذب پر مباحثہ چھیڑا تاکہ جماد وغیرہ کی نظیریں جا سکے، ظاہر ہے کہ پتھر کو سچا نہیں کہہ سکتے مگر یہ بھی ٹھیک ہے کہ جھوٹا نہیں حالانکہ قلب مضطر اور عقل ماؤف ہو تو فقیر ایک نکتہ بدیعہ القا کرے سلب کسی شیئ کا بنفسہٖ ہرگز صفت کمال نہیں ورنہ لازم آئے کہ معدومات کروڑوں اوصاف کمال سے موصوف اور اعلی درجہ مدح کے مستحق بلکہ باری تعالی کی تنزیہ و تقدیس میں اس کے شریک ہوں کہ کمالات عدم و صور سب حاصل ہیں جو سرے سے موجود ہی نہیں وہ جسم بھی نہیں، جہت میں بھی نہیں، زمان میں بھی نہیں، مکان میں بھی نہیں، مصور بھی نہیں، محدود بھی نہیں، مرکب بھی نہیں، متجزی بھی نہیں، حادث بھی نہیں، متناہی بھی نہیں، کاذب بھی نہیں، ظالم بھی نہیں، مخلوق بھی نہیں، فانی بھی نہیں، ذی زوجہ بھی نہیں، ذی ولد بھی نہیں، اسے خواب بھی نہیں، اونگھ بھی نہیں، بھلنا بھی نہیں، مجہول بھی نہیں۔ بیشک یہ اور ان جیسے صدہا اور سب صادق ہیں مگر کوئی مجنون بھی ان سلوب کو اس مسلوب کے لئے صفت مدح و کمال جانے گا، ہاں عیوب و نقائص کا سلب اس وقت معرض مدح و بیان کمال میں آتا ہے جب کسی صفت کمال کے ثبوت پر مبنی اور صفت مدح سے منبئی ہو، و ہذا قضایا مذکورہ باری عزوجل کے مدائح سے ہیں کہ ان چیزوں کا سلب اعظم صفات کمال یعنی وجوب وجود کے ثبوت سے ناشی اور ان کے بیان سے اس کا وجوب غنی و قدوس و متعالی ہونا ظاہر، باری عزوجل کا کمال متجزی نہیں بیشک مدح ہے کہ اس سے اس کا احد ہونا سمجھا گیا اور نکتہ رکھتے ہیں کچھ تعریف نہیں کہ اس کے لئے خوبی نکلی کہ وہاں منشاء انکسار متجزی محتاج کے محتاج المحتاج کی محتاجی ہے ولہذا القیاس، جب یہ امر ممہد ہولیا تو ظاہر ہو گیا کہ حقیقتاً صدق صفت کمال ہے نہ مجرد عدم کذب جو معدومات بلکہ جمادات کے بارے میں بھی صادق البتہ سلب کذب وہاں مفید مدح جہاں اس کا سلب ثبوت صدق کو مستلزم مثلاً زید عاقل ناطق کی تعریف کیجیے کہ جھوٹا نہیں، بیشک تعریف ہوئی کہ جھوٹا نہیں تو آپ ہی سچا ہوگا اور سچا ہونا صفت کمال تو اس سلب نے ایک صفت کمال کا ثبوت بتایا، لہذا محل مدح میں آیا، جہاں ایسا نہ ہو وہاں نہ نہ مفید مدح نہ مظہر کمال، یہ نکتہ بدیعہ ملحوظ رکھیے پھر دیکھیے کہ عیار بہادر کی [illegible] تیری کیا کیا کٹ کر پہنچتی ہیں، و باللہ التوفیق۔

۱؎ رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

تازیانہ ۱۲ و ۱۳: **قولہ** اخرس وجماد کہ ایشاں را بعدم کذب مدح نمی کنند ۱؎ (گونگے اور جماد کی مدح عدم کذب سے کوئی نہیں کرتا۔ ت) **اقول** دونوں نظیروں پر پتھر پڑے ہیں، گونگ و سنگ کی کیوں مدح کریں کہ وہاں سلب کذب ثبوت صدق سے ناشی نہیں، گونگا یا پتھر اگر جھوٹا نہ ہوا تو کیا خوبی کہ سچا بھی تو نہیں، تو وہ استلزام صفت کمال جو منشاء مدح تھا یہاں منتفی، سرے سے کہ منفصلہ حقیقیہ کے مقدم و تالی میں جب دو صفت مدح و ذم محمول ہوں تو جس فرد موضوع سے ذمیمہ کو سلب کیجئے مدیحہ ثابت ہوگی کہ یہاں ہر ایک کا رفع دوسری کے وضع کو منتج، بخلاف ان چیزوں کے جو زیر موضوع منفصلہ ہی نہیں کہ ان سے دونوں محمول کا ارتفاع معقول، پھر سلب ذم ثبوت مدح پر کیونکر محمول، یہاں قضیہ کل متکلم مخبر اما صادق واما کاذب (ہر متکلم خبر دینے والا یا وہ صادق ہوگا یا کاذب۔ ت) تھا اخرس وجماد پر سرے سے وصف عنوانی ہی صادق نہیں پھر عدم کذب ان کے لئے کیا باعث مدح ہو، دیکھا اوذی ہوش! یہ فارق ہے ذرہ کہ جب تک حیثیت ملحوظ نہ ہو کمال حاصل ہی نہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تکمیل جمیل: **اقول** او جھوٹی نظیروں سے بیچارے عوام کو چھلنے والے! اس تفرقہ کی سچی نظیر دیکھ، مسلمان کہ اہل بدعت کے بہتر فرقے نہ گنا کر کہئے رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قدری، ناصبی وغیرہ نہیں تو بیشک اس کی بڑی تعریف ہوتی، اور یہی کسی گائے بیل کافر کو کہئے تو کچھ تعریف نہیں حالانکہ یہ سب بھی قضیے دونوں جگہ قطعًا صادق، تو کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان باوجود قدرت رافضی وہابی ہونے سے بچا لہٰذا محمود ہوا اور اس کافر کو رافضی وہابی ہونے پر قدرت ہی نہ تھی لہٰذا مدح نہ ٹھہرا، کوئی جاہل سے جاہل یہ فرق نہ کہے گا بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں تو مسلمان کے حق میں ان بہتر کی نفی سنی ہونے کا اثبات کرے گی لہٰذا عظیم مدائح سے ہوا اور کافر سرے سے مقسم یعنی کلمہ گوئی سے خارج، تو ان کی نفی سے کسی وصف محمود کا اس کے لئے اثبات نہ نکلا، ولہٰذا مفید مدح نہ ٹھہرا۔ والحمد للہ علی اتمام الحجۃ ووضوح المحجۃ (اتمام حجت اور وضاحت دلیل پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔ ت)

تازیانہ ۱۴: **قولہ** بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد تکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد ۲؎ (بخلاف اس کے جس کی زبان ہی ماؤف ہو اور وہ جھوٹا کلام کر ہی نہ سکے۔ ت) **اقول** اچھا ہوتا کہ تم بھی اسی کس کے مثل ہوتے کہ ایسے کاذب کلاموں سے بچے تو ہوتے، اے عقلمند! وہ ماؤف اللسان تکلم بکلام صادق بھی نہ کرسکے تو عدم مدح کی وہی وجہ کہ سلب کذب سے ثبوت صدق نہیں۔

تازیانہ ۱۵: **قولہ** یا قوت متفکرہ او فاسد شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع نمی تواند کرد ۳؎ (یا اس کی سوچ و فکر کی قوت فاسد ہو کہ قضیہ غیر مطابق للواقع کا انعقاد نہ کر سکے۔ ت) **اقول** تم سے بڑھ کر

۱؎ و ۲؎ و ۳؎ رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷ و ۱۸

فاسد المتفکرہ کون ہوگا، پھر کتنے قضایائے باطلہ کا عقد کرسکے ہو، بھلا حضرت کی فساد متفکرہ صرف قضایائے کاذبہ ہی کے لئے ہوگا اور جب معلق ہے تو عقد قضیۂ مطابقہ پر بھی قدرت نہ ہوگی تو صراحۃً وہی فارق صادق اور وجہ زہق۔ ہاں جب تمام تعقل سالم تخیل کو تلطیف الٰہی صدق محض کی استطاعت دے کہ وجہ مانع غیبی اصدار کذب سے ممنوع و معصوم ہو تو یہ عدم کذب بیشک مدح عظیم ہوگا اسی وجہ سے کہ اب ثبوت صادقیت کبریٰ سے جلی اور کمال جلیل یعنی عصمت من اللہ پر مبنی، خلاصہ یہ کہ شخص مذکور اس طور پر زیر موضوع مندرج اور بطور فساد تفکر خارج۔ فظھر التفرقة وذھب الوسوسة (فرق ظاہر اور وسوسہ ختم ہو۔ ت)

تازیانہ ۱۶ تا ۱۹: قولہ یا شخصے کہ کلام صادق ازو صادر می گردد و ہرگاہ ارادہ کلام کاذب نماید آواز او بند میگردد[1] یا زبان او ماؤف میشود یا کسے دہن او بند یا حلقوم خفہ کند (یا ایسا شخص ہے جو کسی جگہ سچا کلام کرتا ہے وہ اس سے صادر ہوتا ہے اور جب جھوٹا کلام کرتا ہے تو آواز بند ہوجاتی ہے یا زبان ماؤف ہوجاتی ہے یا کوئی اس کا منہ بند کردیتا ہے یا گلا دبا دیتا ہے۔ ت)

اقول ایسا تو کیا کہوں جو آپ کی طبع نازک کو بالکل خفہ کند، ہاں اتنا کہوں گا کہ آپ کی تو اچھل کر تارے ہی توڑ لاتے، یہ چار نظیریں غضب نظیریں ہیں کہ باید و شاید، او عقل کی پڑیا! جب وہ مزعوم تکلم بکذب کرچکا تو کلام نفسی میں کاذب ہوچکا اگرچہ بوجہ مانع صادر نہ ہوسکا تو اس کے عدم سے حکم کذب کیونکر ٹلا، کذب حقیقۃً صفت نفسی ہے نہ وصف لسانی، پھر اس کی مدح کیا معنی قطعاً مذموم ہوگا جیسے، دیگر اگلی نظیروں میں عدم کذب کی صورت تو تھی یہاں اللہ کی عنایت سے وہ بھی نہ رہی، ادھر کذب محقق و موجود اور عدم کذب کی نظیروں میں معدوم، جبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی جب گمراہ کرتا ہے عقل پہلے لے لیتا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۲۰: قولہ یا کسے کہ چند قضایائے صادقہ یاد گرفتہ واصلاً بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت ندارد بناءً علیہ تکلم بکاذب ازو صادر نہ گردد[2] (یا کسی نے چند سچے جملے رٹ لئے ہیں دیگر جملوں پر وہ قدرت نہیں رکھتا اس بنا پر اس سے جھوٹ صادر نہیں ہوتا ہے۔ ت)

اقول یہ صورت بھی وہی فساد عقل کی ہے جس سے فقط حفظ صوادق کا شعبہ بڑھایا، مگر کام نہ آیا قطع نظر اس سے کہ یہ تصویر کیسی اور ایسے شخص سے حفظ قضایا معقول بھی ہے یا نہیں۔

اولاً انسان مرتبۂ عقل بالملکہ میں بالبداہۃ ترکیب قضایا پر قادر، تو سرے سے تصویر ہی باطل، اور عقل ہیولانی میں کہ تعقل اصلاً ہی نہیں ہوتا، اگر تعقل نسبت خبریہ معقول بھی ہو تاہم حکایت وقصد افادہ قطعاً غیر معقول اور صدق کذب باعتبار حکایت ہی ہیں، نہ باعتبار مجرد علم، ورنہ معاذ اللہ عالم کواذب کاذب ٹھہرے تو یہاں بھی سلب کذب سے ثبوت لازم نہ ہوا اور وہی فارق پیش آیا۔

---

[1] و [2] رسالہ یک روزہ شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

ثانیاً جو اصلاً کسی قضیہ حتی قضایائے وجیزہ واحکامِ شخصیہ بدیہیہ جیسے پر بھی قادر نہ ہو تعقل مجانین بلکہ حیوانات سے بھی بدتر اور جمادات سے ملحق تو اس کا کلام کلام نہ ہوگا، صوت بے صورت ہوگا اور صدق وکذب اوّلاً بالذات صفتِ معانی ہے، نہ وصفِ عبارات، تو بات اگرچہ بایں معنی سچی ہو کر سامع اس سے ادراکِ معنی مطابق للواقع کرے مگر اس سے اس جمادی آواز کرنے والے کا صدق لازم نہیں کہ معنی متصف بالصدق اس کے نفس سے قائم نہیں حتی کہ علماء نے کلامِ مجنون کو بھی خبریت سے خارج کیا اور ظاہر کہ صدق وکذب اوصافِ خبر ہیں نہ شاملِ مطلق آواز، مولانا بحر العلوم قدس سرہ فواتح میں فرماتے ہیں:

الکلام الصادر عن المجنون لایکون مقصودا بالافادۃ فلایکون حکایۃ عن امر حتی یکون خبرا۔[1]	پاگل سے صادر ہونے والا کلام مقصود کے لئے مفید نہیں ہوتا لہٰذا کسی امر (واقع) سے حکایت ہی نہیں حتی کہ اسے خبر قرار دیا جائے (ت)

تنبیہ ارشادیہ بتسفیہ جملہ نظائر: اقول: ایہا المسلمون! سفیہ جاہل نے حتی الامکان اپنے رب میں راہ کذب نکالنے کو نظیریں دیں، بحمد اللہ سب بے معنی، ہم نے اس وقت تک ان کے رد میں اس امر پر بنائے کار رکھی کہ عدمِ کذب بعض کمال نہیں جب تک ثبوتِ کمال پر مبنی نہ ہو، اور یہاں ایسا نہیں اس کی سزا کو اسی قدر بس تھی، مگر غور کیجئے تو معاملہ اور بھی بالکل معکوس اور عقلِ مستشہد کا سر منکوس اور تمام نظائر زدہ بر قفا ہیں یعنی یہاں عدمِ قدرت علی الکذب کا بربنائے کمال ہونا بالائے طاق الٹا بربنائے عیوب ونقائص ہے، کہیں عدمِ عقل کہیں عجزِ آلات، کہیں لحوقِ منقولی کہیں عروضِ آفات، پھر ایسا عدمِ کذب اگر ہوگا تو مورث ذم ہوگا نہ باعثِ مدح، یہی وجہ ہے کہ ان صورتوں میں سلبِ کذب سے تعریف نہیں کرتے نہ وہ جاہلانہ وسفیہانہ خیال کہ عیب پر قدرت نہ ہونا مانعِ کمال، اب ختمِ الٰہی کا ثمرہ کہ سفیہ جاہل کو خدا وجماد میں فرق نہ سوجھا، اس کا عدمِ کذب اس کے کمالِ عالی یعنی سبوحیت وقدوسیت بلکہ نفسِ الوہیت سے ناشی کہ الوہیت اپنی حدِ ذات میں ہر کمال کی مقتضی اور ہر نقص کی منافی اور ان کا عدمِ کذب عیوب ونقائص پر مبنی، پھر کیسی پرلے سرے کی کوری یا سینہ زوری کہ عینِ کمال کو کمالِ نقص پر قیاس کرے اور انھوں پتھروں کے عیوب ونقائص باری جل مجدہ کے ذمّے دھرے، جاہل پر ایسی نظیر دینی لازم تھی جس میں عدمِ کذب باآنکہ کمال سے ناشی ہوتا پھر بھی بعلت عدمِ امکان مدح نہ سمجھا جاتا، وانّٰی لہ ذٰلک، اب جو اس کا حامی بنے سب کو دعوتِ عام دیجئے کہ ایسی نظیر ڈھونڈ کر لاؤ، فان لم تفعلوا ولن تفعلوا[2] (پھر اگر نہ کرسکو گے اور ہرگز نہ کرسکو گے۔ ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی الاصل الثانی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۰۶

[2] القرآن الکریم ۲/۲۴

تنبیہ دوم: **اقول** اس سے زائد قہر یہ ہے کہ اپنا کہا خود نہیں سمجھتا، نظیریں دے کر باوجودیکہ آپ ہی خلافِ مطلب پر نکلتا ہے کہ عدمِ کذب اگر بربنائے عجز ہو تو مورثِ مدح نہیں، معلوم ہوا کہ ان نظائر میں تحقیقِ عجز و قصور پر مطلع ہے، پھر باری عزوجل کے عدمِ کذب کو ان سے ملاتا ہے حالانکہ وہاں عیب و منقصت پر عدمِ قدرت زنہار عجز نہیں بلکہ عین کمال و مدحت اور معاذ اللہ تعلقِ قدرت ماننا ہی صریح نقص و مذمت، یہ تقریر کافی و وافی طور پر مقدمۂ رسالہ و نیز مدۂ ثالثہ بیانِ اول میں گزری اور وہیں یہ بھی بیان ہوا کہ عجز جب ہے کہ جانبِ فاعل قصور و کمی ہو جیسے اسے سفیہا ان تیری نظیروں میں کہ گنگ و سنگ اپنے نقصان کے باعث جھوٹ سچ کچھ نہیں بول سکتے نہ یہ کہ جانبِ قابل کا نقص ہو کہ تعلقِ قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا، جس طرح جنابِ باری عزوجل کا کذب وغیرہ تمام عیوب سے منزّہ ہونا اسے ہرگز کوئی مسلم عاقل عجز گمان نہ کرے گا، یارب مگر ابن حزم سا کوئی ضال اجہل یا ان حضرت سا جاہل اضل، وباللہ العصمۃ عن مواقع الزلل والحمد للہ الاعز الاجل (پھسلنے کے مواقع سے اللہ ہی کی طرف سے حفاظت ہوتی ہے اور تمام حمد اللہ غالب و بزرگ تر کے لئے ہے۔ ت)

بحمد اللہ یہ حرف نظائر پر تازیانوں کا دوسرا عشرہ کامل تھا، بلکہ خیال کیجئے تو یہاں تک اسی مسئلہ کے متعلق سعادات شریفہ پر سات تازیانے اور گزرے۔ تازیانہ اول میں دوسرا۔ **ثم اقول** (میں پھر کہتا ہوں۔ ت) جس نے حضرت کا تناقض بتایا، اور دوم و سوم و چہارم کے بعد کی تنبیہات اور ہشتم کا ثانیا اور اس کے بعد کی دو تنبیہیں، یہ ساتوں جداگانہ تازیانے ہوئے حقیقۃً عشرہ اولیٰ میں چودہ اور ثانیہ میں تیرہ، کل ستائیس تازیانے یہاں تک ہوئے اچھا تو وقت کے تین اور لیجئے کہ تیس کا عدد جو دونوں ترتیب میں بھی ملحوظ رہے پورا ہو جائے، ثم ان میں ایک تو ایسا شدید کاری جس سے جان بچانی مشکل جو آپ کا خاصہ مطلب کھولے اصل مذہب سر چڑھ کر بولے وباللہ التوفیق وافاضۃ التحقیق (توفیق اور حصولِ تحقیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ت)

تازیانہ ۲۸: **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) شاطریا نے اگرچہ بظاہر اخفائے جہال کہ عوام اہلِ اسلام اپنے رب ذوالجلال والاکرام کے حق میں صریح دشنام سن کر بھڑک نہ جائیں، مطلب دلی کے رو سے زشت پر پردہ ڈالنے کو براہِ تقیہ کہ روافض سے بڑھ کر اصل اصیل مذہب نجدیہ ہے، یہ کلمات بڑھا دئے کہ "کذب مذکور از آنست منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست"۱؎ (ہاں کذب مذکور اس کی حکمت کے منافی ہے لہٰذا یہ کذب ممتنع بالغیر ہے۔ ت) مگر اس کے ساتھ ہی جو مذہب خبیث جوش پر آیا اور نظیریں دینے کا شوق گدگدایا تو کھلے بندوں علانیہ بتایا کہ کذبِ الٰہی میں اصلاً قطع بالغیر کی بو بھی نہیں فقط جزماً جائز الوقوع ہے جس کے وقوع میں استحالۂ عقلی و شرعی درکنار استبعاد عادی کا بھی

۱؎ رسالہ یکروزہ شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۰

نام و نشان نہیں، ثبوت لیجئے اگر اس کے مذہب میں کذبِ الٰہی ممکن بالذات و ممتنع بالغیر ہوتا تو نظیریں وہ دیتا جن میں ممتنع بالذات ہو کہ دیکھو جہاں امتناع ذاتی ہوتا ہے عدمِ کذب باعثِ مدح نہیں ہوتا اور باری عزوجل کے لئے مدح ہے تو اس کے حق میں امتناع ذاتی نہیں، مگر بر خلاف اس کے مثالیں وہ دیں جن میں امتناعِ ذاتی کا پتہ نہیں، مثلاً جس کا منہ بند کرلیں یا گلا گھونٹ دیں اور اس وجہ سے وہ جھوٹ نہ بول سکے تو ظاہر کہ بولنے پر یقیناً قادر، اگر بالفرض امتناع ہے تو اس عارض کی وجہ سے تو نہ ہوا مگر امتناع بالغیر، امام نجدیہ اسے بھی مانع مدح بیان کرکے باری عزوجل سے صراحۃً سلب کرتا ہے، پھر کیوں منافقانہ کہا تھا "ممتنع بالغیر ست" (کذب باری تعالیٰ ممتنع بالغیر ہے۔ ت) صاف کہا ہوتا "اصلاً در امتناع بالغیر ہم بہرہ ندارد" (امتناع بالغیر سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ ت) اے حضرت! اُدھر کیوں جائیے پہلی بسم اللہ اخرس و جمادی کی نظیر لیجئے یہیں اخرس تو انسان ہے، جماد کے لئے بھی کلام محال شرعی تک نہیں صرف محال عادی ہے کتبِ حدیث دیکھئے بطور خرقِ عادت ہزار بار پتھروں جمادوں سے کلام واقع ہوا اور ہزار ہا بار ہوگا قریب قیامت آدمی سے اسکی ران باتیں کرے گی، جب اہل اسلام یہود عنود کو قتل کریں گے اور وہ پتھروں درختوں کی آڑ لیں گے شجر و حجر مسلمان سے کہیں گے اے مسلمان! آ یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ اسی طرح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گونگے کا کلام کرنا [illegible] حدیث میں وارد، اور خود اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وقالوا لجلودهم لم شهدتم علينا قالوا انطقنا الله الذی انطق کل شیء ۱؎	کافر اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے کیوں ہم پر گواہی دی، وہ بولیں گی ہمیں اس اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔

اگر کلام جماد و اخرس ممتنع بالغیر یا محال شرعی ہوتا، زنہار وقوع کا نام نہ پاتا کہ ہر ممتنع بالغیر کا وقوع اسی غیر یعنی ممتنع بالذات کے وقوع کو مستلزم، تو وقوع نے ظاہر کردیا کہ صرف خلافِ عادت ہے، جب وقوع کلام ثابت اور اس کے استحالہ کذب پر ہرگز کوئی دلیل عقلی نہ شرعی، تو یقیناً اس کے لئے بھی جوازِ وقوعی جو امتناع بالغیر کا منافی قطعی، اب جھوٹ جہاں استدلال کرتا ہے کہ ایسا عدمِ کذب مفیدِ مدح نہیں ہوتا، اور باری عزوجل میں مدح ہے، تو وہ عدم وہاں ایسا عدم بھی نہ ہوگا، اتنا تو اس کے کلام کا منطوق صریح ہے، آگے خود دیکھ لیجئے کہ اخرس و جماد میں کیسا عدم تھا جس کو باری عزوجل میں نہیں مانتا، نہ زنہار نہ امتناع عقلی تھا نہ استحالہ شرعی بلکہ صرف استبعاد عادی تو بالضرور مانا کہ جیسا کہ اپنے رب میں کذب کو مستبعد بھی نہیں جانتا، العیاذ باللہ! اگر لازم قول قول ٹھہرے تو اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہے، مگر جیسی احتیاط اللہ عزوجل نے ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا، اہل بدعت خصوصاً نجدیہ کو

۱؎ القرآن الکریم ۴۱/۲۱

2 یہ شخص جن کا معلم و امام ہے کفر و شرک کر کے سیر کئے ہوئے ہیں، بات پیچھے اور کفر و شرک پہلے، اگر جزؤا سیئۃ
2 سیئۃ مثلہا[1] (اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے۔ت) کی ٹھہرے تو کیا ہم ان کے ایسے صریح کفریات پر بھی فتوٰی کفر نہ دیتے، مگر الحمدللہ یہاں ادفع بالتی ھی احسن[2] (برائی کو بھلائی سے ٹال۔ت) پر عمل اور کلمہ طیبہ کا ادب پیش نظر ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچاتے ہیں، والحمدللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۲۹: اقول منافات حکمت کے سبب کذب کو ذاتی ممتنع بالغیر کہنا اس سفیہ کا صریح تناقض ہے شے ممتنع بالغیر جب ہوسکتی ہے کہ کسی محال بالذات کی طرف منجر ہو ورنہ لزوم ممکن کا ممکن کو نا ممکن کرنا لازم آئے اور انتفائے حکمت اگرچہ اہل سنت کے نزدیک ممتنع بالذات مگر ان حضرت کے دین میں بالیقین ممکن کہ آخر سلب حکمت ایک عیب و منقصت ہے اور وہ تمام عیوب و نقائص کو ممکن مان چکا پھر کس منہ سے کہتا ہے کہ منافات حکمت باعث امتناع بالغیر ہوئی، الحمدللہ اہل بدعت کے بارے میں اس طرح سنت باری تعالٰی ہے کہ انھیں کے کلام سے انھیں کے کلام پر حجت و الزام قائم فرماتا ہے ؎

ومنھا علی بطلانھا شواھد

(ان میں سے ان کے بطلان پر شواہد موجود ہیں۔ت)

سچ کہا ہے:

دروغ گو را حافظہ نباشد
(جھوٹے شخص کا حافظہ نہیں ہوتا۔ت)

تازیانہ ۳۰: اقول سبحان اللہ! ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ امام الطائفہ نے امتناع بالغیر محض تقیۃً مانا حقیقۃً اس کا مذہب جواز وقوعی ہے، مگر غور کیجئے تو وہاں کچھ اور ہی گل کھلا ہے، امام و ماموم، خادم و مخدوم سارا طائفہ مزعوم کذب الٰہی کو واقع اور موجود گا رہا ہے، صراحۃً کہتے ہیں کہ کذب مقدور اور بلاشبہہ مقدوریت کذب مقدوریت صدق کو مستلزم۔ کما دللنا علیہ فی الدلیل السادس والعشرین (جیسا کہ اسی پر ہم نے چھبیسویں دلیل میں اشارہ کیا ہے۔ت)، اور امام الطائفہ نے تو صاف بتا دیا کہ برعایت مصلحت صدق اختیار فرمایا، اب کتب عقائد ملاحظہ کیجئے، ہزاروں ہزار مقام پر تصریحیں

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/۴۰
[2] ؍؍ ؍؍ ۴۱/۳۴

ملیں گی کہ جو کچھ باختیار صادر ہو قدیم نہیں تو لاجرم صدقِ الٰہی حادث ٹھہرا اور ہر حادث ازل میں معدوم اور ازل کیلئے نہایت نہیں، تو بالیقین لازم کہ ازل غیر متناہی میں مولیٰ تعالےٰ سچا نہ رہا ہو اور جب سچا نہ تھا تو معاذ اللہ ضرور جھوٹا تھا لانفصال الحقیقی بینهما (کیونکہ ان دونوں کے درمیان انفصال حقیقی ہے۔ ت) عجب ضلال چشت کا چہرۂ زشت چھپانے کو یوں کہتے ہو کہ کذب الٰہی ممکن ہے، یوں نہیں کہتے کہ خدا سے موہوم لاانتہا علوم کروڑوں برس تک جھوٹا رہ چکا ہے، پھر اب بھی اپنی پرانی آن پر آئے تو کیا ہے۔ تعالی اللہ عما یقولون علوًّا کبیرًا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالا ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔ ت)

تازیانہ ۳۱: میں نے بارہا قصد کیا کہ تازیانوں میں دس بیس تیس پر بس کروں مگر جیسا ان حضرت کی شوخیاں بھی ماثیں، وہاں تو سے

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

(سر کی مانگ سے لے کر قدم تک ہر جگہ پر نظر ڈالو دامن دل ہر جگہ کے بارے میں کہتا ہے کہ جگہ یہی ہے۔ ت)

اسی رسالہ یکروزی میں عبارت مذکورہ سے دو سطر اوپر [illegible] تو وہاں تو خوب ہی سانچے میں ڈھلے ہیں یہاں طاؤس مذہب کے جمال مطلب پر پردہ تقیہ تھا وہاں حضرت بے نقاب چلے ہیں۔ اعتراض تھا کہ اگر حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام اوصاف کمالیہ میں حضور کا شریک من حیث ہو شریک ممکن ہو تو خبر الٰہی کا کذب لازم آئے گا کہ وہ فرماتا ہے:

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1] لیکن اللہ کے رسول اور انبیاء کے آخری ہیں (ت)

اور وصف خاتمیت میں شرکت ناممکن، حضرت اس کا ایک جواب یوں دیتے ہیں:

بعد اخبار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان وجود مثل اصلاً مستلزم تکذیب نصے از نصوص نگردد و سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست داخل تحت قدرت الٰہیہ، کما قال اللہ تعالےٰ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک

اخبار کے بعد یہ ممکن ہے کہ اس آیہ کریمہ کو بھول جائیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل کے وجود کے امکان والی بات نصوص میں سے کسی نص کی تکذیب کو مستلزم نہ ہوگی جبکہ نازل شدہ قرآن کا سلب ممکن ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ہم چاہیں تو آپ کی طرف کی ہوئی وحی کو لے لیں پھر آپ ہمارے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

26 بہ علینا وکیلا[۱] پاس کوئی وکالت کرنے والا نہ پاتے۔ (ت)

حاصل یہ کہ امکانِ کذب ماننا تکذیبِ قرآن کو اسی صورت میں مستلزم کہ آیاتِ قرآن بھی محفوظ رہیں حالانکہ ممکن کہ اللہ تعالٰی قرآن ہی کو فنا کردے۔ پھر تکذیب کاہے کی لازم آئے۔

اقول ایھا المؤمنون! دیکھو صاف صریح مان لیا کہ خدا کی بات واقع میں جھوٹی ہوجائے تو ہوجائے اس میں کچھ حرج نہیں، حرج تو اس میں ہے کہ بندے اسے جھوٹا جانیں، یہ اسی تقدیر پر ہوگا کہ آیات باقی رہیں جن کے ذریعہ سے ہم جان لیں کہ خدا کی فلانی بات جھوٹی ہوئی اور جب قرآن ہی محو ہوگیا پھر جھوٹی پڑی تو کسی کو جھوٹ کی خبر بھی نہ ہوگی تکذیب کون کرے گا، غرض سارا ڈر اس کا ہے کہ بندوں کے سامنے کہیں جھوٹا نہ پڑے واقع میں جھوٹا ہوجائے تو کیا پروا، انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)، اے سفیہ ظلوم! یہ تیرا خدا سے موہوم ہوگا جو بندوں کے طعنوں سے ڈر کر جھوٹ سے بچے اور ان سے چُرا چھپا بھلا بُرا کر خوب پیٹ بھر کر لے، بھلا سچا خدا بالذات ہر عیب و منقصت سے پاک ہے کہ کذب وغیرہ کسی نقصان کو اس کے سراپردۂ عزت تک بار ممکن نہیں، اور جو افعال اس کے ہیں حاشا وہ ان میں کسی سے نہیں ڈرتا، یفعل اللہ ما یشاء[۲] (اللہ جو چاہے کرے۔ ت)، یحکم ما یرید[۳] (حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ ت) اس کی شان ہے، لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون[۴] (اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ت)۔ اس کے جلال عظیم کا بیان ولہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض[۵]، سبحنہ وتعالٰی عما یصفون[۶] (اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں، پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔ ت)

تازیانہ ۳۲: رب جلیل کو خلق کا خوف ماننا حضرت کا قدیم مسلک ہے، تقویۃ الایمان میں بھی بحثِ شفاعت میں فرما گئے: "آئین بادشاہت کا خیال کرکے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے

---

[۱] رسالہ یکروزہ (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

[۲] " ۱۴/۲۷

[۳] " ۵/۱

[۴] " ۲۱/۲۳

[۵] " ۴۵/۳۶

[۶] " ۶/۱۰۰

دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے۔[1] العظمۃ للہ! اس غبی جہول نے خدا کو بھی دارا و سکندر یا ہمایوں و اکبر سمجھا ہے کہ اپنی مرضی پوری کرنے کو لوگوں کے لحاظ سے حیلے ڈھونڈتا ہے، الا بعدا للقوم الظٰلمین[2] (دور ہوں بے انصاف لوگ۔ ت)

تازیانہ ۳۳: قولہ "سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست"[3] (نزول کے بعد قرآن مجید کا سلب ممکن ہے۔ ت)

اقول اے طرفہ معجون جہل بدعات قرآن مجید اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ازلیہ ابدیہ ممتنع الزوال ہے، نہ اس کا وجود اللہ عزوعلا کے ارادہ و اختیار و خلق ایجاد سے، نہ اس کا سلب و اعدام اللہ تعالٰی کی قدرت میں، ورنہ اپنی ذات کریم کو بھی سلب کرسکے مقتضائے ذات بے اقتضائے ذات متحقق نہیں ہوسکتا۔

تازیانہ ۳۴: قولہ کہ قال اللہ تعالٰی[4] (اس کا قول، جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے۔ ت)

اقول کیا خوب، کہاں ذاہب کہاں مسلوب، مگر آپ کو تحریف معنوی مرغوب۔

تنبیہ: یہاں یہ گمان نہ کرنا کہ سلب سے مراد قلب سے زوال ہے، اور اگر یہی ضرورت ہے اس طرف جائیے وہ حضرت کے باطل مذہب کہ یہ شخص صفات باری کو علانیہ مخلوق و اختیاری مانتا ہے، جیسا کہ علم الٰہی و صدق ربانی کے بارے میں اس کی تصریحیں گزریں اور نقل کیں، اور جب ثابت ہے جو مخلوق و مقدور ہے اس کی ذات کا سلب بھی ممکن، تو برخلاف مسلک قائل تاویل قول غلط و باطل۔

ثانیاً ہم نے تنزیہ دوم میں بدلائل ثابت کر دیا کہ صدق کو اختیاری ماننے والا قطعاً قرآن عظیم کو حادث مانتا ہے اور بیشک ہر حادث قابل فنا، پھر اس کے نزدیک فنائے قرآن یقیناً جائز۔

ثالثاً خاص یہاں بھی حضرت کا مطلب ان کی جا بجا تقریر میں یہی نکلے گا کہ قرآن مجید فی نفسہٖ معدوم ہوسکے کہ جب خبر ہی نہ رہی تو کاذب کیا ہوگی ورنہ مجرد سہو ہوجانا ہرگز منافی کذب نہیں ہوسکتا کما لایخفی فاعرف (جیسا کہ مخفی نہیں پس اچھی طرح جان لو۔ ت)

تازیانہ ۳۵: **اقول** بفرض محال اگر سلب قرآن ممکن بھی ہوتا ہم جناب سفاہت مآب کا جواب عجاب قطعاً ناصواب۔ معترض نے لزوم کذب سے استحالہ قائم کیا تھا، نہ لزوم تکذیب سے، اور بیشک اس تقدیر پر لزوم کذب سے اصلاً مفر نہیں کہ خبر جب خلاف واقع ہو تو اس کا صفحۂ عالم سے انعدام رافع کذب قائل نہ ہوگا، مانا کہ خبر معدوم ہوگئی، اس کے بعد اس کا خلاف واقع ہوا تو غایت یہ کہ ظہور کذب کا وقت تو

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التصرف مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۲

[2] القرآن الکریم ۱۱/۴۴

[3] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

کہ کذب اس وقت اسے عارض ہوتا جس کے لئے وجودِ معروض درکار تھا، وہ جس وقت موجود تھی اسی وقت بوجہ مخالفتِ واقع کاذب تھی گو ظہورِ کذب بعد کو ہو یا کبھی نہ ہو، اب انسان ہی میں دیکھئے اس کا کلام کہ عرض ہے اور عرض علمائے[عہ] متکلمین کے نزدیک صالحِ بقا نہیں، فوراً موجود ہوتے ہی معدوم ہوجاتا ہے، باایں ہمہ جب اس کا خلافِ واقع ہوتا ہے، کہتے ہیں فلاں کی بات جھوٹی تھی، غرض اس نفیس جواب ملّا نے مجاب سب اور ان دو ہذیانِ تباہ وخراب کی قدر ان کے مثل مجانین ہی جانتے ہوں گے یا معاذ اللہ عفوِ الٰہی بشرطِ صلاحیت کام نہ فرمائے تو اس کی بھی قدر اس دن کھلے گی یوم یقوم الناس لرب العالمین[1] (جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔ ت)

الحمدللہ، یہ حضرت کی چند سطری تحریر پر بالفعل چھتیس ۳۶ کوڑے ہیں اور پانچ ہذیانِ اوّل پر گزرے تو پورے چالیس تازیانے ہوئے، واقعی معلم طائفہ نے بفتوائے معلم الملکوت ہمارے مولٰی پر کذب وعیب سب کا افترا کیا، اور شرع میں افترا کی سزا اسّی کوڑے مگر غلام کے حق میں آدھی فعلیہن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب[2] (تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ ت) تو چالیس کوڑے نہایت بجا واقع ہوئے، اللہ عزوجل سے امید کہ قبول فرمائے اور ان زبانوں کو متبوع کے حق میں نکال وعقوبت تابع کے لئے ہدایت وعبرت، اہلسنت کے واسطے قوت واستقامت بنائے، آمین یا ارحم الراحمین! بیشک ہماری طرف کے علماء کثّرہم اللہ امثالہم الجمیلہ نے حضرت کے ہذیانِ دوم کی بھی خوب دھجیاں لی ہوں گی مگر اس وقت تک فقیر کی نظر سے اس بارے میں کوئی تحریر نہ گزری، جو کچھ تحریر کیا بحمد اللہ سب القائے ربانی ہے کہ عبدِ ضعیف پر فیضِ غیب سے فائض ہوا، امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز اس بسطِ جمیل ووجہِ جلیل پر نقدِ جزیل حصۂ خاص فقیرِ ذلیل ہے۔

[عہ] بلکہ مذہبِ تحقیق پر یہی مدعا حاصل، لفظی غیر قار کا انعدام تو ظاہر اور نفسی نسبتِ محفوظہ بالارادہ ملحوظہ بقصد الافادہ کا نام ہے، اور ظاہر کہ ارادۂ افادہ دائم نہیں، اور جو کچھ بعد کو محفوظ رہے صورتِ علمیہ ہے نہ کلامِ نفسی، معہذا بحالتِ نسیان وہ بھی زائل، علاوہ بریں روحِ انسانی اگرچہ اہلسنت کے نزدیک فنا نہ ہوگی، مگر قطعاً ممکن الانعدام، اس کے ساتھ اس کے سب صفات معدوم ہوسکتے ہیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۸۳/ ۶

[2] ؍؍ ۴/ ۲۵

فللہ المنۃ فی کل ان وحین والحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین!	ہر وقت وہر گھڑی اللہ تعالٰی کی ہی حمد ہے اور حمد ہے تمام جہانوں کے پروردگار کی، صلوٰۃ وسلام رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کے آل واصحاب تمام پر، آمین! (ت)

تنزیہ[عہ] چہارم علاج جہالات جدیدہ میں

اقول وبحول اللہ اصول ایھا المسلمون (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اے اہل اسلام! ۔ ت) امکان کذب الٰہی کو خلف وعید کی فرع جاننا اور اس میں اختلاف ائمہ کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف فیہا ماننا ایک تو افترا، دوسرے کتنا بے مزہ، بیشک مسئلہ خلف وعید میں بعض علماء جانب جواز گئے اور محققین نے منع وانکار فرمایا، مگر حاشا اس سے امکان کذب ثابت، نہ یہ علمائے مجوزین کا مسلک بلکہ وہ اس سے بہزار زبان تبری وتحاشی کرتے ہیں، پھر ان کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت کذب وستم جسارت جس کے بہتان واضح البطلان ہونے پر حجج قاہرہ قائم۔

حجت اولٰی: یہی نصوص ملاحظہ کہ تنزیہ اول میں گزرے جن سے واضح کہ کذب باری محال ہونے پر اجماع قطعی منعقد تمام کتب کلامیہ میں جہاں اس مسئلے کا ذکر آیا ہے صاف تصریح فرمادی کہ اس پر اجماع واتفاق علماء ہے یا بے حکایت خلاف اس پر جزم فرمایا ہے۔

حجت ثانیہ: **اقول** طرفہ یہ کہ جو علماء مسئلہ خلف وعید میں خلاف بتاتے ہیں وہی استحالہ کذب پر اجماع نقل فرماتے ہیں، جیسے شرح مقاصد میں ہے:

ان المتاخرین منہم یجوزون الخلف فی الوعید۔[1]	ان میں کے متاخرین خلف وعید جائز مانتے ہیں۔

اسی شرح مقاصد میں ہے:

عہ **تنبیہ ضروری:** خوب یاد رہے کہ اس ساری تنزیہ اور اس کے مناسب تمام مواضع رسالہ میں ہمارا روئے سخن ان ناقصوں خاسروں کی طرف نہیں جنہیں عروسان منصہ امامت طائفہ نے اپنے جھوٹے چہروں کا نقاب بنایا ہو بلکہ صرف مخاطبان کے متبوعوں تازہ مقتداؤں سے ہے جو کتاب پر تقریظ لکھیں اور اس کے حرف بحرف صحیح ومسلم ہونے کی تصریح کریں، والسلام ۱۲ منہ۔

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی اتفقت الائمۃ علی العفو عن الصغائر دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۶

الكذب وهو محال باجماع العلماء لان الكذب نقص باتفاق العقلاء وهو على الله تعالیٰ محال[1]۔	کذب الٰہی باجماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اس پاک بے عیب پر قطعاً محال۔

مگر علماء کو خبر نہ تھی کہ امکان کذب جواز خلف وعید پر متفرع تو ہم اسے مختلف فیہ لکھ کر اجماعی بتائے دیتے ہیں اب چودھویں صدی میں آکر ان حضرات کو اس تفریع کی خبر ہوئی۔

حجت ثالثہ، اقول طرفہ تر یہ کہ جو علماء خلف وعید کا جواز مانتے ہیں خود ہی کذب الٰہی کو محال و اجماعی جانتے ہیں، جیسی مواقف میں ہے،

لا یعد الخلف فی الوعید نقصا[2]	خلف وعید نقص نہیں گنا جاتا۔

اسی مواقف میں ہے،

انه تعالیٰ یمتنع علیه الکذب اتفاقا[3]	کذب باری بالاتفاق محال ہے۔

جیسی شرح طوالع میں ہے،

الخلف فی الوعید حسن[4]	وعید میں خلف حسن ہے

اسی میں ہے،

الکذب علی الله تعالیٰ محال[5]	اللہ تعالےٰ کا کذب محال ہے۔

جن علامہ جلال دوانی نے شرح عقائد میں لکھا،

ذهب بعض العلماء الیٰ ان الخلف فی الوعید جائز علی الله تعالیٰ لا فی الوعد وبهذا وردت السنة[6]	بعض علماء اس طرف گئے کہ وعید میں خلف اللہ تعالیٰ پر جائز ہے نہ وعدہ میں اور یہی مضمون حدیث میں آیا۔

---

[1] شرح المقاصد المبحث السادس فی انه تعالےٰ متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۰۴/۲

[2] شرح المواقف المقصد السادس فی تقریر اصحابنا منشورات الشریف الرضی قم ایران ۳۰۶/۸

[3] 〃 〃 المقصد السابع فی انه تعالےٰ متکلم 〃 〃 〃 〃 ۱۰۰/۸

[4] شرح طوالع الانوار

[5] 〃 〃 〃

[6] الدوانی علی العضدیہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۴

پھر بعد ذکر حدیث اسے عرف وکلام عرب سے مؤید کیا کما نقلہ افندی اسماعیل حقی فی روح البیان (جیسا کہ امام اسماعیل حقی آفندی نے روح البیان میں اسے نقل کیا ہے۔ ت) وہی علامہ جلال فرماچکے:

الکذب علیہ تعالٰی محال لا تشملہ القدرۃ۔[1]

اللہ تعالٰی کا کذب محال ہے قدرت الٰہی میں داخل نہیں۔

مگر یہ علماء خود اپنا لکھا نہ سمجھے تھے کہ باہم متلازم چیزوں میں ایک کا جواز دوسرے کا استحالہ کیونکر مان لیتے اور اپنے کلام سے آپ ہی تناقض کرتے ہیں، اب صدہا سال کے بعد ان حضرات کو کشف ہوا کہ مذہب کے معنی وہ تھے جو خود اہل مذہب کی فہم میں نہ تھے۔

حجت رابعہ: اقول افسوس ان ذی ہوشوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ علماء مسلک جواز کا محمل و مبنی کیا ٹھہراتے اور اس تفریع شنیع یعنی امکان کذب کو کیونکر کس طرح سے دفع فرماتے ہیں، یہاں ان سے بعض وجوہ نقل کرتا ہوں:

وجہ ۱: وعید سے مقصود انشائے تخویف وتہدید ہے، نہ اخبار، تو سرے سے احتمال کذب کا محل ہی نہ رہا۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

الخلف فی الوعید جائز فان اھل العقول السلیمۃ یعدونہ فضلا لا نقصا دون الوعد فان الخلف فیہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ ورد بانہ یعد اللہ تعالٰی خبر فھو صادق قطعا لاستحالۃ الکذب ھناك، واعتذر بانہ کونہ خبرا ممنوع بل ھو انشاء للتخویف فلا حرج فی الخلف[2] ملخصاً۔

یعنی وعید میں خلف جائز ہے کہ سلیم عقلیں اسے خوبی گنتی ہیں نہ عیب، اور وعدہ میں جائز نہیں کہ اس میں خلف عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال۔ اس پر اعتراض ہوا کہ اللہ تعالٰی کی وعید بھی ایک خبر ہے تو یقیناً سچی کہ باری جل وعلا کا کذب محال، اور عذر کیا گیا کہ ہم اسے خبر نہیں مانتے بلکہ انشائے تخویف ہے تو اب خلف میں حرج نہیں۔ (ملخصاً)

دیکھو! خلف وعید جائز ماننے والوں نے استحالہ کذب الٰہی کا صراحۃً اقرار اور اس کے امکان سے ہزار زبان اجتناب وانکار کیا اور اپنے مذہب کی وہ توجیہ فرمائی جس نے اس احتمال باطل کی گنجائش ہی نہ رکھی، پھر معاذ اللہ امکان کذب ماننے کو ان کے سر باندھنا کیسی وقاحت وشوخ چشمی ہے۔

---

[1] الدوانی علی العضدیۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۳

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الباب الثانی فی الحکم منشورات الشریف قم ایران ۱/ ۶۲

وجہ ۲: فرماتے ہیں آیاتِ وعید آیاتِ عفو سے مخصوص ومقید ہیں، یعنی عفو و وعید دونوں ہیں اور دونوں کے ملانے سے آیاتِ وعید کے یہ معنی ٹھہرے کہ جنہیں معاف نہ فرمائے گا وہ سزا پائیں گے، جب یہ معنی خود قرآن عظیم ہی نے ارشاد فرمائے تو جوازِ خلف کو معاذ اللہ امکانِ کذب سے کیا علاقہ رہا، امکانِ کذب تو جب نکلتا کہ جزمًا حتمًا وعید فرمائی جاتی اور جب خود متکلم جل وعلا نے اسے مقید بعدمِ عفو فرما دیا ہے تو چاہیے وعید واقع ہو یا نہ ہو ہر طرح اس کا کلام یقینًا صادق جس میں احتمالِ کذب کو اصلًا دخل نہیں، یہ وجہ اکثر کتبِ علماء مثل تفسیرِ بیضاوی انوار التنزیل و تفسیرِ عمادی ارشاد العقل السلیم و تفسیرِ حقی روح البیان و شرح مقاصد وغیرہا میں اختیار فرمائی، لطف یہ ہے کہ خود وہی ردالمحتار جس سے مدعی جدید غیر مہتدی و رشید نے مسئلۂ خلف میں خلاف نقل کیا، اسی ردالمحتار میں اسی جگہ اسی قول جواز کے بیان میں فرمایا،

حاصل ھذا القول جواز التخصیص لما دل علیہ اللفظ بوضعہ اللغوی من العموم فی نصوص الوعید[1]

اس قول کا حاصل یہ ہے کہ نصوصِ وعید میں جو ظاہر لفظ اپنے معنی لغوی کی رو سے عموم پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا یہ سزا پائے گا، اس میں تخصیص جائز ہے۔

یعنی عام مراد نہ ہو بلکہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہو جنہیں رب تعالٰی معاف نہ فرمائے، ایمان سے کہنا اسی ردالمحتار میں یہیں یہ تصریح صریح تو نہ تھی جس نے اس تفریع خبیث و قبیح کی صاف بیخ کنی کر دی آج تک کسی عاقل نے بھی عام مخصوص منہ البعض کو کذب کہا ہے، ایسے عام تو قرآن عظیم میں اسی وقت بکثرت موجود، پھر امکانِ کذب کیوں مانو، صاف نہ کہہ دو کہ قرآن مجید میں (خاک بدہن گستاخان) جا بجا کذب موجود ہے، واہ شاباش! ردالمحتار کی عبارت سے اچھا استناد کیا کہ آدھی نقل اور آدھی نقل، پھر بھی دعوٰی رشد و دیانت باقی ہے، ذرا آدمی خدا سے تو حیا کرے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وجہ ۳: اگر بالفرض کوئی نص مفید تخصیص و تقیید وعید نہ بھی آتا ہم کریم کی شان یہی ہے کہ غیر متمرد غلاموں کے حق میں وعید بنظرِ تہدید فرمائے اور اس سے یہی مراد لے کہ اگر ہم معاف نہ فرمائیں تو یہ سزا ہے، خلاصہ یہ کہ قرینۂ کرم تخصیص و تقیید وعید کے لئے بس ہے اگرچہ مخصص قولی نہ ہو۔

اقول وبہ یحصل قران المخصص بالمخصص بخلاف ما سبق فھو خاص بمذھب

میں کہتا ہوں اس سے قران مخصص بالمخصص ہوگیا بخلاف ماسبق کے، وہ صرف اسی شخص کے مذہب پر

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

من یجیز التراخی والانفصال وھذا جار علی مذھب الکل۔

موافق ہے جس نے تراخی و انفصال کو جائز رکھا ہے اور یہ تمام مذہب پر جاری ہے (ت)

یہ وجہ وجیہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے خیال میں آئی تھی یہاں تک کہ علامہ خیالی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ حاشیہ شرح عقائد میں اس کی تصریح فرمائی،

حیث قال لعل مرادھم ان الکریم اذا اخبر بالوعید فاللائق بشانہ ان یبنی اخبارہ علی المشیئۃ وان لم یصرح بذلک بخلاف الوعد فلا کذب ولا تبدیل[1]

یعنی امید ہے کہ خلف وعید جائز ماننے والے یہ مراد لیتے ہیں کہ کریم جب وعید کی خبر دے تو اس کی شان کے لائق یہی ہے کہ اپنی خبر کو مشیت پر مبنی رکھے اگرچہ کلام میں اس کی تصریح نہ فرمائے بخلاف وعدہ کے تو خلف وعید میں نہ کذب ہے نہ بات بدلنا۔

مسلمانو! دیکھا کہ خلف وعید جائز ماننے والے اس تفریع ناپاک سے جو دہلی بیباک نے گھڑی کس قدر دور بھاگے اور کس کس وجہ سے اسے علانیہ رد کرتے ہیں، پھر اپنی جھوٹی بات بنانے کے لئے ناکردہ گناہ ان کے سر ایسا الزام شدید باندھنا کس درجہ جرأت و بے حیائی ہے، قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ،

ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بھتانا واثما مبینا[2]

اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔ (ت)

حجت خامسہ

اقول مجوزین خلف وعید اپنے مذہب پر بڑی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ باری عزاسمہ نے فرمایا،

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء[3]

بیشک اللہ تعالیٰ کفر کو معاف نہیں فرماتا اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا۔

اسی ردالمحتار میں اسی مقام پر اسی مسئلہ کے بیان میں آپ کی منقولہ عبارت سے چار ہی سطر بعد فرمایا،

ادلۃ المثبتین التی من اصحھا قولہ تعالیٰ

اثبات کرنے والوں کی مضبوط ترین دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے

---

[1] حاشیۃ الخیالی علی شرح العقائد النسفیہ مطبع اصح المطابع ممبئی (انڈیا) ص ۱۲۱

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۲

[3] " " ۴/ ۱۱۶

ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء[1] — بیشک اللہ تعالٰی کفر کو معاف نہیں فرماتا اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا (ت)

یُوں ہی اس کی ماخذ حلیہ شرح منیہ امام محقق ابن امیر الحاج میں ہے اور پُر ظاہر کہ دعوٰی دلیل پر متفرع اور اس کے مفاد کا تابع ہوتا ہے، سبحان اللہ! جب جوازِ خلف خود ارشادِ متکلم یا وعید جل مجدہ کی طرف مستند کہ اس نے فرمایا "ہم جسے چاہیں گے بخش دیں گے" تو دلیل امکانِ کذب کو اصلاً راہ نہیں دیتی مگر مدلل میں زبردستی خدا واسطے کو مان لیا جائے گا اس جہالت کی کوئی حد ہے آپ کے نزدیک یہ علما اپنے دعوٰی و دلیل کی بھی کچھ خبر رکھتے تھے کہ خلف تو اس معنی پر جائز مانیں جسے امکانِ کذب لازم اور دلیل وہ پیش کریں جو اس معنی کی بالکل قاطع و حاسم، خدارا اپنی جہالتیں، سفاہتیں علما کے سر کیوں باندھتے ہو، ع

اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

للہ! انصاف! اگر بادشاہ حکم نافذ کرے کہ جو یہ جرم کرے گا سزا پائے گا اور ساتھ ہی اسی فرمان میں یہ بھی ارشاد فرمائے کہ ہم جسے چاہیں گے معاف فرمادیں گے، تو کیا اگر وہ بعض مجرموں سے درگزر کرے تو اپنے پہلے حکم میں جھوٹا پڑے گا یا اس آئین کی قدر لوگوں کے دلوں سے گھٹ جائے گی، جیسا کہ وہ احمق جاہل دعوٰی کرتا ہے ہاں اگر کوئی شخص بذریعہ دوسرے ارشاد کے ثابت کرے کہ بادشاہ نے جو سزا مقرر فرمائی ہے کچھ ضرور نہیں کہ ہو ہی کر رہے بلکہ ٹل بھی سکتی ہے تو کیا اس کے قول کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ بادشاہ کا کذب محتمل مانتا ہے، ذرا آدمی کچھ سوچ کر تو بات منہ سے نکالے، سبحٰن اللہ! جس ردالمحتار سے سند لائے اسی میں وہیں اسی بیان میں اسی صفحہ میں یہ صاف و روشن تصریحیں موجود جن سے اس تفریع ناپاک کی پُوری قلعی کھلتی ہے، حضرت ایک ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائیں اور باقی بالکل ہضم، گویا دیکھا ہی نہیں، اسی کا نام دین و دیانت ہے، اسی پر دعوٰیٔ رُشد و ہدایت ہے، مگر حضرات وہابیہ عادت سے مجبور ہیں، نقل عبارت میں قطع و برید اب صاحبوں کا داب قدیم رہا ہے، یہاں تک کہ ان کے متکلمین نے رسالے کے رسالے جی سے گھڑ کر علمائے سابقین کی طرف نسبت کردیئے انتہا یہ کہ عالم و امام دل سے تراشے کہ باوجود تکرار مطالبہ تمام عالم میں ان کے وجود کا پتا نہ دے سکے، فقیر کے بعض احباب سلمہم اللہ تعالٰی نے رسالہ "سیف المصطفٰی علی ادیان الافتراء" اسی باب میں لکھا اور اس میں ان حضرات کے عمائد و اکابر کی ڈیڑھ سو سے زیادہ ایسی ہی عیارتوں، بددیانتیوں کا ثبوت دیا، واقعی حضرات نجدیہ نے ایک حدیث صحیح عمر بھر کے عمل کو ایسی چن لی ہے کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت[1] (جب کوئی بے حیا ہو جائے تو وہ جو چاہے کرے۔ ت) اور

بے حیا باش وانچہ خواہی کن

(بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کرتا رہ۔ ت)

حجت سادسہ: اقول امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قال ابو عمرو بن العلاء لعمرو بن عبید، ما تقول فی اصحاب الکبائر؟ قال اقول ان اللہ منجز ایعادہ کما ھو منجز وعدہ، فقال ابو عمرو انک رجل اعجم، لا اقول اعجم اللسان ولکن اعجم القلب، ان العرب تعد الرجوع عن الوعد لؤما وعن الایعاد کرما، والمعتزلۃ حکوا ان ابا عمرو بن العلاء لما قال ھذا الکلام قال لہ عمرو بن عبید یا ابا عمرو فھل یسمی اللہ مکذب نفسہ، فقال لا، فقال عمرو بن عبید فقد سقطت حجتک، قالوا فانقطع ابو عمرو بن العلاء، وعندی انہ کان لابی عمرو ان یجیب عن ھذا السؤال ان ھذا انما یلزم لو کان الوعید ثابتا جزما من غیر شرط، وعندی جمیع الوعیدات مشروطۃ بعدم العفو، فلا یلزم من ترکہ دخول الکذب فی کلام اللہ تعالٰی[2] ملخصا۔

یعنی امام ابو عمرو بن العلاء رحمہ اللہ تعالٰی نے عمرو بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی اپنی وعید ضرور پوری کرے گا جیسا کہ اپنا وعدہ بیشک پورا فرمائے گا۔ امام نے فرمایا تو عجمی ہے میں نہیں کہتا کہ زبان کا عجمی بلکہ دل کا عجمی ہے عرب وعدہ سے رجوع کو نالائقی جانتے ہیں اور وعید سے درگزر کو کرم، معتزلہ حکایت کرتے ہیں۔ اس پر عمرو نے جواب دیا کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائیے گا۔ امام نے فرمایا نہ۔ عمرو نے کہا تو آپ کی حجت ساقط ہوئی۔ اس پر امام بند ہو گئے۔ امام رازی فرماتے ہیں میرے نزدیک امام یہ جواب دے سکتے تھے کہ اعتراض تو جب لازم آئے کہ وعید یقینی بلاشرط ہو اور میرے مذہب میں تو سب وعیدیں عدمِ عفو سے مشروط ہیں تو خلفِ وعید سے معاذ اللہ کلامِ الٰہی میں کذب کہاں سے لازم آیا۔

اب عاقل بنظرِ انصاف غور کرے۔ اولاً اگر تجویزِ خلف امکانِ کذب ماننا ہوتی تو برتقدیرِ صدقِ حکایت امام کا بند ہونا کیا معنی، انھیں صاف کہنا تھا میں جوازِ خلف مانتا ہوں تو امکانِ کذب میرا عین مذہب اور

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ بن مسعود حدیث ۶۵۰۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۳۴

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللہ لا یخلف المیعاد المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۶/ ۱۹۷

برتقدیر کذب معتزلہ علمائے اہلسنت کیوں نہیں فرماتے کہ تم نے وہ حکایت گھڑی جو آپ ہی اپنے کذب کی دلیل ہے مجوزین خلف تو امکان کذب مانتے ہی ہیں، پھر امام اس الزام پر بند کیوں ہو جاتے۔

ثانیاً آگے چل کر امام رازی امام ابی العلاء کی طرف سے اچھا جواب دیتے ہیں کہ میرے مذہب میں سب وعیدیں مقید ہیں، سبحان اللہ! جب وعیدیں مقید ہوں گی تو امکان کذب کدھر جائے گا، کیوں نہیں کہتے کہ میرے مذہب میں کذب ممکن تو الزام ساقط۔ غرض بے شمار وجوہ سے ثابت کہ مدعی جدید غیر مہتدی و رشید نے علمائے کرام پر جیتا طوفان باندھا۔

حجت سابعہ، اقول آپ کی یہی رد المحتار جس سے آدھا فقرہ نقل کرکے ائمہ دین پر بڑی تہمت کردی، اسی بحث میں حلیہ امام علامہ ابن امیر الحاج سے ناقل ہے شروع عبارت یوں ہے،

وافقه على الاول صاحب الحلية المحقق ابن امير الحاج وخالفه في الثاني وحقق ذلك بانه مبني على مسئلة شهيرة وهي انه هل يجوز الخلف في الوعيد فظاهر ما في المواقف اھ[1]	صاحب حلیہ محقق ابن امیر الحاج نے اول میں اس کی موافقت کی ہے اور ثانی میں مخالفت، اور ثابت کیا کہ اس کا مدار ایک مشہور مسئلہ پر ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا خلف وعید جائز ہے، تو مواقف میں جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے اھ (ت)

اور آخر یوں: هذا خلاصة ما اطال به في الحلية[2] (یہ حلیہ میں ان کی طویل گفتگو کا خلاصہ ہے۔ ت) اور یہ صاحب حلیہ خود مسلمانوں کے حق میں جواز خلف کو ترجیح دیتے ہیں، اسی رد المحتار میں ان سے منقول،

الاشبه ترجيح جواز الخلف في الوعيد في حق المسلمين خاصة دون الكفار[3]	اشبہ مختار یہ ہے کہ خلف وعید کا جواز خاص مسلمانوں کے حق میں ہے نہ کہ کفار کے حق میں۔ (ت)

اب ملاحظہ ہو کہ یہی امام علام قائل جواز خود آپ کی اس تفریع تخلیع یعنی امکان کذب سے کیسی سخت تحاشی کرتے ہیں، اسی حلیہ میں بعد ختم بحث کے فرمایا،

وحاش لله ان يراد بجواز الخلف في الوعيد ان لا يقع عذاب من اراد الله اخبار	یعنی حاشا للہ خلف وعید جائز ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ عزوجل نے جس کے عذاب کی خبر دی چاہی

---

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۵۱

[2] ایضاً

[3] ایضاً

بعذابه فانه محال على الله تعالى قطعا، كما ان عدم وقوع نعيم من اراد الله الاخبار عنه بالنعيم محال عليه قطعا كيف لا وقد قال تعالى ومن اصدق من الله قيلا ○ ومن اصدق من الله حديثا ○ وتمت كلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلمته[1]

اس کا عذاب واقع نہ ہونا اللہ تعالیٰ پر قطعاً محال ہے، جس طرح یہ بالیقین ممکن نہیں کہ اس نے جس کیلئے نعیم کی خبر دی ہو اس کے لئے نعیم واقع نہ ہو اور کیوں کر نہ ہو اسکی خبر کا کذب محال ہے۔ حالانکہ وہ خود فرماتا ہے اللہ سے زیادہ کس کا قول سچا ہے، اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے، تیرے رب کی باتیں سچ اور عدل میں کامل ہیں، کوئی اس کی باتوں کو بدلنے والا نہیں۔

کیوں ایمان سے کہنا یہ وہی علماء ہیں جن پر تم امکانِ کذب ماننے کا بہتان کرتے ہو۔ اللہ حیا دے۔

حجتِ ثامنہ بقطع عرق ضلالت ضامنہ

اقول وباللہ التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اور اسی کی توفیق سے تحقیق [illegible] کو پایا جا سکتا ہے۔ ت) علمائے مجوزین کے طریق استدلال و مناظرہ و سوال شاہد عدل ہیں کہ ان کے نزدیک مطلق وعید و عفو و مغفرت میں نسبت تساوی اور دونوں جانب سے تلازم کلی ہے، ثبوت سنئے قریب گزرا کہ مجوزین نے اپنے دعوے پر آیۂ کریمہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء[2] (اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے بخش دے گا۔ ت) سے استدلال کیا۔ اور حلیہ پھر رد المحتار میں جس سے آپ ہمیشہ کے لئے اپنے پیچھے ایک آفت لگانے کو ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائے، اس دلیل کو انص و اظہر دلائل مجوزین کہا اور پر ظاہر کہ آیت صرف جواز مغفرت ارشاد فرماتی ہے اسی کو انھوں نے جواز خلف پر دلیل ٹھہرایا تو ان کا استدلال برہان قاطع کہ وہ مغفرت کو خلف سے عام نہیں مانتے کہ جواز اعم ہرگز جواز اخص کا مثبت نہیں ہو سکتا، اور عنقریب آتا ہے کہ معتزلہ نے امتناع عفو پر آیاتِ وعید سے تمسک کیا، اس پر ان علماء نے جواب دیا کہ خلف جائز ہے تو لاجرم جواز خلف کو امتناع عفو کا رد مانا اور زنہار جواز اعم امتناع اخص کا منافی نہیں ہو سکتا، تو ان کا یہ جواب دلیل ساطع کہ وہ خلف کو مغفرت سے عام نہیں مانتے، رہا تباین وہ بالبداہۃ اور خود اسی رد و اثبات سے منتفی البتہ، پس تساوی متعین اور مراد متبین، یعنی ظاہر ہو گیا کہ وہ صرف عدم وقوع وعید بوجہ عفو کو خلف سے تعبیر فرماتے اور جب نہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۶

ٹھہراتے ہیں کہ یہی مغفرت سے مساوی ہے نہ کہ معاذاللہ تبدیل قول و تکذیب خبر کہ عفو سے عموم و خصوص دونوں رکھتی ہے، مثلاً درگزر بربنائے تخصیص نصوص و تقیید وعید واقع ہوئی تو عفو موجود اور تبدیل مفقود، اور کسی جرم پر ایک سزائے شدید کی وعید تھی اور ایقاع کے وقت اس میں کمی کی تو عفو مفقود اور تبدیل موجود، اور اگر عفو تخفیف کو شامل کیجئے تو عام مطلقاً سہی بہرحال خلف کہ اس کا مساوی ہے کذب سے قطعاً عام مطلقاً یا من وجہ، اب تو اپنی جہالت فاحشہ پر متنبہ ہوئے کہ جواز اعم امکان اخص کا مستلزم مان رہے ہو والعصمۃ للّٰہ عن اتمام الحجۃ و ایضاح المحجۃ۔

حجت تاسعہ قاہرہ قالعہ قاتلہ قارعۃ بارغۃ التبیین دامغۃ الکذابین، اقول

وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) ایہا المسلمون! اور قلب حاضر درکار! اس مدعی جدید غیر مہتدی و رشید نے کذب باری عزوجل کا صرف امکان عقلی ہی ائمہ دین کی طرف نسبت نہ کیا، بلکہ معاذاللہ انھیں کفر صریح کا قائل قرار دیا، بحمداللہ ان کا دامن سنت تو کفر و ضلالت کے ناپاک دھبوں سے پاک و منزہ مگر حضرت خود ہی اپنے ایمان کی خیر منائیں، یوں نہیں تو منفعل جانیں، اصل مردود یہ ہے کہ خلف بایں معنی کہ متکلم ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی تھی اس کے خلاف عمل میں لائے، بلاشبہہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں مگر خلاف واقع خبر دینا تو اس معنی پر خلف کسی طرح باوقوع یا وجوب جو کچھ مانئے بعینہٖ یہی حکم کذب کے لئے ثابت ہوگا کہ یہ جانب وجود ہے اور جانب وجود میں قسم مقسم کو مستلزم اور حق احکام قسم سے مقسم پر حاکم کہ اس کا وجود بے اس کے محال و ناممکن تو لاجرم اس کا امکان اس کے جواز، اس کا وجود اس کے وقوع اور اس کا وجوب اس کی ضرورت کو لازم، حضرت مدعی جدید نے اپنی جہالت و ضلالت سے کلام علماء میں خلف کے یہی معنی سمجھے کہ باری تعالٰی عیاذاً باللہ بات کہہ کر پلٹ جائے خبر دے کر غلط کردے لہذا جواز خلف پر امکان کذب کو متفرع کیا حالانکہ حاشا للہ علماء میں کوئی عالم اس کا قائل نہیں بلکہ وہ صراحۃً اس معنی مردود مخترع حضرت کا رد بلیغ فرماتے اور جواز خلف کو تخصیص نصوص و تقیید وعید وغیرہا ایسے امور پر بنا کرتے ہیں جن کے بعد نہ معاذاللہ کہہ کر پلٹنا نہ بات کا بدلنا، ہاں اس امر پر دلائل قاہرہ و تصریحات باہرہ سن ہی چکے مگر ان حضرت کو

عــہ المغفرۃ وقایۃ شر الذنوب بالکلیۃ اھ ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

مغفرت گناہوں کے شر سے کلیۃً محفوظ رہنا ہے اھ ۱۲ رضی اللہ عنہ (ت)

؎۱ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

پر مسلم نہیں خواہی نخواہی خلف اسی معنی پر ڈھالتے ہیں جو ایک قسم کذب ہے تاکہ اس کے جواز سے امکان کذب کی راہ نکالیں بہت اچھا اگر یہی معنی مراد ہوں تو اب نظر کیجئے کہ جواز خلف کے کیا معنی ہیں اور وہ اپنے کس معنی پر ائمہ میں مختلف فیہ، حاشا جواز صرف بمعنی امکان عقلی محل خلاف نہیں بلکہ[عہ] قطعاً جواز شرعی و امکان وقوعی میں نزاع

عه اقول هل عسیت ان تتفطن مما القینا ونلقی علیک من الابحاث ونعت و سقنا لک من کلمات العلماء ان الکلام فی معنی الخلف فی حق العصاة لا الخلف المطلق فیهم ولا الخلف فی الکفار لوفاق اهل السنة الوعیدیة علی استحالته شرعا اما الثانی فظاهر واضح وقد نص علیه القرآن العزیز واجمعت علیه الامة جمیعا واما الاول فنقل علیه ایضا غیر واحد الاجماع وهو صواب من حیث النظر وان نقل العلامة فی حاشیة العلائی خلافه ففی هذین ان کان الخلاف فلا یکون الا فی الامکان العقلی ولذا احمل علیه العلامة ش بید انی لا اعلم خلافا بین اهل السنة فی جواز الاول عقلا والثانی وان وقع فیه خلاف ولکن المحققین ههنا علی الجواز ولم یخالف فیه الا اقل قلیل کما سیاتی فالذی[عله] وقع عن العلامة ش

اقول (میں کہتا ہوں) آپ نے ہماری اس گفتگو سے جو کی اور کریں گے اور علماء کے منقولہ کلمات سے سمجھ لیں گے کہ کلام گنہگاروں کے حق میں مطلق خلف میں ہے، نہ خلف مطلق میں اور نہ ہی حق کفار میں خلف ہے کیونکہ وعیدی اہلسنت کا اتفاق ہے کہ ایسی خلف وعید شرعاً محال ہے، دوسری بات (حق کفار میں) تو ظاہر و واضح ہے اس پر قرآن عزیز کی تصریح ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے، اور پہلی بات تو اس پر بھی متعدد اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے، دلیل کے اعتبار سے یہی صواب ہے، اگرچہ علامہ نے حاشیہ علائی میں اس کے خلاف نقل کیا ہے، ان دونوں میں اگر اختلاف ہو بھی تو محض بطور امکان عقلی ہی ہوگا اسی لئے علامہ ش نے اسے اس پر محمول کیا مگر میں اول کے جواز عقلی میں اہلسنت کا اختلاف نہیں جانتا، اور دوسری میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن محققین یہاں بھی جواز پر ہیں اور اس کی مخالفت بہت ہی کم لوگوں نے کی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

عله قوله والذی وقع حیث نقل النزاع المشهور وکون المحققین علی المنع

قولہ والذی وقع، کیونکہ انہوں نے جہاں نزاع مشہور نقل کیا ہے اور محققین کا اس کے کلام میں دونوں خلفوں

(باقی برصفحہ آئندہ)

ہے جس کے بعد امتناع بالغیر بھی نہیں رہتا، دلائل سنئے۔

(بقیہ حاشیہ عہ۲ صفحہ گزشتہ)

شئ ويجب التنبيه له وقد اوضحناه على هامشه ولولا ان غرضنا في المقام لايتعلق بنقد ذلك لاتينا بالتحقيق فيما هنالك ثم من البين البين ان امكان عدم التعذيب عقلا مع استحالته شرعا ادخل في الرد على هؤلاء الجهلة كما لا يخفى على عاقل فضلا عن فاضل وسنلقي عليك تحقيقه فيما ياتي في رد الوهابية الديوبندية فانتظر والله سبحانه وتعالى اعلم ۱۲ منه قدس سره

علامہ رشتی سے جو واقع ہوا اشتباہ ہے جس پر تنبیہ ضروری ہے اور ہم نے اس کے حاشیہ پر اس کی وضاحت کردی ہے اگر ہماری غرض اس مقام پر تنقید کرنا ہوتی تو ہم اس تحقیق کو یہاں کر دیتے، پھر یہ بات بدیہی ہے کہ عقلاً عدم عذاب کا محض امکان جو شرعاً محال ہے ان جہال کے رد کا ذریعہ بنتا ہے جیسا کہ کسی عاقل پر مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی ہو، عنقریب اس کی تفصیل و تحقیق وہابیہ دیوبندیہ کے رد میں آرہی ہے تھوڑا سا انتظار کرو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲ منہ قدس سرہ (ت)

(بقیہ حاشیہ عہ۱ صفحہ گزشتہ)

في كلامه على هذين الحلفين وتبعه المحشي في الحلية ان لاشبهة في ترجح جواز الاول عقلا فاوهم ان جوازه العقلي مختلف فيه واوهم ايهاما اشد وعظم ان المحققين على انكاره وان كان لاشبهة عنده في ترجح الجواز مع انا لانعلم فيه نزاعا اصلا ولا نعلمه محل نزاع وان كان فلا شك ان عامة الائمة على الجواز ثم اوهم بل صرح آخر ان الصحيح عند المحققين منع الثاني عقلا مع ان الامر بالعكس

پر جیسا مذکور ہوا اور حلیہ کی اتباع میں اس نے عقلاً جواز اول کی ترجیح کو مختار محسوس کرلیا تو اسے یہ وہم ہوگیا کہ اس کے جواز عقلی میں اختلاف ہے یہ وہم شدید ہے محققین تو اس کا انکار کر رہے ہیں اگرچہ اس کے ہاں مختار جواز کو ترجیح دینا ہے حالانکہ ہم تو اس میں نزاع کا علم نہیں رکھتے اور نہ ہی محل نزاع کا گمان کرتے ہیں اور اگر ہے تو بلاشبہ اکثر ائمہ جواز پر ہیں پھر وہم میں پڑتے ہوئے آخر تصریح کی کہ محققین کے ہاں صحیح یہ ہے کہ دوسری صورت عقلاً منع ہے حالانکہ معاملہ برعکس

(باقی اگلے صفحہ پر)

اولاً اہلسنت وجماعت اور معتزلہ کا یکسر تو مغفرت عاصیان کبائر گزرگان و بے توبہ مردگان کے امکان عقلی پر متفق ہیں یعنی کچھ عقل محال نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ نہ فرمائے مگر امکان شرعی میں اختلاف پڑا اہلسنت وجماعت شرعاً بھی جائز بلکہ واقع اور یہ فرقہ وعیدیہ سمعاً ناجائز اور عذاب واجب مانتے ہیں، انھوں نے آیاتِ وعید سے استناد کیا اس کے جواب میں جواز خلف کا مسئلہ پیش ہوا یعنی اسے معتزلہ! تمھارا استدلال تو جب تمام ہو کہ ہم وقوعِ وعید شرعاً واجب مانیں وہ خود ہمارے نزدیک جائز الخلف ہے تو عفو پھر جائز کا جائز ہی رہا اور شرعاً وجوبِ عذاب کہ تمھارا دعویٰ تھا ثابت نہ ہوا۔ امام علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

البحث الثانی عشر اتفقت الامۃ ونطق الکتاب والسنۃ بان اللہ تعالیٰ عفو غفور یعفو عن الصغائر مطلقاً وعن الکبائر بعد التوبۃ ولا یعفو عن الکفر قطعاً، واختلفوا فی العفو عن الکبائر بدون التوبۃ فجوزہ الاصحاب بل اثبتوہ خلافاً للمعتزلۃ، تمسک القائلون بجواز العفو عقلاً وامتناعہ سمعاً وھم البصریون من المعتزلۃ وبعض البغدادیۃ بالنصوص الواردۃ فی وعید الفساق واصحاب الکبائر واجیب بانھم داخلون فی عمومات الوعد بالثواب ودخول الجنۃ علی ما مر والخلف فی الوعد لؤم لا یلیق بالکریم وفاقاً بخلاف الخلف فی الوعید فانہ

بارھویں بحث: اُمت کا اتفاق اور کتاب وسنت اس پر ناطق ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا غفور ہے، وہ صغائر تو ہر حال میں معاف فرما دیتا ہے اور کبائر کو توبہ کے بعد، کفر کو قطعاً معاف نہیں فرماتا، بغیر توبہ کبائر کی بخشش میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب (اہلسنت) اس کے جواز کے قائل بلکہ اس کو دلائل سے ثابت کرنے والے ہیں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے ان میں سے کچھ نے کہا عقلاً عفو کا جواز ہے مگر شرعاً ممتنع ہے، یہ بصری معتزلہ کی رائے ہے، بغدادی معتزلہ ان نصوص سے استدلال کرتے ہیں جو فساق اور اصحاب کبائر کے بارے میں وعیدیں آئی ہیں، ان کو جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ وعدہ ثواب ودخول جنت کی عمومی نصوص میں داخل ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والحق ان محل النزاع المشہور ھو الجواز الشرعی وکلامھم ربما ھو فی مطلق الخلف وتحقیق الحق فی محصہ ما سنلقی علیک واللہ الہادی ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

ہے، تو حق یہ ہے کہ نزاع مشہور کا محل جوازِ شرعی ہے، علماء کا کلام مطلق خلف میں ہے، حق کی تحقیق ہم آپ پر عنقریب بیان کریں گے، واللہ الہادی ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

مما یعد کرمًا اھ[1] ملتقطًا۔ جیسا کہ گزر چکا ہے، اور وعدہ میں خلف ایسا قابلِ ملامت فعل ہے جو بالاتفاق کریم کے مناسب و لائق نہیں بخلاف خلافِ وعید کے کہ اسے اکثر کرم ہی شمار کیا جاتا ہے اھ ملتقطًا۔ (ت)

دیکھو علماء اس جواز خلف سے عذاب کے وجوب شرعی کو دفع فرماتے ہیں اور وجوب شرعی کا مقابل نہیں مگر جواز شرعی اگر صرف امکان عقلی مراد ہو تو وہ ان معتزلہ کے مذہب سے کیا منافی اور ان کی دلیل کا کیونکر نافی ہوگا، وہ کب کہتے تھے کہ واجب عقلی ہے جو تم امکان عقلی کا قصہ پیش کرو، تو ثابت ہوا کہ یہ علماء بالیقین خلف وعید کو شرعًا جائز مانتے ہیں۔

ثانیًا محققین کہ جواز خلف نہیں مانتے، آیۂ کریمہ مایبدل القول لدیّ[2] (میرے ہاں قول میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ ت) سے استدلال کرتے ہیں کما فی شرح عقائد النسفی وشرح الفقہ الاکبر وغیرھما (جیسا کہ شرح عقائد نسفی، شرح فقہ اکبر اور دیگر کتب میں ہے۔ ت)، اور پُر ظاہر کہ آیت میں نفی وقوع صرف استحالہ شرعی پر دلیل ہوگی نہ کہ امتناع عقلی پر، تو لازم کہ وہ علماء جواز شرعی مانتے ہوں ورنہ محققین کی دلیل محل نزاع سے محض اجنبی اور امر نزاعی کی نافہمی پر مبنی ہوگی وہ کہہ دیں گے کہ اس سے صرف استحالہ شرعی ثابت ہو، وہ امکان عقلی کے کب منافی ہے جس کے ہم قائل ہیں۔

ثالثًا واحدی نے بسیط میں آیۂ کریمہ انک لا تخلف المیعاد[3] (بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ ت) سے صرف وعدہ مراد لیا اور وعید پر حمل کرنے سے انکار کیا کہ اس میں تو خلف جائز ہے۔ تفسیر کبیر میں فرمایا:

احتج الجبائی بھذہ الآیۃ علی القطع بوعید الفساق (ثم ذکر احتجاجہ والاجوبۃ عنہ الی ان قال) وذکر الواحدی فی البسیط طریقۃ اخری، فقال لم لا یجوز ان یحمل ھذا علی میعاد الاولیاء دون وعید الاعداء	جبائی نے وعید فساق کی قطعیت پر اسی آیہ مبارکہ سے استدلال کیا (پھر اس کا استدلال اور اس کے جوابات ذکر کرکے پھر کہا) اور واحدی نے بسیط میں ایک اور طریقہ ذکر کرتے ہوئے کہا یہ کیوں جائز نہیں کہ اسے وعدۂ اولیاء پر محمول کرلیا جائے نہ کہ وعید اعداء پر

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دار المعارف النعمانیہ، لاہور ۲/ ۲۳۵ تا ۲۳۴

[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۹

[3] " ۳/ ۱۹۳

لان خلف الوعید کرم عند العرب[1] الخ۔

کیونکہ خلفِ وعید عربوں کے ہاں سراپا کرم ہوتا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ علمائے مجوزین اگر صرف امکان عقلی مانتے تو آیت میں اس حمل کی انھیں کیا حاجت تھی کہ انتفائے شرعی جوازِ عقلی کے کچھ منافی نہیں۔

سوم بعض قائلانِ جواز کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ خلفِ وعید صرف حقِ مسلمین میں جائز ہے نہ حقِ کفار میں، عبارت حلیہ

لاشبه توجه القول بجواز الخلف فی الوعید فی حق المسلمین خاصة دون الکفار[2]۔

مختار یہ ہے کہ خلفِ وعید کا قول مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے نہ کہ کفار کے لئے۔ (ت)

ابھی بحوالہ ردالمحتار گزری، مگر میں اس کی جگہ اور تحفے پیش کروں، مختصر العقائد میں ہے:

الملك لله والناس عبیده وله ان یفعل بهم مایرید ولکن وعد ان لایعذب احدا بغیر ذنب وان لایخلد المؤمن المذنب فی النار ویستحیل ان یخلف فی میعاده وکذا اوعد ان یعذب المؤمن المذنب زمانا والکافر مؤبدا ولکن قد یعفو عن المؤمن المذنب ولایعذبه لانه تکرم وتفضل بترك الوعید، اما فی حق الکفار فلایکون العفو وان کان تکرما وتفضلا قال الله تعالٰی ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی الاٰیة اخبرانه لایعامل مع الکفار الا بطریق العدل[3]۔

ملک اللہ کا ہے، تمام لوگ اس کے غلام ہیں، اللہ تعالٰی ان کے بارے میں جو اپنے ارادہ کے مطابق کر سکتا ہے لیکن اس نے وعدہ فرمایا وہ کسی کو گناہ کے بغیر عذاب نہیں دے گا، کسی مومن گنہگار کو ہمیشہ دوزخ میں نہیں ڈالے گا اور اس سے وعدہ کی خلاف ورزی محال ہے، اسی طرح اس نے مومن گنہگار کو کچھ وقت کے لئے اور کافر کو ہمیشہ کے لئے عذاب دینے کی وعید فرمائی ہے لیکن اگر وہ کسی مومن کو معاف فرمادیتا ہے اور عذاب نہیں دیتا تو یہ اس کا سراپا کرم وفضل ہے اور وعید کا ترک فرمانا ہے، رہا کفار کا معاملہ تو اس میں عفو نہیں اگرچہ عفو کرم وفضل ہی ہوتا ہے، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے، اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت دیں لیکن میرا قول حق ہے الآیہ، اس میں اللہ تعالٰی نے خبر دی ہے کہ کفار کے ساتھ صرف عدل کا معاملہ فرمائے گا۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللہ لایخلف المیعاد المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۷/ ۱۹۶

[2] ردالمحتار بحوالہ الحلیۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

[3] مختصر العقائد

روح البیان میں ہے :

اللہ تعالٰی لایغفر ان یشرک بہ فیتحقق وعیدہ فی حق المشرکین ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء فیجوز ان یخلف وعیدہ فی حق المؤمنین۔[1]

اللہ تعالٰی شرک کو معاف نہیں فرماتا تو مشرکین کے حق میں وعید جاری وساری رہے گی اور اس سے نیچے کو معاف فرمادیتا ہے جس کو چاہے، تو اہلِ ایمان کے حق میں خلفِ وعید جائز ہوگی۔ (ت)

سبحان اللہ! اگر صرف امکان عقلی میں کلام ہوتا تو وہ باجماع ثابت، بلکہ جماہیر اہلسنت حق کفار میں بھی قائل وھو التحقیق یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید (اور یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ ت) شرح مقاصد الطالبین فی علم اصول الدین میں ہے :

اجتمعت الامۃ ان اللہ تعالٰی لایعفو عن الکفر قطعًا وان جاز عقلًا ومنع بعضھم الجواز العقلی ایضًا لانہ مخالف لحکمۃ التفرقۃ بین من احسن غایۃ الاحسان ومن اساء غایۃ الاساءۃ وضعفہ ظاھر۔[2]

امت کا اتفاق ہے کہ کفر کو قطعًا معاف نہیں کیا جائیگا اگرچہ اس کا عقلی جواز ہے اور بعض نے تو جواز عقلی کا بھی انکار کیا ہے کہ انتہائی نیکی کرنیوالے اور انتہائی برائی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے کی حکمت کے خلاف ہے اور اس کا ضُعف ظاہر ہے اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے :

عند شرذمۃ لایجوز العفو عنھم فی الحکمۃ۔[3]

ایک گروہ کے ہاں یہ ہے کہ وہ حکمت کے طور پر کفار سے معافی کو جائز نہیں کہتے۔ (ت)

لاجرم بدلائل قاطعہ ثابت ہُوا کہ قائلین جواز شرعی لیتے اور خلف کے امتناع بالغیر سے بھی انکار رکھتے ہیں، اب تم نے خلف کے وُہ معنی لئے جو ایک قسم کذب ہے تو قطعًا لازم کہ تمہارے زعم باطل میں ان علماء کے نزدیک کذبِ الٰہی نہ صرف عقلًا بلکہ شرعًا بھی جائز ہو جسے امتناع بالغیر سے بھی بہرہ نہیں یہ صریح کفر ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں :

من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ و

جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور نبوت کی حقانیت اور

---

[1] روح البیان الجزء السادس والعشرون سورۃ ق مایبدل القول کے تحت المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۹/ ۱۲۵

[2] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۵

[3] " " " " " ۲/ ۲۳۸

بنبوۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذٰلک المصلحۃ بزعمہ ام لم یدعھا فھو کافر بالاجماع[1]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو بااینہمہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر ان باتوں میں کہ وہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاجماع کافر ہے (ت)

سبحان اللہ! حضرات انبیاء علیہم افضل الصلوۃ والثناء پر کذب جائز ماننے والا بالاتفاق کافر ہوا، جناب باری عزوجل کا جوازِ کذب ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر و مرتد نہ ہوگا، اب تو جانا کہ تم نے اپنی جہالت و وقاحت سے کفر و اسلام میں تمیز نہ کی اور کفر خالص پر معاذ اللہ ائمہ دین میں نزاع ٹھہرادی، سبحان اللہ! یہ فہم و فقاہت یہ دین و دیانت اور اس پر عالم رشید بلکہ شیخ مرید بننے کی ہمت ؎

آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت

(آدم ختم ہوگئے اللہ تعالٰی کے ملک پر گدھے نے قبضہ کرلیا۔ ت)

ذرا یہ مقام یاد رکھئے کہ آپ کو خاتمہ میں اس سے کام پڑتا ہے، واللہ المستعان علی ما تصفون، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حجت عاشرہ ظاہرہ باہرہ زاہرہ قاہرہ امر وادھی من قرینتھا الاولٰی،

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) ہنوز بس نہیں اگرچہ علماء مسئلہ خلف میں بلفظ جواز تعبیر کررہے ہیں، مگر عقل صافی و نظر وافی نصیب ہو تو کھل جائے کہ وہ جس معنی پر خلف جائز کہتے ہیں اسی معنی پر نہ صرف جائز بلکہ بالیقین واقع مانتے ہیں تو تمہارے زعم خبیث پر قطعاً لازم کہ ائمہ دین کذب الٰہی کو یقیناً واقع و موجود بالفعل جانتے ہیں، اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہوگا، دلائل لیجئے،

اوّلاً ہم ثابت کر آئے کہ خلف وعفو ان کے نزدیک متساوی ہیں، اور ایک مساوی کا وقوع وقوع مساوی دیگر کو قطعاً مستلزم خواہ تساوی فی التحقق ہو یا فی الصدق کہ اول کا تو عین منطوق تلازم فی الوجود اور ثانی اس سے بھی زیادہ ادخل فی المقصود، فان الانفکاک فی الوجود انفکاک فی الصدق مع شیئ زائد (کیونکہ وجود میں انفکاک صدق میں انفکاک ہی ہے بلکہ شیئ زائد کے ساتھ ہے۔ ت) لیکن عفو بالیقین واقع ابھی شرح مقاصد

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۶۹

سے گزرا جوزہ الاصحاب بل اثبتوہ[1] (اصحاب اسے جائز بلکہ اسے ثابت کرتے ہیں۔ت) تو ثابت ہوا کہ وہ علماء جسے خلف وعید کہتے ہیں یقیناً واقع، اب تم خلف کو اس معنی ناپاک پر حمل کرتے ہو تو معاذ اللہ کذب الٰہی کے بالیقین واقع وموجود ہونے میں کیا کلام رہا، صدق اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ت):

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[2]	بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی (اللہ سبحانہ وتعالٰی کی پناہ۔ت)

ثانیاً تعیین تساوی سے قطع نظر بھی کیجئے تاہم آیہ کریمہ ویغفر مادون ذٰلک[3] (شرک سے نیچے معاف فرمادے گا۔ت) ان کا استدلال دلیل واضح کہ خلف عفو سے خاص یا مباین نہیں لاجرم مساوی نہ سہی تو عام ہوگا بہرحال وقوع مغفرت وقوع خلف اور تمہارے طور پر وقوع خلف وقوع کذب کو مستلزم ہوکر کذب الٰہی یقینی الوقوع ٹھہرے گا اور کیا گمراہوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

ثالثاً مختصر العقائد کی عبارت گزری کچھ دیر نہ ہوئی جس میں خلف وعد کو محال لکھ کر وعید مسلمین کے بارے میں دیکھئے کیا لفظ لکھا یجوز ان یترک الوعید (وعید کا ترک کرنا جائز ہے۔ت) نہ کہا بلکہ صاف صاف یترک الوعید[4] (وعید کا ترک کردیا۔ت) ہرگز کیا پھر ثبوت مدعا میں کیا کلام رہا۔

رابعاً ان دلائل قاطعہ عقلیہ کے بعد تمہارے منہ کے لائق قاطع نزاع ودافع شغب یہ ہے کہ امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسی حلیہ میں جو اسی ردالمحتار کی جس سے آپ ناقل اس مقام میں، ماخذ ہے صاف بتادیا کہ خلف وعید صرف عفو سے عبارت ہے، اب آپ ہی بولئے آپ کے مذہب میں عفو بالیقین واقع ہے یا نہیں، اگر ہے تو وہی خلف ہے اور تم خلف کو اصل کذب سمجھے تو اپنے خدا کو یقیناً کاذب کہہ چکے یا نہیں، حلیہ کی عبارت یہ ہے:

الدعاء المذکور یستلزم انہ یجوز الخلف فی الوعید وظاھر المواقف والمقاصد	دعاء مذکور اس بات کو مستلزم ہے کہ خلف وعید جائز ہے، مواقف اور مقاصد کے ظاہر سے یہ

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۵
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶
[3] " ۴/ ۱۱۶
[4] مختصر العقائد

ان الاشاعرة قائلة به لانه لا يعد نقصا بل جودا وكرما ولهذا امتدح به كعب بن زهير رضي الله تعالى عنه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حيث قال[1] ؎

نبئت ان رسول الله اوعدني
والعفو عند رسول الله مامول

معلوم ہوتا ہے کہ اشاعرہ اس کے قائل ہیں کیونکہ اسے نقص نہیں بلکہ جود وکرم شمار کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس کے ساتھ مدح کرتے ہوئے کہا ؎ مجھے بتایا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وعید سنا رکھی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عفو کی ہی امید ہے۔ (ت)

دیکھو صراحۃً مدح بالعفو کو مدح خلف وعید قرار دیا، اسی طرح تتمہ بحث میں قول ابی نباتہ مصری،

الحمد لله الذي اذا وعد وفى واذا اوعد عفا[2]

تمام حمد اللہ کی جو وعدہ کرکے وفا فرماتا ہے اور جب وعید سناتا ہے تو معاف فرما دیتا ہے (ت)

کہ اسی باب سے ٹھہرا، اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی رہا، یہ دوسرا اہتمام یاد رکھنے کا ہے کہ تم نے صراحۃً وقوع و وجود کذب الٰہی کو ائمہ اہلسنت کا مذہب جانا اور ایسے کفر شنیع وارتداد فظیع کو اہل حق کا ایک اختلافی مسئلہ مانا،

كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار ولا حول ولا قوة الا بالله الواحد القهار۔

یونہی اللہ تعالٰی ہر متکبر اور جابر دل پر مہر ثبت فرماتا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القہار (ت)

بالجملہ بحمد اللہ ان قاہرہ وبیانات باہرہ سے شمس واَمس سے زیادہ روشن وواضح ہوگیا کہ علماء جس معنی پر خلف جائز مانتے ہیں، حاشا للہ! اسے امکان کذب سے اصلاً علاقہ نہیں ان کے نزدیک خلف یعنی عدم ایقاع وعید بوجہ تجاوز وکرم ہے کہ عین عفو یا عفو کا مساوی ولازم، اور یہ معنی نہ صرف جائز بلکہ باجماع اہلسنت بلاشبہ واقع رہا، خلف بمعنی تبدیل قول وتکذیب خبر جس کے جواز پر امکان کذب متفرع ہوسکے، ہرگز ان علماء کی مراد نہ عالم میں کوئی عالم اس کا قائل بلکہ وہ بالاتفاق یک زبان ویک دل اس سے تبری وتحاشی کامل کرتے اور کذب الٰہی کے استحالۂ قطعی وامتناع عقلی پر اجماع تام رکھتے ہیں، اوّل سے آخر تک ان کے تمام کلمات ومحاورات وجوہ مناظرہ وطریق ردّ واثبات ہزار در ہزار طور سے اسی امر پر شاہد عدل وناطق فصل وقد ظهر على كل

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] " " " " " "

ذی عقل (اور یہ ہر عقلمند پر ظاہر ہے ۔ ت) اور امام ابن امیر الحاج نے تو بحمد اللہ یہ امر باتم وجوہ منجلی کردیا کہ خود جواز خلف کو راجح مان کر اسی معنی ناپاک تراشیدۂ مدعی بیباک کی وہ بیخ کنی فرمائی جس کی غرب سے شرق تک خبر آئی ، یونہی امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں باآنکہ کلام امام ابو عمرو بن العلاء قائل جواز خلف کی وہ کچھ تائید کی جو اوپر گزر چکی ، جب معنی تبدیل کی نوبت آئی جس پر ان حضرات نے تفریع کی ٹھہرائی اس پر وہ شدید و عظیم نکیر فرمائی کہ کج فہمی جاہل پر قیامت ڈھائی ، اسی تفسیر میں فرماتے ہیں :

المعتبر اذا جوز علی اللہ الخلف فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ تعالٰی وھذا خطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفرا فان العقلاء اجمعوا علی انہ تعالٰی منزہ عن الکذب ومعلوم ان فتح ھذا الباب یفضی الی الطعن فی القرآن وکل الشریعۃ اھ مختصراً۔[1]

یعنی جب خبر میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز رکھا جائے تو بیشک کذب الٰہی کو جائز ماننا ہوگا ، اور یہ سخت خطا ہے بلکہ قریب ہے کہ کفر ہو جائے اس لئے کہ تمام عقلاء (یعنی نہ صرف اہل اسلام بلکہ کچھ والے کافر بھی) اتفاق کئے ہوئے ہیں کہ باری تعالٰی کذب سے منزہ ہے ، اور معلوم ہے کہ اس دروازے کا کھولنا قرآن مجید اور تمام شریعت میں طعن تک لے جائیگا اھ مختصاً

پس خدا کی شان یہی شان معترض سب رو نیم روشن ایمانی بجائی مسائل میں جہان علم و دیانت و رشد و مشیخت اغوائے عوام و تلبیس مرام کو دیدہ و دانستہ کو معترض بن جاتے اور خوف خالق و شرم خلائق سب کو یک دست سلام کرکے افترا پر یوں کھلے بہتان جیسے طوفان اٹھاتے ہیں ؎

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا   خیرہ ام در چشم بندے خدا

(آنکھیں کھولو ، کان کھولو ، اے بندۂ خدا ! اس سے آنکھیں خیرہ ہیں ۔ ت)

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ   وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

(اگر تم نہیں جانتے تو یہ مصیبت و پریشانی ہے اور اگر جانتے ہو تو اس سے بڑھ کر آزمائش ہے ۔ ت)

بس زیادہ کہوں سوا اس کے کہ اللہ ہدایت دے ، آمین !

تنبیہ نبیہ : الحمد للہ تحقیق ذروۂ علیا کو پہنچی اور بیباروں ہاروں کی افترا بندی اپنی سزا کو ، اب صرف یہ امر قابل تنقیح رہا کہ جب خلف بمعنی تبدیل کے استحالہ پر اجماع قطعی قائم اور بمعنی مساوی عفو بالاجماع جائز بلکہ واقع تو علمائے مجوزین و محققین مانعین میں نزاع کس امر پر ہے ، **اقول** وباللہ التوفیق وبہ العروج علی

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)

اوج التحقیق علی الخبیر سقطت (میں کہتا ہوں اللہ کی توفیق سے، اور اسی کی توفیق سے باخبر تحقیق کی بلندیوں پر عروج حاصل ہوتا ہے۔ ت) ہاں منشاء زلل اس اطلاق خلف کی تجویز ہے مجوزین نے خیال کیا کہ خلف وعید معاذ اللہ کسی عیب ومنقصت کا نشان نہیں دیتا بلکہ عفو وکرم پر دلیل ہوتا اور محل مدح وستائش میں بولا جاتا ہے ولہذا جا بجا اشراف عرب سے اس پر استناد کرتے ہیں۔ قال قائلھم (ان میں سے کسی کا قول ہے۔ ت)؎

وانی وان اوعدتہ او وعدتہ   لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

(اگر میں نے اسے وعید سنائی یا اس سے وعدہ کیا تو اپنے وعید کا خلاف اور وعدہ کو پورا کرنے والا ہوں۔ ت)

وقال اٰخر (اور دوسرے نے کہا۔ ت)؎

اذا وعد السراء انجز وعدہ   وان اوعد ا   فالعفو مانعہ

(جب خوشحال لوگوں سے وعدہ کیا تو وعدہ پورا کردیا اور جب فقراء کو وعید سنائی تو عفو اس کے مانع ہوگیا۔ ت)

بنا بر آں خلف وعید کی تجویز کی، محققین نے دیکھا کہ لفظ معنی محال یعنی تبدیل مقال کا موہم اور یہاں ایہام محال بھی منع میں کافی کہ ھو عیب فی مسئلۃ معتقد تعذر (جیسا کہ ہم نے مسئلہ معتقد العذر میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) اور اس کے ساتھ وقوع قدح صرف مخلوق میں ہے خالق عزوجل کا ان پر قیاس صحیح نہیں لاجرم اس تجویز سے تحاشی کی۔

خلاصہ یہ کہ آیات وعید میں بنظر ظاہر عموم عدم وقوع ایک صورت خلف میں ہے اگرچہ بنظر تخصیص وتقیید حقیقت خلف سے قطعاً منزہ، مجوزین اسی خلف صوری کو خلف وعید سے تعبیر کرتے اور اسے جائز رکھتے ہیں کہ مفید مدح ہے اور محققین منع فرماتے ہیں کہ موہم نقص وقدح ہے ورنہ اگر خیال معنی کیجئے تو بلاشبہہ وہ جس امر کو خلف کہتے ہیں قطعی بالاجماع جائز وواقع، ولہذا علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نے نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں مسئلہ خلف کو اہلسنت کا اتفاقی قرار دیا اور اس میں خلاف صرف معتزلہ کی نسبت کیا،

حیث قال الوعید لایجوز تخلفہ عند المعتزلۃ لقولھم بانہ یجب علی اللہ تعالٰی تعذیب العاصی[1]	جہاں کہا کہ وعید کا تخلف معتزلہ کے ہاں جائز نہیں کیونکہ ان کا یہ مذہب ہے کہ عاصی کو عذاب دینا اللہ تعالٰی پر لازم ہے۔ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۵۳۱

پر ظاہر کہ اس نسبت کا منشا وہی نظر معنی ہے کہ معنی مقصود مجوزین کے جواز میں واقعی اشتباہ سے معتزلہ ہی کو خلاف ہے، اہلسنت میں کوئی اس کا منکر نہیں، جس طرح معنی کذب و تبدیل کے بطلان و امتناع پر اہلسنت بلکہ اہل ملل بلکہ اہل عقل کا اجماع ہے جس میں کسی فرقہ کا خلاف معلوم و ظاہر نہیں۔ یہ ہے بحمد اللہ محل نزاع کی تحریر انیق و تقریر رشیق، والحمد للہ ولی التوفیق علی الہام التحقیق و ارشاد الطریق (حمد ہے اللہ تعالٰی کے لئے جو عطائے تحقیق اور رہنمائے طریق کی توفیق کا مالک ہے۔ ت)۔ امام محقق مدقق علامہ حلبی نے اسی حلیہ میں جواز خلف مان کر معنی کذب و تبدیل سے وہ تحاشی عظیم فرمائی جس کی نقل بحث سابع میں گزری پھر تصریح مراد کی یوں ارشاد کی،

المراد بالوعید صورۃ العموم بالوعید من المعنیین بالخطاب[1]	مسئلہ جواز خلف میں وعید سے صورت عموم مراد ہے کہ بظاہر حکم سب مخاطبوں کو شامل نظر آتا ہے۔

یعنی تنہا الفاظ وعید پر نظر کیجئے تو صاف یہی حکم معلوم ہوتا ہے کہ جو ایسا کریں گے سب سزا پائیں گے پھر جبکہ بدلائل قطعیہ ثابت ہوا کہ بعض کو نہ ہوگی تو بظاہر وعید تخلف ہوئی حالانکہ وہ عموم صرف صوری تھا نہ حقیقی کہ حقیقت میں عمومات وعید آیات مشیت سے مختص تھیں، جن کا حاصل یہ کہ ہم معاف نہ فرمائیں تو سزا ہوگی بس اسی قدر محصل خلف ہے، جسے معاذ اللہ کذب و تبدیل سے کچھ علاقہ نہیں، پھر اس مراد و مقصود کی تحقیق فرما کر ارشاد کرتے ہیں،

ثم حیث کان المراد ھذا فالوجہ ترك اطلاق جواز الخلف فی الوعد والوعید دفعا لایہام ان یکون المراد منہ ھذا المحال[2]	یعنی جب معلوم ہوگیا کہ جواز خلف سے صرف اس قدر مراد ہے نہ وہ کہ معاذ اللہ امکان کذب کو راہ دے کہ کذب و تبدیل تو یقیناً اللہ تعالٰی پر

مستحیل، تو مناسب یہی ہے کہ وعدہ یا وعید کسی میں جواز خلف کا لفظ نہ بولیں کہ اس سے کسی کو اس معنی محال کا وہم نہ گزرے۔

واقعی امام ممدوح کا گمان بجا تھا، آخر دیکھئے نا کہ اس چودھویں صدی میں جہال سفہاء کو وہ وہم آڑے ہی آیا، والعیاذ باللہ سبحانہ و تعالٰی۔ پھر فرماتے ہیں:

وانما وافقنا ھم علی الاطلاق لشھرۃ المسئلۃ بینھم بھذہ الترجمۃ و	ہم نے جو اس لفظ کے اطلاق میں علمائے سابقین کا ساتھ دیا اس پر باعث یہ تھا کہ مسئلہ ان میں اسی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ؍ ؍ ؍

نستغفر اللہ العظیم من کل ما لیس فیہ رضاہ۔[1]

ہم سے شہرت رکھتا ہے اور ہم اللہ عزوجل سے مغفرت چاہتے ہیں ہر اس بات کی جو اسے پسندیدہ نہیں۔

سفیہ جاہل دیکھئے کہ اس کے امکان کذب سے شوشے کدھر گئے،

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔[2]

فرما دو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے بتوفیق المولٰی سبحانہ وتعالٰی اس مقام کی زیادہ تحقیق حواشی شرح عقائد وشرح مواقف پر ذکر کی اگر مخافت تطویل نہ ہوتی تو ان نفائس جلیلہ کو زیر گوش سامعین کرتا، وفیما ذکرنا کفایۃ والحمد للہ ولی الھدایۃ (جو کچھ ہم نے ذکر دیا وہی کافی ہے، حمد ہے اللہ تعالٰی کی جو ہدایت کا مالک ہے۔ ت)

غرض اس مقدار سے زائد کسی امر کو محل نزاع ٹھہرانا خود ان کے مقتضائے کلام وسیاق وتمسک واستدلال سے جدا پڑنا اور توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کرنا اور ان کے اجماعیات قاطعہ سے منکر ہونا اور ان مہالک شنیعہ ونتائج فظیعہ کا ان کے ذمے باندھنا ہے جن سے وہ ہزار جگہ بتصریح صریح تبری کرتے ہیں، اور وہ فقیر بحمد اللہ بارہا دیکھا ہے کہ ائمہ اہلسنت میں جو مسئلہ اصول مختلف فیہ رہا ہے اگرچہ بعض ناظرین ظواہر الفاظ سے دھوکا کھائیں مگر عند التحقیق اس کا حاصل نزاع لفظی یا ایسی ہی کسی ہلکی بات کی طرف راجع ہوا ہے، ہر ایک فریق کے دوسرے پر الزامات حقیقۃً اپنے معنی مراد پر الزام ہیں جس سے دوسرے کا ذہن خالی تھا اس کی مراد سے انہیں تعلق نہ اسے دیکھ کر کوئی عاقل یہ وہم کرسکتا ہے کہ وہ امر جس کا الزام دیا گیا فریقین میں مختلف فیہ ہے بلکہ یہ تو عامہ نزاعات حقیقیہ معنویہ میں بھی نہیں ہوتا چہ جائے صوریہ ولفظیہ میں الزاماً اسی امر سے دیتے ہیں جس کا بطلان متفق علیہ ہو، مختلف فیہ سے مختلف فیہ پر احتجاج لغو یعنی پوچ، خصوصاً جبکہ ایک امر میں اختلاف دوسرے میں تنازع کی فرع ہو کہ اس تقدیر پر قرار سے الزام مصادرہ علی المطلوب ہے، یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل کہ طرف مقابل سخت ابلہ وجاہل۔ خیر بات دور پہنچی، نظر کیجئے، مثلاً ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق، امام عارف باللہ حارث محاسبی وجعفر بن حرب وعبد اللہ بن کلاب وامام المتکلمین عبدالعزیز مکی وائمہ سمرقند اول کے قائل اور اسی طرف امام ہمام ابو الحسن اشعری قدس سرہ مائل بلکہ اسی پر امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص شریف دلیل کامل، اور امام علماء السنہ احمد بن حنبل وغیرہ جماعت محدثین سے قول ثانی منقول اور یہی ائمہ بخارا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱

"وہی اہلِ فہم کے نزدیک مختار و منصور و معتمد و مقبول، اسی پر ائمہ سمرقند و بخارا ہیں نزاع کو جو طول ہوا مخفی نہیں انھوں نے ان پر مخلوقیتِ قرآن کا الزام رکھا انھوں نے ان پر نامخلوقیتِ افعالِ عباد کا طعن کیا، اور حقیقت دیکھئے تو بات کچھ بھی نہیں، اپنی اپنی مراد پر دونوں سچ فرماتے ہیں، ایمان مخلوق بیشک مخلوق کہ مخلوق و صفاتِ مخلوق سب مخلوق اور ایمان کہ صفتِ خالق عزوجل ہے جس پر اسمائے حسنٰی سے پاک مؤمن دلیل یعنی اس ملک جلیل جل جلالہ کا ازل میں اپنے کلام کی تصدیق فرمانا وہ قطعاً غیر مخلوق کہ خالق و صفاتِ خالق مخلوقیت سے منزّہ۔

ھکذا قررہ الفاضل العلامۃ کمال الدین بن ابی شریف القدسی فی المسامرۃ شرح المسایرۃ۔	اسی طرح اس کی تفصیل فاضل علامہ کمال الدین بن ابی شریف القدسی نے المسامرۃ شرح المسایرۃ میں کی ہے (ت)

اب کیا کوئی احمق جاہل اس نزاع کو دیکھ کر یہ گمان کرے گا کہ بعض صفاتِ خالق کا مخلوق یا بعض افعالِ مخلوق کا نامخلوق ہونا ائمہ اہلسنت میں مختلف فیہ ہے، حاشا و کلا یونہی مسئلہ زیادت و نقصانِ ایمان کہ قدیم سے مختلف فیہا امام رازی وغیرہ بہت محققین اسے بھی نزاعِ لفظی پر اتارتے ہیں، منح الروض میں ہے:

ذھب الامام الرازی وکثیر من المتکلمین الی ان ھذا الخلاف لفظی راجع الی تفسیر الایمان [1]	امام رازی اور بہت سے متکلمین اس طرف گئے ہیں یہ اختلاف لفظی ہے جو ایمان کی تفسیر کی طرف لوٹتا ہے (ت)

پھر کہا:

ھذا ھو التحقیق الذی یجب ان یعول علیہ [2]	یہ وہ تحقیق ہے جس پر اعتماد لازم ہے (ت)

اسی طرح اور مسائل پائیے گا، اگر اس پر عمل کیجئے جب تو امر نہایت ایسر مجوزین یعنی مساوی عفو لیتے ہیں اور مانعین یعنی تبدیل قول دونوں سچ کہتے ہیں اور دونوں اجماعی باتیں، مگر فقیر نے بحمد اللہ جو تنقیح مناط کردی اس پر نزاع بھی معنوی رہی اور قول مانعین کا محقق و راجح ہونا بھی کھل گیا اور جہالت جاہلین کا علاج بھی بحمد اللہ بروجہ کافی ہو لیا۔

ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس	یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن اکثر لوگ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر وشان الایمان لا یزید ولا ینقص مصطفی البابی مصر ص ۱۳۵

[2] " " " " " " " " " " " " " " " "

ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۝ اللّٰھم لک الشکر الابدی والمن السرمدی ، والحمد للہ رب العٰلمین	شکر نہیں بجالاتے، اے اللہ! شکر ابدی اور احسان دائمی تیرے لئے ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العلمین کے لئے ہیں (ت)

تسجیل جلیل و تکمیل جمیل : اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں ۔ ت) مدعی جدید بچارے کی حالت نہایت قابلِ رحم غریب نے امام الطائفہ کی بات بنانے کو عقل و دیانت کو پانی رخصت دیا۔ اپنے رب کو جیسے بنے لائقِ کذب کردینے کا ذمہ لیا، ائمۂ امت و سادات ملت پر کھلی آنکھوں جیتا بہتان کیا، غرض لاکھ جتن کرچھوڑے مگر کالی ذکی یعنی امام کی پیشانی سے داغ ضلالت مٹنا تھا نہ مٹا، آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کاہے پر چھڑی تھی، ذکر یہ تھا کہ حضور پر نور سید المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل و ہمسر حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے کہ اللہ تعالٰی حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابلِ شرکت تو امکانِ مثل مستلزم کذبِ الٰہی اور کذب الٰہی محال عقلی ؎

منزہ عن شریک فی محاسنہ ۔ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

(اپنے محاسن میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی شریک سے بالا ہیں تو آپ کا جوہرِ حسن تقسیم نہیں کیا گیا ۔ ت)

اس پر اس سفیہ نے جواب دیا کہ کذبِ الٰہی محال نہیں، ممکن ہے کہ خدا کی بات جھوٹی ہوجائے اور اس پر جو ہذیانات بکے ان کی خدمت گزاری تو آپ سُن ہی چکے اب یہ حضرت اس کی حمایت میں خلفِ وعید کا مسئلہ پیش کرتے ہیں یعنی ان کے امام نے تنہا نہ کہی بلکہ ان کا قول ایک گروہ ائمہ کے موافق ہے، اے سبحان اللہ! ؎

امام چنیں مقتدے چناں ۔ جہاں چوں خرچند بدے چناں

(ایسے امام اور ایسے مقتدی، جہاں نے ایسے بد نہ دیکھے ہوں گے ۔ ت)

اے حضرت! سب کچھ جانے دیجئے مگر یہ آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1] (ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے ۔ ت) بھی معاذ اللہ کوئی وعید ہے جس کے امکان کذب کو جواز خلف پر متفرع کیجئے گا، یہ تو وعدہ ہے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بشارتِ عظیمہ کہ تمہیں اس فضل جلیل سے مشرف کیا گیا تمہاری شریعت مطہرہ کو شرف افضلیت بخشا تم ناسخ ادیان ہوئے تمہارے دین متین کا ناسخ کوئی نہ آئے گا تم سب سے بلند و برتر ہو تم سے بالا کوئی ہوا نہ ہوگا، اس میں خلف تو

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

ہر طرح بالاجماع محال ہے پھر تمھارے امام کا کیا کام نکلا اور مخالفت اجماع مسلمین و احداث بدعت ضالہ فی الدین کا داغ کیونکر مٹا، ہاں یہ کہ اس کی اور ساتھ لگے تمھاری عقل و دیانت کا کام تمام ہوا، اسے کام نکلا سمجھ لیجئے چاہے کام ہوجانا قسمت کا بدا کر دین و دیانت سے یوں گئی گئی اور امام بیچارے کی بات بھی نہ بنی ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم   حبک الشیٔ یعمی ویصم

(تجھے شیٔ کی محبت اندھا اور بہرہ کردے گی۔ ت)

؎ ذلیل و خوار و خراب و خستہ اس سے بھٹکے نہ ایسے بھٹکے
بھٹک گئے دین حق کا رستہ ادھر سے بھٹکے نہ ایسے بھٹکے

صدق القائل (کہنے والے نے سچ کہا۔ ت) ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم   سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب قوم کا رہنما کوا ہو تو وہ ان کو ہلاکت والے راستہ ہی کی رہنمائی کرے گا۔ ت)

الحمدللہ! یہ بظاہر دس حجج ۱۴ ہیں اور حقیقۃً اکیس، دو کل قاہرہ ہیں کہ حجت رابعہ میں وجہ ۱۱ و وجہ ۲۰ حجت سادسہ میں ثانیاً، حجت تاسعہ و عاشرہ دونوں میں ثانیاً ثالثاً رابعاً، بالجملہ کے بعد عبارات امام رازی تنبیہ نبیہ میں کلام امام حلبی، یہ گیارہ مستقل حجتیں تھیں، انھیں مذکورہ پر اکیس کوڑے کھئے تو بائیسواں تازیانہ تسبیل جلیل کا ہوا، اوپر کے سو ملاکر ایک سو بائیس کوڑے، انھیں جمع رکھئے اور آگے چلئے کہ سائل کے بقیہ سوال کا اظہار جواب و تحقیق صواب کا انتظار کرتے دیر گزری، اب وقت وہ آیا کہ ادھر عطف عنان کروں اور بیان حکم قائل کے لئے میدان بدیع تحقیق رفیع میں قدم دھروں۔

وللہ الھادی وولی الایادی والصلوۃ علی حبیبہ سراج النادی۔

(رہنمائی فرمانے والا اللہ ہے اور وہی مدد کا مالک ہے اس کے محبوب پر صلوۃ وسلام ہو جو مجلس کائنات کے چراغ ہیں۔ ت)

خاتمہ تحقیق حکم قائل میں

اقول وباللہ التوفیق اللھم اغفروقنا الضلال والکفر (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اے اللہ! ہمیں معاف فرمادے اور ہمیں گمراہی اور کفر سے محفوظ فرما۔ ت) جان برادر! یہ پوچھنا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ کیسا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، یہ پوچھو کہ امام و ماموم پر ایک جماعت ائمہ کے نزدیک

کتنی وجہ سے کفر آتا ہے، حاشا للہ حاشا للہ ہزار ہزار بار حاشا للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن وجلی نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ (اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ ت)، مگر یہ کہتا ہوں اور بیشک کہتا ہوں کہ بلاریب ان تابع ومتبوع سب پر ایک گروہ علماء کے مذہب میں بوجوہ کثیرہ کفر لازم، والعیاذ باللہ ذی الفضل الدائم (دائمی فضل والے اللہ کی پناہ۔ ت) میرا مقصود اس بیان سے یہ ہے کہ ان عزیزوں کو خواب غفلت سے جگاؤں اور ان کے اقوال باطلہ کی شناعت باطلہ انہیں جتاؤں کہ او بے پروا بکریو! کس نیند سورہی ہو، گلّا دور پہنچا، شور مچ ٹھٹے پڑے، گرگ خونخوار بظاہر دوست بن کر تمہارے کان پر تھپک رہا ہے کہ ذرا جنبش ہو اپنا کام کرے چوپایوں میں تمھاری بیجا ہٹ کے باعث اختلاف پڑچکا ہے بہت حکم لگا چکے کہ یہ بکریاں ہمارے گلّے سے خارج ہیں بھیڑیا کھائے شیر لے جائے ہمیں کچھ کام نہیں اور نہیں ابھی معصوم تم پر ترس وقت ہے وہ ہی تمھاری ناشائستہ حرکتوں سے ناراض ہو کر اپنے خاص گلّے میں تمھارا آنا نہیں چاہتے ہیہات ہیہات اس بیہوشی کی نیند اندھیری رات میں جسے چوپان سمجھ رہی ہو واللہ وہ چوپان نہیں خود بھیڑیا ہے کہ ذئاب فی ثیاب کے کپڑے پہن کر تمہیں دھوکا دیتا ہے، پہلے وہ[عہ۱] بھی تمھاری طرح اس گلّے کی بکری تھا، حقیقی بھیڑیئے[عہ۲] نے جب سے اسے شکار کیا اپنے مطلب کا دیکھ کر دھوکے کی ٹٹی بنالیا اب وہ بھی اسکے ڈکے کی خیر مناتا اور بھولی بھیڑوں کو لگا کر لے جاتا ہے، خدارا اپنی جان پر رحم کرو، اور جہاں تک دم رکھتے ہو ان گرگ و نائب گرگ سے بھاگو جیسے بنے اس مبارک گلّے میں جس پر خدا کا ہاتھ ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ (جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ ت) اور اس کے سچے راعی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں آکر ملو کہ اسی چین کا رستہ چلو اور مرغزار جنت میں بے خوف چرو، اے رب میرے ہدایت فرما، آمین!

[عہ۱] یعنی امام الوہابیہ ۱۲

[عہ۲] یعنی شیطان ۱۲

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سید عالمین محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ان سب میں ان کی تصدیق کرنا اور سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا ایمان ہے ۔

ادامہ اللہ لنا حتی نلقاہ بہ یوم القیامۃ وندخل بہ بفضل رحمتہ دار السلام آمین !	اللہ تعالٰے اس پر ہمیں دوام عطا فرمائے حتی کہ ہماری روزِ قیامت آپ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ملاقات ہو اور اللہ تعالٰی اپنی رحمت سے دار السلام میں آپ کے ساتھ داخلہ عطا فرمائے ۔ (ت)

اور معاذ اللہ ان میں کسی بات کا جھٹلانا اور اس میں ادنٰی شک لانا کفر

اعاذنا اللہ منہ بحفظہ العظیم ورحم عجزنا وضعف بلطفہ العظیم ، انہ ھو الغفور الرحیم آمین ، آمین الٰہ الحق آمین !	اپنے حفظِ عظیم سے اللہ تعالٰے ہمیں اپنی پناہ عطا فرمائے اور ہمارے عجز اور کمزوری پر لطفِ عظیم سے رحم فرمائے ۔ وہی غفور رحیم ہے ، آمین آمین اے معبودِ برحق آمین ! (ت)

پھر یہ انکار جس سے خدا ہمیں اور سب مسلمانوں کو پناہ دے دو طرح ہوتا ہے ، لزومی و التزامی ۔ التزامی یہ کہ ضروریاتِ دین سے کسی شئی کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے اگرچہ نام کفر سے چڑے اور کمال اسلام کا دعوٰی کرے ۔ کفر التزامی کے یہ معنی نہیں کہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہو جیسا کہ بعض جُہّال سمجھتے ہیں ، یہ اقرار تو بہت طوائفِ کفار میں بھی نہ پایا جائے گا ہم نے دیکھا ہے بہیترے ہندو کافر کہنے سے چڑتے ہیں بلکہ اس کے یہ معنی کہ جو انکار اس سے صادر ہُوا یا جس بات کا اس نے دعوٰی کیا وہ بعینہٖ کفر و مخالفِ ضروریاتِ دین ہو جیسے طائفہ تالفہ نیاچرہ کا وجودِ ملک و جن و شیطان و آسمان و نار و جنان و معجزاتِ انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام سے ان معانی پر کہ اہلِ اسلام کے نزدیک حضور ہادیٔ برحق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ و توجیہات عاطلہ کو سپر بنانا ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انھیں کفر سے بچائیں گے نہ محبتِ اسلام و ہمدردیٔ قوم کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے ۔ قٰتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[1] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں ۔ ت) ۔ اور لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآلِ سخن و لازمِ حکم کو ترتیبِ مقدمات و تتمیم تقریبات کرتے لے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافتِ حقہ راشدہ خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر و امیر المومنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہما سے انکار کہ تفضیل

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰ و ۶۳/ ۴

جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی طرف مؤدی اور وہ قطعاً کفر، مگر انہوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا تھا بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہلبیت عظام وغیرہم چند اکابر کرام علٰی مولاہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بناتے اور خلافت صدیقی و فاروقی پر ان کے توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں اس قسم کے کفر میں علمائے اہلسنت مختلف ہوگئے جنہوں نے مآل مقال و لازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا، اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بدعت و بدمذہبی و ضلالت و گمراہی ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین (اللہ رب العالمین کی پناہ۔ ت)، امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفاء شریف میں فرماتے ہیں،

من قال بالمآل لما یؤدی الیہ قولہ ویسوقہ الیہ مذھبہ، کفّرہ، فکانھم صرحوا عندہ بما ادی الیہ قولھم، ومن لم یر اخذھم بمآل قولھم ولا الزمھم موجب مذھبھم لم یر اکفارھم قال لانھم اذا وقفوا علی ھذا، قالوا لا نقول بالمآل الذی الزمتموہ لنا، ونعتقد نحن وانتم انہ کفر، بل نقول ان قولنا لا یؤول الیہ علی ما اصلناہ، فعلی ھذین الماخذین اختلف الناس فی اکفار اھل التاویل، والصواب ترک اکفارھم[1] اھ مختصرًا۔

جس نے اس مآل کی طرف دیکھا جس کی طرف اس کا قول مؤدی تھا، جس کی طرف اس کا مذہب چلا جاتا ہے تو اس نے اس کی تکفیر کی، گویا اس نے ان کے مؤدی قول کو کہا ہے، اور جنہوں نے ان کے مآل کو نہ دیکھا اور نہ ان کے تقاضا مذہب کا لزوم دیکھا انہوں نے تکفیر نہیں کی اس لئے کہ جب وہ اس سے آگاہ ہوگئے تو انہوں نے کہا ہم اس مآل کا قول نہیں کرتے جو تم نے ہم پر لازم کردیا ہے اور ہم اور تم دونوں اسے کفر تصور کرتے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے اصل کے مطابق ہمارے قول کا وہ مآل ہی نہیں، ان دونوں ماخذوں کی وجہ سے اہل تاویل کے کفر میں لوگوں کا اختلاف ہوا اور درست رائے یہی ہے کہ ان کے کفر کا قول نہ کیا جائے اھ مختصرًا (ت)

جب یہ امر ممہد ہولیا تو اب ان امام و ماموم کے کفریات لزومیہ گنئے، امام کے کفروں کا تو شمار ہی نہیں اس نے تو صرف انہیں چند سطروں میں جو تحریر سوم میں اس سے منقول ہوئیں کفری لزومی کی سات اصلیں تیار کیں جن میں ہر اصل صدہا کفر کی طرف منجر اور اس کا مذہب مان کر ہرگز ہرگز ان سے نجات نہ مفر، والعیاذ باللہ العلی الاکبر۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ بیروت ۲/ ۲۰۹

اصل اول: جو کچھ انسان کر سکے خدا اپنی ذات کریم کے لئے کر سکتا ہے ورنہ قدرتِ انسانی بڑھ جائیگی (دیکھو ہذیانِ اول) اس اصل کے کفروں کی گنتی نہیں مگر میں اسی قدر شمار کردوں جو اوپر گن آیا ہوں یقیناً قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے مذہب پر (۱) اس کا معبود کھانا کھا سکتا ہے (۲) پانی پی سکتا ہے (۳) پاخانہ پھر سکتا ہے (۴) پیشاب کر سکتا ہے (۵) اپنا سمع روک سکتا ہے (۶) بصر روک سکتا ہے (۷) دریا میں ڈوب سکتا ہے (۸) آگ میں جل سکتا ہے (۹) خاک پر لیٹ سکتا ہے (۱۰) کانٹوں پر لوٹ سکتا ہے (۱۱) وہابی ہو سکتا ہے (۱۲) رافضی بن سکتا ہے (۱۳) اپنا نکاح کر سکتا ہے (۱۴) جماع کر سکتا ہے (۱۵) عورت کے رحم میں اپنا نطفہ پہنچا سکتا ہے (۱۶) اپنا بچہ جنا سکتا ہے (۱۷) نیز اس اصل پر لازم کہ خدا خدا نہیں (۱۸) ہزاروں کروڑوں خدا ممکن ہیں (۱۹) آیۂ کریمہ واللہ خلقکم وما تعملون۱؎ (اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔ ت) حق نہیں ان سب امور کا ثبوت ہذیانِ مذکور کے ردوں میں بعینہٖ ناظرین ہوا۔

اصل دوم: خدا کے لئے عیوب و نقائص محال نہیں بلکہ مصلحت کے لئے ان سے قصداً بچتا ہے (ہذیانِ دوم) اس اصل کے کفر اصل اول سے صدہا درجے فزوں جس سے لازم کہ اس بیباک کے مذہب ناپاک پر (۲۰) اہلِ اسلام کے عامۂ عقائد تنزیہ و تقدیس کہ ان کے نزدیک ضروریاتِ دین سے ہیں سب باطل بے دلیل (۲۱) اس نامسعود کا [illegible] معبود ساحر (۲۲) جاہل (۲۳) امّی (۲۴) کاہل (۲۵) اندھا (۲۶) بہرا (۲۷) ہکلا (۲۸) گونگا، سب کچھ ہو سکتا ہے (۲۹) کھانا کھائے (۳۰) پانی پئے (۳۱) پاخانہ پھرے (۳۲) پیشاب کرے (۳۳) بیمار پڑے (۳۴) بچے جنے (۳۵) اونگھے (۳۶) سوئے (۳۷) مرجائے (۳۸) مر کر پھر پیدا ہو، سب کچھ روا ہے (۳۹) اللہ کے علم (۴۰) قدرت (۴۱) سمع (۴۲) بصر (۴۳) کلام (۴۴) مشیت وغیرہا صفاتِ کمالیہ کے ازلی ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۴۵ تا ۵۰) ان کے ابدی ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۵۱) اس کی الوہیت قابلِ زوال، ان سب لزوموں کا بیان تازیانۂ اول میں گزرا بلکہ (۵۲) خود اس اصل کا ماننا درحقیقت بالفعل اللہ عزوجل کو ناقص ماننا ہے (دیکھو تازیانہ ۲) اور بیشک جو اللہ عزوجل کی طرف نقص کی نسبت کرے قطعاً کافر، اعلام بقواطع الاسلام میں ہے،

من نفی او اثبت ماھو صریح فی النقص کفر۲؎ الخ۔

۱؎ القرآن الکریم ۳۷/ ۹۶

۲؎ الاعلام بقواطع الاسلام مع سبیل النجاۃ فصل اول مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص

28
28

اصل سوم، جن باتوں کی نفی سے خدا کی مدح کی گئی وہ سب خدا کے لئے ممکن ہیں (براہین ۲) اس کے کفر بھی بکثرت ہیں قطعاً لازم کہ اسی سفیہ کے مذہب پر (۵۳) اس کے معبود کی جورو ہو سکتی ہے (۵۴) بیٹا ہو سکتا ہے (۵۵) بھول سکتا ہے (۵۶) بہک سکتا ہے (۵۷) بعض اشیاء اس کی ملک سے خارج ہیں الی غیر ذلک من الکفریات (اس کے علاوہ دیگر کفریات ۔ ت) (دیکھو ت ۵ تا ۸)

اصل چہارم، صدق الٰہی اختیاری ہے (ط) اسی سے لازم کہ سفیہ کے مذہب پر (۵۸) قرآن مجید مخلوق ہے جس کے کفر پر ۲۳ فتوے گزرے (۵۹) اس کا معبود ازل میں کاذب تھا (۶۰) اب بھی کاذب ہے (۶۱) کبھی صادق نہیں ہو سکتا (۶۲) قرآن مجید کا جملہ جملہ غلط ہے (۶۳) اللہ مخلوق ہے (۶۴) بلکہ محال ہے الی غیر ذلک وہ کفریات کثیرہ کہ مواضع متعددہ میں جن کا التزام گزرا۔

اصل پنجم، علم الٰہی اختیاری ہے (تنبیہ بعدت ۳) اس پر لازم کہ جاہل کے نزدیک (۶۵) علم الٰہی مخلوق و حادث ہے جس کے کفر پر فتوی امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ گزرا (۶۶) اللہ تعالےٰ ازل میں جاہل تھا (۶۷) جب چاہے جاہل ہو جائے (۶۸) اللہ حادث ہے (۶۹) قابل فنا ہے الی غیر ذلک۔

اصل ششم، کذب الٰہی ممکن ہے اور ثابت کر آئے کہ اس کا کلام نہ صرف امکان عقلی بلکہ امکان وقوعی بلا عدم استبعاد عادی میں نص صریح ہے وہ (۷۰) یہ خود کفر ہے پھر اسی تقدیر پر قطعاً یقیناً (۷۱) ثبوت سے یکسر امان مرتفع (۷۲) خدا کی خبر سے یقین مندفع (۷۳) اسلام پر وہ مطاعن جن سے جواب ناممکن۔

اصل ہفتم، (۷۴) اللہ تعالےٰ بندوں سے چھپا چھپا کر بھلا بھلا کر آیات قرآنیہ جھوٹی کر دے تو کچھ حرج نہیں (ت ۳۱) یہ بات یہ تو اس نے صاف صریح کہا تھا میں تحیر ہوں اسے لازم میں داخل کروں یا التزام میں پھر اس پر (۷۵) حشر نشر، حساب کتاب، جنت، نار، عذاب، ثواب کسی چیز پر ایمان نہ رہا کہ ہر چیز میں صاف صریح احتمال نقص باقی تو یقین کیسا تو ایمان کہاں ۔ والعیاذ باللہ رب العلمین، ہماری تقریرات سابقہ و تقریرات لاحقہ دیکھنے والا اس امام جدید کے کفریات لزومیہ کو صدہا تک پہنچا سکتا ہے، بلکہ جس قدر اوپر مذکور ہوئے وہ بھی یہاں پورے نہ گنے گئے پھر بھی معاذ اللہ پچھتر کفر کیا کم ہیں، پھر یہ تو صرف ایک ہی قول پر ہیں باقی کفریات، تقویۃ الایمان و صراط مستقیم کی گنتی ہی کیا ہے پھر وہ اقبالی کفر علاوہ رہے جو ایمان تقویۃ الایمان و صراط مستقیم میں اپنے گلے بھر رہے ہیں، غرض حضرت کے کفریات لزومیہ اقبالیہ کی تفصیل کرتے فی کفر ایک نقطہ ان کی قبر پر دیتے جائیے تو غالباً دم بھر میں ساری قبر کا منہ کالا ہو جائے، یہ اس کی سزا ہے کہ کفر و شرک دھڑی دھڑی کر کے بیچا محض بلاوجہ سچے مسلمانوں کو کافر مشرک کہا یہاں تک کہ ان کے طور پر صحابہ و تابعین سے لے کر شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز صاحب تک کوئی کفر و شرک سے نہ بچا گویا حضرت کے نزدیک کفر امر عامہ

سے تھا، پھر یہ خود اس سے بچ کر کہاں جائے گا کرد کہ نیافت کما تدین تدان[1] (جو کیا تھا نہ پایا، جو کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ت) ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

(تم نے دیکھا نہیں کہ پروانہ کا خونِ ناحق شمع کو اس طرح اماں نہیں دیتا کہ رات کو سحری کردے۔ت)

کذلک العذاب ولعذاب الاخرۃ لو کانوا یعلمون[2]۝ اللھم احفظ لنا الایمان واعصمنا من شر الشیطان بجاہ حبیبک سیدنا محمد سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی الہ وصحبہ شرف وکرم اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

اسی طرح عذاب ہے، اور آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے، کاش یہ اسے جانیں، اے اللہ! ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، شرِ شیطان سے ہمیں محفوظ فرما بوسیلہ اپنے حبیب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جو انس وجن کے سردار ہیں آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر شرف وکرم ہو آمین والحمد للہ رب العالمین۔(ت)

ان امام صاحب پر چالیس بلکہ سو بار یہ بات اوپر گزرے تھے پچھتر ہوئے کہ ایک جماعت ائمہ کے نزدیک تم پچھتر وجہ سے کافر ہو، امام الطائفہ پر ایک ہی قول میں پونے دو سو کوڑے یاد رکھئے، اب مقتدی صاحبوں کی طرف چلئے ان میں دیوبندی تقلید نے تو دیوبندگی یعنی اس حرام مقتدی امام کی پیروی سے قدم آگے نہ بڑھایا

عہ **تنبیہ ضروری:** واقفِ منصبِ افتاء جانتا ہے کہ مفتی سے جس کلام باطل وضلال کی نسبت سوال سائل ہو اس پر اس کلام کی شناعتوں کا اظہار، قباحتوں کا ایضاح واجب اگرچہ قائل محض عامی وجاہل ہو کہ اتمام جواب و احکام صواب اسی پر موقوف، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قابلِ مخاطبہ ٹھہرا، پس اگر حضرت دیوبندی مثل مدعیان جدید کوئی اکابر ومتبوعین طائفہ سے ہیں جب تو اس رَدِّ بلیغ کا ہدیہ مبارک یا اگر مثل صاحب نسبت براہین قاطعہ نقاب عارض امامت کا منہ ہیں تو خطاب متعدد اور مخاطب واحد ورنہ کلام فقیر بضرورت افتاء محض بجانب کلام من حیث ہو کلام معطوف اور خصوص متکلم سے نظر مصروف ۱۲ منہ۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ عد عن ابن عمر حدیث ۴۳۰۳۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۷۴۲

[2] القرآن الکریم ۶۸/۳۳

یعنی کوئی ایسی نئی بات پیش نہ کی جس پر الزامِ کفر سے حصہ پاتا صرف انھیں احکامِ امام کا ترک پایا اور اس کی باقی خرافات بشدت اجمال قابلِ التفات اہلِ علم نہیں تاہم معرض بیان میں سکوت نامحمود لہذا بطور اجمالی تعرض مقصود ۔

قولہ ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے، اقول یہ زبانی اظہار محض بے بنیاد و ناپائدار کہ جب کذب ممکن بلکہ جائز و وقوعی ہوا جیسا کہ تمھارے امام کا مشرب، تو ہرگز اس اعتقاد کی طرف کوئی راہ نہیں بلکہ صراحۃً ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[1] (یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ ت) میں داخل ہوتا ہے، وہ تقریریں کہ فقیر نے دلیل دوم تنزیہ دوم میں حاضر کیں بیان بنہایت وضوح و انجلا جاری جنھیں بحمد اللہ اس اظہار باطل کی ذلت و خواری کی پوری ذمہ داری پہنچا ہے تو کذب الٰہی جائز رکھ کر اپنے اعتقاد پر دلیل تو قائم کرے اور جب نہ قائم کرسکے تو واضح ہوجائے گا کہ یہ زبانی استمالت بھی صرف خاطرداری عوام کے لئے تھی آخر اس کا امام صراحۃً لکھ ہی چکا کہ چرا چپا کہ خدا جھوٹ بول لے تو کچھ حرج نہیں،

اللھم انی اعوذ بک من اضلال الشیاطین، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔	اے اللہ! میں شیطان کی گمراہی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اللہ رب العالمین کی پناہ ہے (ت)

قولہ مگر بول سکتا ہے، اقول انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب وکفی بہ اثما مبینا[2] (دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے صریح گناہ۔ ت)

قولہ بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے، اقول قطع نظر اس سے کہ مومن مطیع کی تعذیب ہمارے ائمہ کرام ماتریدیہ اعلام قدست اسرارہم کے نزدیک محال عقلی مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے،

امتناع تعذیب المطیع مذھب مشائخ الماتریدیۃ فانہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ وتعالٰی عقلا[3] ملخصا۔	مومن مطیع کے عذاب کا ممتنع ہونا ہم ماتریدیہ کا مذہب ہے کیونکہ یہ نقص ہے جو اللہ تعالٰی پر محال عقلی ہے، اھ ملخصا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[2] " ۴/ ۵۰

[3] فواتح الرحموت بذیل المستصفی الباب الاول فی الحاکم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۳۶

اور امام نسفی وغیرہ[عہ] بعض علماء نے عفو کافر کو بھی عقلاً ناممکن جانا، امام ابن الہمام مسایرہ میں فرماتے ہیں:

صاحب العمدۃ اختار ان العفو عن الکفر لایجوز عقلاً[۱]

صاحبِ عمدہ کا مختار یہ ہے کہ کفر سے عفو عقلاً جائز نہیں۔ (ت)

اس قائل سے پُوچھئے انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جنہوں نے کبھی اطاعت کے سوا کچھ نہ کیا معاذاللہ دوزخ میں جانا اور کافروں مشرکوں کا جنت میں آنا محال شرعی بھی مانتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے ایمان کی فکر کرے اور علماء سے اپنا حکم پُوچھ دیکھئے اور اگر ہاں تو ممتنع بالغیر ہوا اور ممتنع بالغیر وہی جس کا وقوع ماننا کسی ممتنع بالذات کی طرف منجر ہو ورنہ لزوم ممکن سے استحالہ ممکن محض ناممکن، اب وُہ چیز کیا ہے، یہی لزوم کذب باری عزوجل، تو آپ ہی کی دلیل سے ثابت ہُوا کہ کذب باری محال ذاتی ہے۔ اے ذی ہوش

عہ طرفہ یہ کہ خود ردالمحتار جس سے مدعیانِ جدید اس مسئلہ میں جہلاً تمسک، اس میں بھی یہی قول اختیار کیا اور اسی کو صحیح و معتمد قرار دیا،

حیث قال لکنه مبنی علی جواز العفو عن الشرك عقلا وعلیه یبتنی القول بجواز الخلف فی الوعید، وقد علمت ان الصحیح خلافه فالدعاء به کفر لعدم جوازه عقلاً و شرعاً[۲]

انھوں نے کہا یہ اس پر مبنی ہے کہ شرک کا عفو عقلاً جائز ہے اور خلفِ وعید کا قول بھی اسی پر مبنی ہے اور آپ جان چکے صحیح قول اس کے خلاف ہے لہذا اس کا دعوٰی کفر ہے کیونکہ اس کا جواز نہ عقلاً ہے نہ شرعاً۔ (ت)

اور اسی طرف اس کے ماخذ حلیہ کا کلام ناظر،

کما لایخفی علی من طالعه بامعان النظر واللّٰه الموفق ۱۲ منه رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔

جیسا کہ مخفی نہیں ہر اس شخص پر جس نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہو اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

عہ۲ فان قلت لم لا یجوز ان یکون ھذا ایضًا

اگر یہ اعتراض کریں یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ یہ بھی محال بالغیر

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[۱] المسایرۃ مع المسامرۃ الرکن الرابع فی السمعیات المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۲۵۵

[۲] ردالمحتار مطلب فی خلف الوعید الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۵۱

ورودِ نص کے سبب خلافِ منصوص کو محالِ شرعی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وقوع محالِ عقلی یعنی کذبِ الٰہی کو مستلزم۔ شرح عقائد میں ہے:

لو وقع لزم کذب کلام اللّٰہ تعالٰی وھو محال۔[1]

اگر وقوع ہو جائے تو اللہ تعالٰی کے کلام کا کذب لازم آتا ہے جو محال ہے۔ (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال اللّٰہ تعالٰی لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا، ومن ھنا ذھب المحققون ممن جوزہ عقلا من الاشاعرۃ الی امتناعہ سمعا وان جاز عقلا ای ولئلا یلزم وقوع خلاف خبرہ سبحنہ۔[2]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اسی نص کی بنا پر ان اشاعرہ میں سے محققین اس طرف گئے ہیں جو اسے عقلاً جائز سمجھتے تھے کہ شرعاً محال ہے اگرچہ عقلاً جائز ہے یعنی ورنہ اللہ تعالٰی کی خبر کے خلاف وقوع لازم آئے گا۔ (ت)

سبحان اللہ! یہ تو عقل و فہم اور انصاف میں بحث کا وقت، قولہ تو کسی کا اجارہ نہیں۔ اقول یوں تو تم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

محالا لغیرہ وذلک الغیر المستحیل بالذات شیئا اٰخر قلت لولا یجوز ان یکون ھذا ھو ذلک الغیر المحال بالذات ولاجلہ صار لزومہ محالا بالغیر فان تشبثت باحتمال تشبثنا باٰخر وکنت من الخاطئین لانک مستدل بھذا الدلیل علی امکان الکذب اما مدعیا واما غاصبا فکیف یکفیک عسی ولعل ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

ہو اور یہ غیر جو محال بالذات ہو دوسری شیئ ہے میں کہوں گا یہ کیوں جائز نہیں کہ یہ غیر محال بالذات یہی ہو اور اس کی وجہ سے اس کا لزوم محال بالغیر ہو اور اگر تم کسی اور احتمال سے استدلال کرو تو ہم مصیب اور تم خاطی ٹھہرو گے کیونکہ تم نے اس دلیل سے امکانِ کذب پر استدلال کیا تو تم یا تو مدعی ہو یا غاصب اب تمہارے لئے شاید یہ ہو امید ہے کہ ہو، کیسے کام آسکتا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] شرح العقائد النسفیہ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۷۱

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحث قرب الباری من مخلوقاتہ وبعدہ عنہم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۷

اپنے امام کی طرف سے یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ اگر باری تعالیٰ اپنے آپ کو ناقص و ملوث و عیبی بنالے تو کسی کا اجارہ نہیں، اپنی ذات یا قدرت یا علم یا الوہیت کو فنا کر دے تو کسی کا اجارہ نہیں، ظاہر ہے کہ ان محالات کے فرض پر بھی اس پر کسی کا اجارہ ثابت نہ ہوگا کہ بے علاقہ ملازمت معقول نہیں پھر اسی نفی اجارہ سے ثبوتِ امکان کیونکر ہو، اور اگر یہ مقصود کہ ایسا کرے تو کچھ حرج نہیں، اور بیشک عرف میں یہ کلام اسی معنی کو مفید ہوتا ہے تو محض غلط و باطل، اور اجماعِ اُمّت و نصوصِ قاطعہ کے خلاف بیشک کتنا بڑا حرج ہے کہ سارے جہان کا سچا مالک معاذ اللہ جھوٹا ٹھہرے جس کے استحالہ پر نصوص بے شمار سُنتے آئے اور حلیہ کا کلام تازہ گزرا اور شرح عقائد و شرح فقہ اکبر کی آوازیں تو ابھی تمہارے کان میں گونجتی ہوں گی مگر ہاں تمہارے نزدیک اللہ عزوجل کے جھوٹے ہونے میں کیا حرج ہوتا تھا، امام تو صاف کہہ چکا کہ اس پاک بے عیب میں دنیا بھر کے عیب آسکتے ہیں پھر اثیم بر علم اللہ بیان و حیا بخشے۔ **قولہ** یہی امکانِ کذب ہے، **اقول** عـــہ محض تمہارا کذب ہے ہر ممتنع بالغیر محال بالذات کو مستلزم، اور باوجود اس کے خود ممکن بالذات ہوتا ہے، اس کا امکانِ ذاتی اس محال بالذات کے امکانِ ذاتی کو مستلزم ہونا محال بالذات اور لم یہ کہ ان میں استلزام ہی عارضی تھا نہ کہ ذاتی ورنہ محال بالذات ہوتا نہ کہ بالغیر، یوں تو لازم کہ باری تعالیٰ و تقدس واجب الوجود نہ رہے یا تمام موجودات واجب بالذات ہوجائیں، وجہ ملازمت سُنئے زید آج موجود ہوا اس کا اس وقت وجود علمِ الٰہی سبحانہ و تعالیٰ میں تھا یا نہیں، اگر نہیں تو علم حیلہ باری جل و علا منتفی ہوا اور انتفائے علم کہ مقتضائے ذات ہے انتفائے مقتضی کو مقتضی تو باری عزوجل معاذ اللہ معدوم ہوا، اور اگر تھا تو اس وقت اس کا عدم بھی ممکنِ ذاتی تھا یا نہیں، اگر نہیں تو زید واجب بالذات ہُوا اور ہاں تو اس کا اس وقت عدم کہ ممکن بالذات ہے، عدمِ علم اور عدمِ عالم کو مستلزم تو تمہارے طور پر عدم ذات ممکن تو باری جل جلالہ واجب الوجود نہ ہوا، اب تو آپ کو اپنی جہالت پر یقین آیا، واقعی تم بچارے معذور ہو کہ حقائقِ علوم و دقائقِ فہوم میں بیچاری گنگوہی تعلیم کا حصہ رکھا ہی نہ گیا، ذرا کلماتِ علماء پر

عــہ: **اقول** ایضاً بلکہ اے جاہل! اگر یہ تیری دلیل جہالت تمام ہو تو باری عزوجل کا معاذ اللہ جہل بھی ممکن ٹھہرے کہ اس نے بہشتیوں کے بہشت دوزخیوں کے دوزخ جانے کی صرف ہم کو خبر ہی نہ دی بلکہ اس کے علم میں بھی ایسا ہی ہے با اینہمہ وہ خلاف پر قادر، اس تقدیر پر اس کا علم غلط پڑے گا اور یہی امکان جہل ہے تعالیٰ عن ذٰلک علواً کبیراً (اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر بلند ہے۔ ت) ہاں اے جاہل! اب تو یا تو امکانِ جہل بھی مان یا امکانِ کذب پر ان جھوٹے شورشوں سے درگزر، اللہ تعالیٰ ہدایت بخشے آمین! ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

نظر کیجئے تو آپ کو اپنی دانشمندی پر یقین کامل آئے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ لما اوجد العالم بقدرتہ واختیارہ فعدمہ ممکن فی نفسہ مع انہ یلزم من فرض وقوعہ تخلف المعلول عن علتہ التامۃ وھو محال والحاصل ان الممکن لا یلزم من فرض وقوعہ محال بالنظر الی ذاتہ واما بالنظر الی امر زائد علی نفسہ فلا نسلم انہ لا یستلزم المحال[1]

اللہ تعالیٰ نے جہان کو اپنی قدرت واختیار سے تخلیق فرمایا اس کا فی ذاتہ عدم ممکن ہے باوجودیکہ اس کے وقوع کے فرض سے معلول کا اپنی علت تامہ سے تخلف لازم آتا ہے اور یہ محال ہے، حاصل یہ ہے کہ ممکن وہ ہوتا ہے فی ذاتہ جس کے وقوع کے فرض کرنے سے محال لازم نہ آئے لیکن کسی امر زائد کی بنسبت ہم نہیں مانتے کہ محال کو مستلزم نہیں (ت)

شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

ان قیل ما علم اللہ او اخبر بعدم وقوعہ یلزم من فرض وقوعہ محال ھو جھلہ او کذبہ تعالیٰ عن ذلک وکل ما یلزم من فرض وقوعہ محال فھو محال ضرورۃ امتناع وجود الملزوم بدون اللازم فجوابہ منع الکبریٰ وانما یصدق لو کان لزوم المحال لذاتہ اما لو کان لعارض کالعلم او الخبر فیما نحن فیہ فلا لجواز ان یکون ھو ممکنا فی نفسہ ومنشأ لزوم المحال ھو ذلک العارض[2]

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے عدم وقوع کو جانا یا اس کی خبر دی ہو تو اس کے وقوع کے فرض سے محال لازم آئے گا وہ جہالت یا اس کا کذب ہے تو جب اس فرض وقوع سے محال لازم آئے گا تو یہ بہرحال محال ہوگا کیونکہ لازم کے بغیر ملزوم کا وجود ممتنع ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبریٰ کو نہیں مانتے، یہ تب سچ ہے کہ اگر لزوم محال لذاتہ ہو اور اگر کسی عارضہ کی وجہ سے ہو مثلاً وہ زیر بحث علم یا خبر ہو تو اس میں محال نہیں کیونکہ یہ فی نفسہ ہوسکتا ہے ممکن ہے اور لزوم محال کی علت وہ عارض بن رہا ہو۔ (ت)

غرض استحالہ ناشیہ عن نفس الذات وعن خارج میں فرق نہ کرکے بعض نے استلزام عارضی میں بھی استحالہ لازم بالذات سے استحالہ ملزوم بالذات کا حکم کیا جس کا محققین نے یوں حل کر دیا مگر ایسی جگہ امکان لزوم سے

---

[1] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۷۱ و ۷۲

[2] شرح المقاصد المبحث الرابع لا قبیح من اللہ تعالیٰ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۱۵۵

امکان ملازم مستحیل بالذات کا حکم آپ ہی کی عقل شریف کا حصہ خاصہ تھا کہ اس کے نزدیک علماء کا وہ حل کافی و وافی ہوا، سبحان اللہ! میں اپنے علماء سے کیوں استناد کروں، آپ اپنے ہی امام کا قول نہ سنئے، اسی مبحث کذب والی یکروزی میں کیا کہتا ہے:

اگر مقصود این ست کہ وقوع مذکور بالفعل (جیسے یہاں اپنی بحث میں وقوع تعذیب مطیع ومغفرت کافر فرض کیجئے) مستلزم کذب ست پس آن مسلم ست وکسے دعوی وقوع مذکور بالفعل نکردہ اگر مقصود این ست کہ امکان وقوع مذکور مستلزم کذب نصی ست از نصوص قرآنیہ پس آن نص را تلاوت باید کرد تا واضح گردد کہ کدام نص بر نفی امکان وجود مذکور دلالت میکند واگر مقصود این ست کہ امکان وجود مذکور مستلزم امکان کذب ست پس ملازمت ممنوع ست زیرا کہ عدم وجود مذکور معلول صدق نص ست پس تحقق عدم مذکور البتہ مستلزم تحقق امکان صدق نص مذکور ست وزوال عدم مذکور بالفعل مستلزم کذب ست واما امکان زوال عدم مذکور پس مستلزم امکان زوال صدق نیست یعنی امکان وجود مثل مذکور مستلزم امکان کذب نیست چہ امکان زوال معلول مستلزم امکان زوال علت نیست والا لازم آید کہ امکان زوال عقل اول مستلزم امکان زوال واجب باشد پس امکان زوال عقل اول ممتنع باشد پس عقل اول واجب لذاتہ باشد، حاصلش آنکہ تلازم درمیان علت ومعلول در فعلیت وجود وعدم ست نہ در امکان ذاتی والا لازم آید کہ واجب لذاتہ ممکن لذاتہ گردد، چنانچہ معلوم است۔ اھ

اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع مذکور بالفعل ہے (جیسے یہاں اپنی بحث میں وقوع تعذیب مطیع ومغفرت کافر فرض کیجئے) تو یہ کذب کو مستلزم ہے پس یہ تسلیم شدہ ہے اور کسی نے وقوع مذکور بالفعل کا دعوی نہیں کیا اور اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع مذکور کا امکان قرآنی نص کے کذب کو مستلزم ہے تو اس نص کی تلاوت کی جئے تاکہ واضح ہو جائے کہ کون سی نص وجود مذکور کے نفی امکان پر دلالت کر رہی ہے۔ اور اگر مقصود یہ ہے کہ وجود مذکور کا امکان امکان کذب کو مستلزم ہے تو یہ لزوم ممنوع ہے کیونکہ وجود مذکور کا عدم صدق نص کا معلول ہے تو عدم مذکور کا تحقق یقیناً صدق نص مذکور کے امکان کے تحقق کو مستلزم ہے، عدم مذکور کا بالفعل زوال، کذب کو مستلزم ہے لیکن زوال عدم مذکور کا امکان، زوال صدق کے امکان کو مستلزم نہیں یعنی امکان وجود مذکور، امکان کذب کو مستلزم نہیں کیونکہ زوال معلول کا امکان، امکان زوال علت کو مستلزم نہیں ورنہ لازم آئے گا زوال عقل اول کا امکان، زوال واجب کے امکان کو مستلزم ہو تو زوال عقل اول کا امکان ممتنع ہو تو عقل اول واجب لذاتہ ہوگی، اس کا حاصل یہ ہے کہ علت ومعلول کے درمیان تلازم فعلیت وجود وعدم میں ہے نہ کہ امکان ذاتی میں، ورنہ لازم آئے گا کہ واجب لذاتہ ممکن

ہمہ ممکنات اند ۱؎ ملخصاً۔

لذاتہ ہو جائے کیونکہ اس کے تمام معلولات ممکن ہیں اھ ملخصاً (ت)

اگر اس کی یہ تقریر پریشان طویل الذیل جس میں اس نے خواہی نخواہی ذرا سی بات کو بیگھوں میں پھیلایا ہے تمہاری مقدس سمجھ میں نہ آئے تو اسی کا دوسرا بیان مختصر سنو، اسی یکروزی میں لکھتا ہے:

اگر مقصود این ست کہ از وقوع ممکن ہیچگونہ محال ناشی نمی گردد لا بالنظر الی ذاتہ ولا بالنظر الی الامور الخارجیۃ پس این مقدمہ ممنوع ست چہ برین تقدیر لازم می آید کہ وجود ہر معدوم وعدم ہر موجود محال باشد زیرا کہ مستلزم محال ست یعنی کذب علم ازلی ۲؎

اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع ممکن سے کوئی محال لازم نہیں آتا، نہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور نہ امور خارجی کے اعتبار سے، تو یہ مقدمہ ممنوع ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر معدوم کا وجود اور ہر موجود کا عدم محال ہو کیونکہ یہ محال کو مستلزم ہے یعنی علم ازلی میں کذب۔ (ت)

دیکھو باوجود امکان ملزوم لازم کو محال مانتا ہے، پھر تمہاری جہالت کہ تکذیب مطیع وعفو کافر کے امکان سے امکان کذب پر استدلال کرتے ہو، ہوش حق ہے یہ نہیں استدلال کسی ایسے ہی مقدس آدمی کا کام ہے جسے دیو جہالت کی سند وقید میں کبھی علم وفہم کی ہوا نہ لگی ہو، واللہ الہادی، خیر یہ تو وہ تھے جنھوں نے تقلید امام سے تجاوز نہ کیا تھا، رہے امام طائفہ کے مرید رشید، انھوں نے بیشک بہت فرما کر وہ طرفہ ابکار افکار ہدیۂ انظار فحول نظار کیے یعنی یہی جواز خلف کی تقریر نازنین جس کے باعث اُن پر لزوم کفر کی تین وجہیں اور ہیں:

اوّلاً وہ وجہ کہ تمام مقلدین امام طائفہ کو عموماً شامل یعنی یہ اس کے قول مذکور جیسے اقوال کفریہ میں مقلد اور بیشک جو کفریات میں تقلید کرے قطعاً لزوم کفر سے حصہ پائے۔

ثانیاً ان حضرت نے جواز خلف یعنی کذب ائمۂ دین کی طرف نسبت کیا اور ہم بدلائل قاطعہ مبرہن کر آئے کہ وہ جس معنی پر خلف جائز فرماتے ہیں اسے قطعاً جائز ہی نہیں بلکہ واقع ٹھہراتے ہیں، تو ان حضرت نے مولٰی سبحانہ وتعالٰی کا کاذب بالفعل ہونا کہ قطعاً اجماعاً کفر خالص ہے، ایک جماعت ائمۂ دین کا مذہب جانا اور اسے اس قدر ہلکا سمجھا کہ ائمۂ اہل سنت کا اختلافی مسئلہ مانا اور اس پر طعن کو بیجا بتایا اور اس سے تعجب کار جہلا ٹھہرایا اور بیشک جو شخص کسی عقیدۂ کفر کو ایسا سمجھے تو وہ کافر ہے، اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام

۱؎ رسالہ یکروزی (فارسی) مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵ و ۱۶

۲؎ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۶

ے کفر متفق علیہ کی فصل میں منقول؛

او صدّق کلام اھل الاھواء، وقال عندی کلامھم کلام معنوی او معناہ صحیح اھ۔

یا وہ تصدیق کرے کلام اہلِ بدعت کی یا کہے میرے ہاں ان کا کلام با مقصد ہے، یا کہے اس کا معنی درست ہے اھ (ت)

فقیر نے اس مسئلہ کی قدرے تفصیل اپنے رسالہ مبارکہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید میں ذکر کی واللہ الموفق۔

ثالثاً الحمدللہ کہ علمائے اہلسنت ان نئے جہلا کی جہالت فاحشہ سے پاک نرالے اور ان کے بہتانی خیالوں، شیطانی ضلالوں پر سب سے پہلے تبرا کرنے والے مگر ان کی قوت واہمہ نے جو انہیں امام الطائفہ کے ترکہ میں ملی، ائمہ متقدمین میں کچھ علماء ایسے تراشے جو کذب الٰہی کے جواز و وقوعی بلکہ وقوع بالفعل کے قائل ہوئے تو وہ تراشیدہ علما ساختہ، مرد رحی کا ان جہال کے وہم وخیال کے سوا کہیں وجود نہیں) قطعاً اجماعاً کافر مرتد تھے، اب انہوں نے ان وہمی موجودوں یقینی مرتدوں کو کافر جانا بلکہ مشائخ دین و علمائے معتمدین مانا تو خود ان پر کفر وارتداد لازم آنے میں کیا کلام رہا کہ جو کسی منکر ضروریات دین کو کافر نہ کہے آپ کافر ہے۔ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں

الاجماع علی کفر من لم یکفّر احدًا من النصاری والیھود وکل من فارق دین المسلمین او وقف فی تکفیرھم او شک، قال القاضی

یعنی اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود و نصاریٰ یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہونے والے کو کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی

عــہ حمل العلامة ابن حجر اھل الاھواء علی الذین نکفرھم من بینھم قلت وھو کما افاد ولا یستقیم التخریج علی قول من اطلق الاکفار بکل بدعة فان الکلام فی الکفر المتفق علیه فلیتنبه ۱۲۔

علامہ ابن حجر اہل ہوا سے مراد وہ لوگ لیتے ہیں جنہیں ان کی بدعت کی وجہ سے کافر کہا گیا ہے، میں کہتا ہوں بات وہی ہے جو انہوں نے کہی، اور یہ حوالہ اس قول پر صحیح نہیں جو مطلقاً ہر بدعت کو کفر کہتے ہیں کیونکہ گفتگو اس کفر میں ہو رہی ہے جس پر اتفاق ہو اسے یاد رکھو ۱۲ (ت)

۱؎ اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل کفر متفق علیہ مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۷۱

ابوبکر لان التوقیف والاجماع اتفقا علی کفرھم فمن وقف فی ذٰلک فقد کذب النص والتوقیف اوشك فیه، والتکذیب والشك فیه لا یقع الامن کافر۱۔

ابوبکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ و اجماع امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص و شریعت کی تکذیب کرتا یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔

اسی میں ہے :

یکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام او وقف فیھم او شك او صحح مذھبھم وان اظھر الاسلام واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھار ما اظھر من خلاف ذٰلک۲ ملخصاً۔

یعنی کافر ہے جو کافر نہ کہے ان لوگوں کو کہ غیر ملت اسلام کا اعتقاد رکھتے ہیں یا ان کے کفر میں شک لائے یا ان کے مذہب کو ٹھیک بتائے اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور مذہب اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا سب مذہبوں کے بطلان کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو کہ اس نے بعض منکر ضروریات دین کو جب کہ کافر نہ جانا تو اپنے اس اظہار کے خلاف اظہار کرچکا اھ ملخصاً۔

آپ کو یاد ہو کہ ان مدعیان جدید، مہتدی و دستیہ پر ایک سو بائیس ۱۲۲ کوڑے اور چوڑے اور ان کے امام کا وبال انھیں کب چھوڑے کہ آخر اسی کے مقلد اور اسی کے اقوال کے پورے معتقد، مصرعہ: جب ضرب الغلام اھانۃ المولٰی (غلام کی ضرب مولٰی کی اہانت ہے۔ ت) تو ضرب المولٰی اھانۃ الغلام (مولٰی کی ضرب غلام کی اہانت۔ ت) بوجہ اولٰی بہرحال یہ چھہتر ۷۶ کوڑے جو امام الطائفہ پر تازے پڑے، ان کے حصے میں بھی یقیناً بٹے، کل ایک سو اٹھانوے ۱۹۸ ہوئے اور دو خاص ان کے دم پر سوار، تو اس مختصر رسالے مجموعہ جملے میں مدعیان جدید پر پورے دو سو ۲۰۰ کوڑوں کی کال بوچھار،

کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۳

مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ (ت)

میں نے جس طرح اس رسالہ کا تاریخی نام "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" رکھا یونہی

---

۱ الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتاولین المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۷۰

۲ " " " " فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر " " " ۲/ ۲۷۱

۳ القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

ان تازیانوں کا عدد درخواست کرتا ہے کہ اس کا تاریخی لقب "دوصد تازیانہ برفرق جہول زمانہ" رکھوں بالجملہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ایک مذہب علمائے دین پر امام و مقتدی سب کے سب نہ ایک دو کفر بلکہ صدہا کفر سراپا کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں وفی ذٰلک اقول (اس میں میں نے کہا۔ ت) ؎

فکفر فوق کفر فوق کفر کأن الکفر من کثر وفر
کماء آسن فی نتن دفر تتا نم قطرۃ من تعب کفر[1]

(کفر پر کفر سے بڑھ کر کفر، ہر کثیر سے بڑھ کر کثیر، جیسا کہ گندا پانی بدبودار پانی ملنے سے خوب بدبودار ہو جاتا ہے۔ ت)

معاذ اللہ! اس قدر ان کے خسارہ و بوار کو کیا کم ہے اگرچہ ائمہ محققین و علمائے محتاطین انھیں کافر نہ کہیں اور یہی صواب ہے،

وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد۔	جواب یہی ہے، اسی کے ساتھ فتوی دیا جاتا ہے اور اسی پر فتوی ہے، یہی مذہب اور اسی پر اعتماد ہے، اسی میں سلامتی اور یہی درست ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی اعلام میں فرماتے ہیں،

انہ یصیر مرتدا علی قول جماعۃ وکفٰی بھذا خسارا۔[2]	وُہ ایک جماعت علماء کے قول پر مرتد ہوگیا اور اسی قدر خسران و زیاں میں بس ہیں۔

والعیاذ باللہ خیر الحافظین (اور بہتر حفاظت کرنے والے کی پناہ۔ ت)

پھر جب کہ ائمہ دین ان کے کفر میں مختلف ہوگئے تو راہ یہ ہے کہ اگر اپنا بھلا چاہیں جلد از سر نو کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنے مذہب نامہذب کی تکذیب صریح اور اس کے رد و تقبیح کی صاف تصریح کریں ورنہ بطور عادت کلمہ شہادت کافی نہیں کہ یہ تو وہ اب بھی پڑھتے ہیں اور اسے اپنے مذہب کا رد نہیں سمجھتے۔ بحرالرائق میں بزازیہ و جامع الفصولین سے ہے،

لواتی بالشھادتین علی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یرجع عما قال۔[3]	اگر معمول کے مطابق وہ کلمہ شہادت پڑھے تو بھی وہ نافع نہیں جب تک وُہ اپنے قول سے رجوع نہ کرے (ت)

---

[1] الدیوان العربی الموسوم بساتین الغفران فی الرد علی القائلین بامکان کذبہ تعالٰی رضا دار الاشاعت لاہور ص ۱۹۲

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبیل النجاۃ مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۹۲

[3] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۸

اور جس طرح اس مذہب خبیث کا اعلان کیا ہے ویسے ہی توبہ و رجوع کا صاف اعلان کریں کہ توبہ نہاں کی نہاں سے اور عیاں کی عیاں۔ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئة فاحدث عندها توبة السر بالسر والعلانیة بالعلانیة[1] رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن علی اصولنا عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جب تُو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر، پوشیدہ کی پوشیدہ اور ظاہر کی ظاہر۔ (اسے امام احمد نے کتاب الزہد میں، طبرانی نے المعجم الکبیر میں سند صحیح سے ہمارے اصولوں کے مطابق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اس سب کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں کہ کفر خلافی کا حکم یہی ہے، علامہ حسن شرنبلالی شرح وہبانیہ پھر علامہ علائی شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح[3]	جو بالاتفاق کفر ہو اس سے اعمال، نکاح باطل ہوجاتے ہیں تمام اولاد، اولادِ زنا قرار پاجاتی ہے اور جس میں اختلاف ہو وہاں استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کردیا جائے گا۔ (ت)

پس اگر مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ ہدایت فرمائے اور اس کے کرم سے کچھ دور نہیں، یعنی یہ حضرات اپنے مذہب مردود سے باز آئیں اور علانیہ رب العالمین کی طرف توبہ لائیں فاخوانکم فی الدین[4] تمہارے دینی بھائی ہیں، ورنہ اہل سنت پر لازم کہ ان سے الگ ہوجائیں، ان کی صحبت کو آگ سمجھیں، ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو اعادہ کرلیں کہ نماز اعظم عبادات رب بے نیاز ہے اور تقدیم وامامت ایک اعلیٰ اعزاز اور فاسق مجاہر واجب التوہین، نہ کہ بدمذہب گمراہ فاسق فی الدین، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے ان مسائل کی قدرے تحقیق وتفصیل اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید میں ذکر کی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ تقدیم الفاسق کراہة تحریم وکذا	یعنی فاسق وبدمذہب کی امامت مکروہ تحریمی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۱۵۹

[2] الزہد الکبیر حدیث ۹۵۴ دار القلم کویت ص ۳۴۳

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی ۱/۳۵۹

[4] القرآن الکریم ۳۳/۵

البدع۱؎ اھ ملخصاً۔

قریب بحرام ہے اھ ملخصاً

جس کے سبب نماز کا پھیرنا واجب، یہ ہے حکم، ولہ الحکم والیہ ترجعون ۰ والحمد للہ رب العٰلمین (اور اللہ ہی کے لئے حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت)

التماس ہدایت اساس: میں جانتا ہوں کہ فقیر کے اس رسالے پر حسب معمول سخن پروری وبحکم دستور تعصب خودسری اگر بعض سلیم خاطریں شرمائیں گی، قبول وانصاف کو کام فرمائیں گی تو بہت عنادی طبیعتیں گرمائیں گی، جبلی نزاکتیں غصہ لائیں گی، جاہلی حمیتیں جوش دکھائیں گی، تعصبی حمائتیں ہمت پر آئیں گی وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولٰی ونعم الکفیل (ہمارے لئے اللہ کافی اور وہ سب سے بڑا کارساز، سب سے بہتر آقا اور سب سے بہتر کفالت فرمانے والا ہے۔ ت) یہ سب کچھ قبول، کھسیانا عاجزوں کا قدیمی معمول، مگر انما اعظکم بواحدۃ۲؎ (میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ ت) حق اسلام یاد دلا کر اتنا معروض کہ چند ساعت کے لئے تعصب ونفسانیت کو راہ بتائیں، مثنٰی وفرادٰی، تنہا یا دو دو صاحب بیٹھ کر غور فرمائیں اگر کلام خصم حق وصواب ہو تو قبول حق سے کیوں اجتناب ہو، کیا قرآن نے نہ سنایا کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا سیذکر من یخشٰی ۰ ویتجنبھا الاشقی۳؎ (عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔ ت) اے میرے پیارے بھائیو! کلمۂ اسلام کے ہمراہیو! اگرچہ نفس امارہ رہزن عیارہ اور شیطان لعین اس کا معین، ولہذا خطا کا اقرار آدمی کو ناگوار، مگر واللہ! واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم۴؎ (اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔ ت) کی آفت سخت شدید، الیس منکم رجل رشید۵؎ (کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ ت) خدارا ذرا انصاف کو کام فرماؤ، خلق کا کیا پاس خالق سے شرماؤ، کچھ دیکھا بھی کس پر امکانِ کذب کی تہمت دھرتے ہو، کس پاک بے عیب میں عیب آنے کا احتمال کرتے ہو، العظمۃ للہ! ارے وہ خدا ہے سب خوبیوں والا ہر عیب ونقصان سے پاک نرالا، ذرا تو گریبان میں منہ ڈالو جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو زبان سنبھالو، ولے

۱؎ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳ - ۱۴

۲؎ القرآن الکریم ۳۴/ ۴۶ ۳؎ القرآن الکریم ۸۷/ ۱۰ و ۱۱

۴؎ " " ۲/ ۲۰۶

۵؎ " " ۱۱/ ۷۸

بے انصافی! تمھیں کوئی جھوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو اور ملک جبار واحد قہار کا جھوٹا ہونا یوں ہلکا کرو، یہ کون سی دیانت ہے، کیا انصاف ہے، اس پر یہ قہر اصرار یہ بلا اعتساف ہے، اے طائفہ جائفہ اے قوم مفتون! مانو تو ایک تدبیر تمھیں بتاؤں، میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو، ان ۲۰۰ دو سو دلائل و اعتراضات کو ایک ایک کرکے انصاف سے پرکھو، فرض کردم کہ ۲۰۰ دو سو میں استحالۂ کذبِ الٰہی پر صرف ایک دلیل اور تمھارے خیال اور تمھارے امام کے ہذیانی اقوال پر فقط ایک ایک اعتراض قاطع ہر قال و قیل باقی رہ گیا، باقی سب تم نے جواب دے لیا، تو جانِ برادر! احقاقِ حق کو ایک دلیل کافی، ابطالِ باطل کو ایک اعتراض وافی، نہ کہ دلائل باہرہ و اعتراضات قاہرہ وصد ہا سنو اور ایک گنو، دل میں جانتے جاؤ کہ دلائل باصواب اور اعتراض لاجواب، مگر ماننے کی قسم توبہ کی آن بلکہ اُلٹے تائیدِ باطل کی فکر سامان، یہ تو حق پرستی نہ ہوئی بادہ پرستی ہوئی، نشۂ تعصب میں سیاہ مستی ہوئی، پھر قیامت تو نہ آئے گی، حساب تو نہ ہوگا، خدا کے حضور سوال و جواب تو نہ ہوگا، اے رب میرے! ہدایت فرما اور ان بیلی آنکھوں کو کچھ تو شرما سے

می توانی کہ دہی اشک مرا حسنِ قبول　　اے کہ دُر ساختۂ قطرۂ بارانی را

(اے اللہ! تو میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول دے سکتا ہے جیسا کہ تو بارش کے قطرہ کو موتی بنادیتا ہے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

اور یہیں سے ظاہر کہ جو صاحب قصدِ جواب کی ہمت رکھیں ایک ایک دلیل ایک ایک اعتراض کا تفصیلی جواب بجبر کر لکھیں، یہ نہ ہو کہ ابقائے مشیخت رفعِ ندامت فریبِ عوام جواب کے نام کریں، کچھ اعتراض باقی سے اعراض، یہ کلام خصم کا رد نہ کرے گا، ان شاء تمھیں پر صاعقہ بن کر گرے گا کہ جب حجتِ خصم مٹا نہ سکے مذہب سے اعتراض ہٹا نہ سکے تو ناحق تکلیفِ خامہ اٹھائی، معصیت سیاہی نامہ اٹھائی، اپنے ہی عجز کا اظہار کیا، بطلانِ مذہب کا اقرار کیا، للہ کچھ دیر تو حق و انصاف کی قدر سمجھو، زنجیرِ تعصب کی قید سے نکلو، خار زارِ تکبر میں آشفتہ اُلجھو، افسوس کہ حق کا چاند جلوہ نما اور تمھارے نصیب کی وہی کالی گھٹا، ہمارے ہمایوں سایہ فگن اور تمھارا تاج وہی بالِ زغن، اے سچے خدا سچ سے موصوف جھوٹ سے نرالے، سچے رسول پر سچی کتاب اتارنے والے! اپنے سچے حبیب کی سچی وجاہت کا صدقہ اُمتِ مصطفٰے کو سچی ہدایت نصیب فرما،

صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وسلّم وعلٰی اٰلہ	اے اللہ! رحمتیں نازل فرما اور آپ کے شرف و
وصحبہ وشرف کرمہ ما نجی الصادق	بزرگی میں مزید اضافہ فرما جو حبیب ہیں جب تک
وھلک الکاذب ونفی الصدق عن	صادق نجات پاتے رہیں، کاذب ہلاک ہوتے رہیں،
تعاطی الکواذب قولک الحق و	جنھوں نے تمام کاذب سے منع فرمایا، تیرا قول حق

وعدك الصدق ولك الحمد واليك المصير انك على كل شئ قدير وصلى الله تعالى على سيد الصادقين محمد وآله وصحبه اجمعين آمين آمين اله الحق آمين !

تیرا وعدہ سچا، حمد تیرے لئے، تمام کا لوٹنا تیری طرف اور تو ہر شئی پر قادر ہے، اللہ تعالٰی کی رحمت ہو سید الصادقین حضرت محمد، آپ کی آل اور اصحاب سب پر، آمین آمین الٰہ الحق آمین! (ت)

الحمدللہ کہ یہ مبارک رسالہ موجزہ عجالہ باوجود کثرت اشتغال تحریر مسائل و ترتیب رسائل تیرہ دن کے متفرق جلسوں میں مسودہ اور تئیس دن میں صاف و بیضہ ہو کر دوازدہم ماہ مبارک و فاخر شہر ربیع الآخر روز ہمایوں جمعہ ۱۳۰۷ھ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو بہمہ وجوہ بدر سمای تمام و شمع بزم ہدایت اتمام ہوا۔

للہ الحمد والمنہ کہ آج اس مبارک رسالے نے سنت کے قبالے، رنگ صدق جمانے والے، زنگ کذب گمانے والے سے علوم دینیہ میں تصانیف فقیر نے سو کا عدد کامل پایا،

والحمد لله وهاب العطايا، ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ۝ والحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه اجمعين، سبحٰن ربك رب العزة عما يصفون ۝ وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العلمين، تمت و بالخير عمت بعون من قال وقوله الحق تمت كلمت ربك صدقا وعدلا ط لا مبدل لكلمٰته* وهو السميع العليم ۝ الحمد لله الذي بنعمته وجلاله تتم الصالحات والصلوٰة والسلام على سيدنا ومولانا محمد سيد الكائنات وآله وصحبه وامته وحزبه اجمعين والحمد لله رب العلمين۔

تمام حمد اللہ تعالٰی کی ہے جو تمام انعامات کا عطا کرنیوالا ہے، اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما بلاشبہہ تو سننے والا جاننے والا ہے، تمام حمد اللہ کی جو جہانوں کا پروردگار ہے، صلوٰۃ و سلام نازل ہو تمام رسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر آپ کی آل و اصحاب تمام پر، سلام علی المرسلین والحمدللہ رب العٰلمین، رسالہ تمام ہوا اور خیر کے ساتھ وسیع ہوا اس ذات کی مدد سے جس نے فرمایا جبکہ اس کا فرمان برحق ہے "تیرے رب کے کلمات صدق و عدل میں تمام ہیں کوئی ان کو تبدیل کرنے والا نہیں وہی سننے جاننے والا ہے"، تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کی جس کی نعمت و جلال سے خوبیاں تمام ہوتی ہیں اور صلوٰۃ و سلام ہمارے آقا و مولٰی سید کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آل و اصحاب و امت اور ان کی سب جماعت پر، والحمدللہ رب العالمین (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

تحریر جناب مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمۃ سمی رجماً القدیر بر رسالہ مبارکہ سُبحٰن السبوح عن عیب کذب المقبوح

فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۸ھ میں بریلی میں وارد ہُوا، اور اس مبارک رسالہ کے دیکھنے کا اتفاق پڑا، چونکہ مدتِ دراز کے بعد یہاں آنے کا اتفاق ہوا ہے اور ملاقات احباب اور نیز مشورۂ امر دینی کے سبب جو وکلاء سے کرنا تھا اس قدر کم فرصتی ہُوئی کہ معمولی وظائف جو کبھی سفر و حضر میں ترک نہیں ہوئے تھے ان چار روز میں وُہ بھی پُورے نہ ہو سکے، اس کشاکش میں اس رسالہ سلالہ کو فقیر بالاستیعاب کیا کچھ حصّہ معتدبہا بھی نہ دیکھ سکا مگر ابتدا اور درمیان اور انتہا سے جو دیکھا تو مسئلہ امکان کذب باری تعالٰی کا رَد پایا اور اس کو آنکھوں سے لگایا الحمد للہ حمداً کثیراً کہ اس کے مؤلف علامہ فہامہ نے جو ایک علم اور فضل کے خاندان سے عمدۃ الخلف وبقیۃ السلف ہیں اس بارے میں بھی اپنے عزیز واقارب کو جو ہمیشہ کارِ خیر اشاعت علوم دینیہ میں مصروف ہیں صرف فرمایا جزاہ اللہ الشکور عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء واوصلہ الی غایۃ ما یحب ویرضی، اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم، وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ مظہر لطفہ واحسانہ سیدنا محمد وعترتہ اجمعین اللھم ارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین!

www.alahazratnetwork.org

۱۵ جمادی الاولیٰ روز روانگی وطن یہ چند حروف لکھے گئے واللہ ھو المیسر للصعاب۔